

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

قافلہ حجاز

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
PDFBOOKSFREE.PK

نسیم حجازی

قافلہ حجاز

PDFBOOKSFREE.PK

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

نسیم حجازی

فرحین پبلشنگ کمپنی F3 کھجوری روڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

باب

ایک دن حسان بن عقبہ اُس شاداب علاقے میں داخل ہوا جس کے دلکش مناظر اُسے اپنے ماضی کا ایک خواب محسوس ہوا کرتے تھے۔ یہ بہار کا موسم تھا اور اُسے اپنے آگے بڑھے اور دائیں طرف حد نگاہ تک سرسبز باغات اور گندم کے لہلہاتے کھیت دکھائی دیتے تھے۔ بائیں ہاتھ دریا نے فرات کے کنارے سرکنڈوں اور جھاڑیوں کا ایک گھنا جھنگل تھا۔ سورج مغرب کے غبار آلود آفتاب سے جھانک رہا تھا اور شام کے سائے تیزی سے مشرق کی جانب بھاگ رہے تھے۔ برندے درختوں پر جمع ہو رہے تھے۔ کسانوں کو چرواہوں کی بستیوں سے دھوئیں کی ہلکی لکیریں آسمان کی جانب اُٹھ رہی تھیں کبھی کبھی وہ کسی درخت یا جھاڑی کے پاس رک کر اپنے وطن کے پرندوں کے چہرے سنا اور اُس کے جھکے اور جھبائے ہوئے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آجاتی لیکن پھر اچانک اُس کا چہرہ غموم ہو جاتا اور وہ آگے چل پڑتا۔ پچیس سال یہ آدمی اپنے بوسیدہ لباس اور پریشان صورت کے باوجود اُن لوگوں میں سے تھا جو اپنے قد و قامت اور خد و خال کے باعث ہزاروں کے ہجوم میں نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ اُس کے مضبوط ہاتھ میں ایک مٹی اور بھٹی لکڑی تلوار سے زیادہ خطرناک دکھائی دیتی تھی۔ وہ کسی ڈوبی ہوئی کشتی کا طائر کسی شکست خوردہ فوج کا سالار یا ایک ایسا چودا، معلوم ہوتا تھا جس کا گلہ بھیریلوں کی نذر ہو چکا ہو۔

چند کھیت اور باغات عبور کرنے کے بعد وہ ایک گافل سے باہر ایک قلعہ نامکان کے قریب پہنچا۔ سورج کی سرخ پشانی آفتاب کو چھو رہی تھی۔ باہر خیریت تھی کھیل رہے تھے۔ اُس نے ادھر ادھر دیکھنے کے بعد اُس کے بڑے بڑے دیواروں کے نیچے نیم وادروازے پر دستک دی۔ اندر سے کتوں کے بھونکنے کی آواز سنائی دی۔ درپردہ

نام کتاب _____ تافلہ حجاز

مصنف _____ نسیم حجازی

ناشر _____ فرحین پبلشنگ کمپنی

F3 کھجوری روڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

تعداد _____ ایک ہزار

مطبع _____ فرح آفنیٹ پرنٹرس دہلی

سال اشاعت _____ فروری ۱۹۹۶ء

قیمت _____ پچتر روپے Rs. 75/-

فرحین پبلشنگ کمپنی F3 کھجوری روڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

سول ایجنٹ

ادبی دنیا ۱۰۵ مٹیا محل دہلی ۱۱۰۰۰۶

برنے کی ہمت نہ ہوئی۔
معاذ دروازے کی اوٹ سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ کاؤس ہم یہاں کیا کر رہے ہو اور کتے

کیوں بھونک رہے ہیں؟

نوکر نے مڑ کر جواب دیا۔ ایک مسافر آقا سے ملنے پورنصر ہے۔
”تمہیں معلوم ہے کہ آبا جان شام کے بعد گھر سے نہیں نکلتے۔“

”جی میں اسے سمجھا رہا تھا، لیکن۔۔۔۔“

”تم بحث کرنے کی بجائے دروازہ بند کیوں نہیں کر دیتے؟“

نوکر کیچھے ہٹا لیکن حسان نے اسے دروازہ بند کرنے کا موقع نہ دیا۔ وہ جلدی سے اندر داخل ہوا اور
ایک نوجوان لڑکی سے مخاطب ہو کر بولا۔ ”معاف کیجئے مجھے بہت جلدی ہے۔ اگر آپ کا نام ماہ بانو ہے
تو میں آپ کے باپ سے ملنا چاہتا ہوں۔“

ایک اجنبی کے منہ سے اپنا نام سُکر اس دوشیزہ کے حسین چہرے پر مسخ و پسیدہیں دوڑنے لگیں
اُس نے قد سے وقف کے بعد جواب دیا۔ ایک مسافر کو یہ جاننے کی ضرورت نہیں کہ وہ اس گھر کے مکینوں کے نام
بھی جانتا ہے۔ تم بیٹھ جاؤ، تھوڑی دیر تک کھانا مل جائیگا۔ کاؤس اسے مسافر خانے میں لے جاؤ۔

وہ واپس مڑی اور سامنے کوئی سو قدم کے فاصلے پر ایک عایشانِ عدلت کی طرف چل پڑی۔ کاؤس
نے غضبناک ہو کر حسان کی طرف دیکھا اور کہا۔ ”تم اگر بالکل نہیں تو بوقوف ضرور ہو۔ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے
کہ اس وقت دوسرے نوکر یہاں موجود نہیں ہیں۔ ورنہ یہ صبر ات تمہیں بہت جھنگی پڑتی۔“

لیکن حسان نے اُس کی طرف توجہ دینے کی بجائے تیزی سے آگے بڑھ کر کہا۔ ”ٹھہریے؟“

لڑکی رُک گئی اور مڑ کر دیکھنے لگی۔ دو قدم اور کتے جو چند قدم کے فاصلے پر بندھے ہوئے تھے، زیادہ
غضبناک ہو کر بھونکنے لگے۔ کاؤس نے بھاگ کر حسان کا بازو پکڑنے کی کوشش کی لیکن اُس نے ہاتھ
جھٹک دیا۔ دوشیزہ کی حیرت غصے میں تبدیل ہو رہی تھی۔

حسان نے کہا۔ ”معاف کیجئے میں مسافر ضرور ہوں لیکن اگر نہیں ہوں میں جہانِ مذکورہ کی تہا پناہ و پورا

دیر پریشانی کی حالت میں کھڑا رہا۔ بالآخر اُس نے دروازہ کھٹکھٹایا اور بلند آواز میں کہا۔
”کتنی ہے؟“

کتے زیادہ جوش و خروش کے ساتھ بھونکنے لگے۔ ڈیوڑھی میں کسی نوکر کا موجود نہ ہونا اُس کے لئے
ایک حیران کن بات تھی۔ وہ اندر داخل ہونے کا ارادہ کر رہا تھا کہ ایک عمر رسیدہ نوکر نے دروازے سے
باہر جھانکتے ہوئے سوال کیا۔ ”تم کون ہو؟“

اُس نے جواب دیا۔ ”میرا نام حسان ہے اند میں قباد سے ملنا چاہتا ہوں۔“
نوکر نے اُس کی طرف بے اعتنائی سے دیکھا اور پھر حقارت سے ناک چڑھاتے ہوئے سوال کیا۔

”تم کس سے ملنا چاہتے ہو؟“

”میں یہ بتا چکا ہوں کہ میں قباد سے ملنا چاہتا ہوں۔ کیا یہ اُن کا گھر نہیں ہے؟“
نوکر نے برہم ہو کر کہا۔ ”یہ گھر بہت دور سے دکھائی دیتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس کا مالک
ہر جہت سے مفکر ہونے کے لئے دروازے پر کھڑا ہو۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ اُن سے ملے بغیر تمہاری
حاجت پوری کر دی جائے؟“

حسان نے بڑی مشکل سے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔ ”عاجز ہوں کہ اس دروازے سے
دور رکھنے کے لئے تمہارے کتے کافی ہیں لیکن میں بہت دور سے آیا ہوں اور آج میں نے دو مسائل طے
کی ہیں۔ ابھی مجھے چند کس آگے جانا ہے۔ اگر تمہارے آقا اس وقت کسی سے ملنا پسند نہیں کرتے تو
زیرِ نجات کو بلا لاؤ؟“

”زیرِ نجات گھر میں نہیں ہے۔“

حسان نے کہا۔ ”دیکھو تم میرا وقت ضائع کر رہے ہو۔ اپنے آقا کے پاس جاؤ اور انہیں یہ
اطلاع دو کہ میں ایک ضروری پیغام لے کر آیا ہوں۔“

حسان کی نگاہیں نوکر کو مڑوب کرنے کے لئے کافی تھیں اور وہ پہلی بار یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ
ایک اجنبی کے لباس سے دھوکا کھا چکا ہے۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن حسان کے تہود دیکھ کر اُسے

کرنے کے لئے یہاں آیا ہوں اور مجھے یہ توقع نہ تھی کہ اس گھر کے نوکر اور مالک ہر سزا کو گوارہ سمجھتے ہیں۔
 لڑکی کی ساری حیات محنت کر اس کی آنکھوں میں آنکلیں اور اچانک اسے ایسا محسوس ہونے لگا کہ اس
 آدمی کو صرف لباس کی تبدیلی گداؤں کی صف سے نکال کر قابل عزت لوگوں کی صف میں کھڑا کر سکتی ہے اس نے
 لمبائی ہوئی آواز میں پوچھا: "جہاں داد کہاں ہے؟ وہ گھر کیوں نہیں آیا؟ تم اسے کہاں ملے تھے؟ تم
 خاموش کیوں ہو گئے؟ میں ماہ بالو ہوں۔ میں اس کی بہن ہوں۔ میں صبح و شام اس کی راہ دیکھ کر تکی
 ہوں۔ اگر نوکر سے کوئی گستاخی ہوتی ہے تو میں معافی مانگتی ہوں۔"

ماہ بالو کی آواز سسکیوں میں دب کر رہ گئی اور اس کی آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے حسان کی
 تلخی پر زحمت کا احساس غالب آچکا تھا۔ اس نے غموم بھجے میں کہا: "جہاں داد ہمیشہ اپنی بہن کے
 قہقروں کا ذکر کیا کرتا تھا لیکن یہ میری بد قسمتی ہے کہ میں اس گھر میں کوئی خوشی کی خبر لے کر نہیں آیا۔"
 ماہ بالو کچھ دیر سکتے کی حالت میں حسان کی طرف دیکھتی رہی۔ بالآخر اس نے کہا: "تم ہمیں
 یہ بتانے آئے ہو کہ وہ واپس نہیں آئے گا؟"

حسان نے گردن جھکاتے ہوئے کرب انگیز بھجے میں جواب دیا: "کاش میری کوئی تدبیر اُسے واپس لاسکتی۔"
 ماہ بالو نے اپنی سسکیاں ضبط کرتے ہوئے کہا: "اگر تم یہ کہہ سکو کہ وہ زندہ ہے اور روٹیوں
 کے کسی قید خانے میں پڑا ہوا ہے تو میرے آنسو قہقروں میں تبدیل ہو سکتے ہیں۔"

"کاش؟ میں یہ کہہ سکتا۔"

"تمہیں یقین ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے ہم سے رخصت ہو چکا ہے؟"

"میں آخری سانس تک اس کے ساتھ تھا۔"

ماہ بالو نے کاؤس سے مخاطب ہو کر کہا: "انہیں اتنا جان کے پاس لے آؤ؟ اور پھر کسی توقف کے
 بغیر آنسو پونچھتی ہوئی رہائشی مکان کی طرف چل پڑی۔"

کاؤس نے حسان کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا: "مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ
 یہاں داد کی خبر لائے ہیں میرا مقصد آپ کی دل آزاری نہ تھا۔ مجھے معاف کر دیجئے؟"

حسان کاؤس کے الفاظ سے زیادہ اس کے آنسوؤں سے متاثر ہو کر بولا: "مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں۔"
 "اے کاؤس نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا اور حسان اس کے ساتھ چل دیا۔
 حویلی کے کشادہ صحن کی تین طرف ایک بڑے زمیندار کی ضرورت کے مطابق نوکر وں سپاہیوں کی
 رہائش گاہیں اور کشتیوں کے چھترہ کھائی دیتے تھے لیکن ان میں سے بیشتر کو بے بند اور بھر خالی تھے۔
 دائیں ہاتھ ایک وسیع اصطل تھا جس کے اندر پچاس ساٹھ گھوڑے بھاگ سکتے تھے لیکن وہاں صرف چار
 گھوڑے بندھے ہوئے تھے اور ایک نوکران کے آگے چارہ ڈال رہا تھا۔

حسان کاؤس کے ساتھ حویلی کا صحن عبور کرنے کے بعد نچتے سلوں کی سیڑھیوں پر پاؤں رکھتا ہوا
 ایک کشادہ چبوترے پر پہنچا۔ یہ چبوترہ چھ سات فٹ اونچا تھا اور حویلی کو رہائشی مکان سے جدا کرتا تھا
 اس سے آگے ایک اور ڈیڑھ سیڑھی تھی جہاں ایک مسلح سپردار کھڑا تھا۔ ڈیڑھ سی سے آگے قلعے تنگ
 صحن کے دائیں بائیں اور سامنے نچتے رہائشی مکان کے برآمدے اور کمرے تھے۔

سوسج غروب ہو چکا تھا اور مکان کے نچلے حصے میں تاریکی چھا رہی تھی۔ کاؤس نے ایک
 کونے میں سیڑھیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "آقا اوپر ہیں۔"
 وہ سیڑھیوں کے راستے بالا خانے کے ایک کشادہ کمرے میں داخل ہوئے۔ فرش پر
 قالین بچھے ہوئے تھے۔

"آپ تشریف رکھیں؟ کاؤس یہ کہہ کر باہر نکل گیا۔"



حسان قالین پر بیٹھ گیا۔ برابر کے کمرے میں کوئی عورت رو رہی تھی اور کوئی مرد درد بھری آوازیں
 میں اُسے تسلیاں دے رہا تھا۔ حسان اُٹھا اور باہر کی کت کھنڈنے والے درجے کے سامنے کھڑا ہو کر چھاروں
 اور درختوں کے اُس گھنے جنگل کی طرف دیکھنے لگا جو دو میل دور دریائے فرات کے کنارے تک چلا جاتا تھا۔
 اچانک اس کی نگاہیں ایک پرانے مکان کی ٹوٹی ہوئی دیواروں پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔
 ماضی کی کتنی یادیں تھیں جو اس کے ذہن سے محو ہو چکی تھیں اور شاہراہ حیات کے کتنے نشان تھے جو

وقت کی ریت میں دب چکے تھے لیکن اس جنگل اور اس خستہ مکان کا ایک ٹھنڈا سا نقشہ ابھی تک اُس کے ذہن میں محفوظ تھا یہ وہ مقام تھا جہاں اُس نے پہلی بار جہاں داد کو قریب سے دیکھا تھا اور پھر ایک ایرانی رئیس اور ایک عرب کا شکار کی زندگی کے راستے آپس میں مل گئے تھے۔

قریباً گیارہ برس قبل وہ ایک نئی ہرن کے پیچھے اس جنگل میں داخل ہوا تھا۔ اُس کے ساتھ دیریا کے کدے رک گئے تھے اور اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ ایرانی زمیندار، عرب کا شکاروں کو اپنے جنگلات میں شکار کھیلنے کی اجازت نہیں دیتے لیکن اُسے زخمی جانور کو گیدڑوں اور بھیرڑوں کے لئے چھوڑ دینا پسند نہ تھا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ اپنا شکار گھوڑے پر لاد کر جنگل سے باہر نکل رہا تھا تو اُسے زمیندار کے نوکر کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ اپنے خیال کے مطابق اُس نے کوئی جرم نہیں کیا تھا۔ وہ اپنی صفائی میں یہ کہہ سکتا تھا کہ میں محض ایک حدود سے اپنے زخمی شکار کا پیچھا کر رہا ہوں اُس نے گھوڑا روک لیا لیکن جب اُسے دائیں بائیں اور سامنے آدمیوں کی چیخ پکار کے ساتھ گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دینے لگی تو اُسے یہ خطہ محسوس ہوا کہ اگر وہ پھر اگیا تو زمیندار کے نوکر اُسے صفائی پیش کرنے کا موقع دینے سے پہلے اپنا غصہ نکالنے کی کوششیں گے۔ چنانچہ اُس نے گھوڑے کی باگ موڑ کر اڑ گھادی۔ تھوڑی دیر بعد وہ یہ اطمینان محسوس کر رہا تھا کہ وہ تلاش کر رہیوں سے کافی دور پہنچا ہے لیکن گھنے جنگل میں اُس کے لئے یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ باہر نکلنے کے لئے کوئی سمت زیادہ محفوظ ہے پھر اچانک سامنے ایک عالیشان مکان کا عقیقی حصہ دیکھ کر اُسے یہ محسوس ہوا کہ وہ قبائلی بستی کے قریب پہنچ چکا ہے اور تھوڑی دیر میں بستی سے کتنی آدمی اُس کی تلاش میں نکل آئیں گے۔ اُسے تلاش کر نوالے سواروں کی تعداد کا صحیح علم نہ تھا۔ تاہم اُس کے لئے یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ اگر وہ زیادہ تر ہوا تو بھی وہ تنگے ہوئے گھوڑے پر اُن سے بچ کر نہیں جاسکے گا۔

شروع غروب ہونے کو تھا۔ اُس نے سوچا اگر میں کچھ دیر تلاش کرنے والوں کی نگاہوں سے بچ سکوں تو وہ رات کی تاریکی میں مجھے تلاش نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ کچھ دیر ادھر ادھر دیکھنے کے بعد وہ محل کے قریب شکستہ مکان کی طرف بڑھا اور ہرن کو چار دیواری کے اندر پھینکنے کے بعد گھوڑے سے اتر پڑا۔ پھر اُس نے گھوڑے کی نگاہیں ایک طرف پھینک دی اور اُسے ہانک دیا۔ گھوڑا تھوڑی دور جا کر روک گیا جس

نے جلدی سے ایک پتھر اٹھا کر پھینکا اور گھوڑا بدحواس ہو کر بھاگ نکلا۔ اُس نے ابھی اطمینان کا سانس نہیں لیا تھا کہ آدمیوں کی چیخ پکار دوبارہ سنائی دینے لگی۔ وہ قریب ہی جھاڑیوں کے نیچے دب کر بیٹھ گیا لیکن اتنی دیر میں انسانی آوازوں کے ساتھ بھونکتے ہوئے کتوں کی آوازیں بھی شامل ہو چکی تھیں۔ کوئی بلند آواز میں اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا: اگر گھوڑے سے گرنے کے بعد اُس کی گردن نہیں ٹوٹ گئی تو کسی جھڑی کے نیچے چھپا ہوا ہو گا۔ تم ابھی طرح تلاش کرو!

حسان نے سوچا انہوں نے میرا گھوڑا دیکھ لیا ہے اور شکاری کتوں نے میری بو پالی ہے اب انہیں یہاں پہنچنے میں دیر نہیں لگے گی۔ وہ کتوں میں گھر جانے کے تصور سے خوفزدہ ہو کر باہر نکلا۔ پیچھے سے ایک درخت پر پناہ لینے کی کوشش کی لیکن پھر کوئی خیال آیا اور وہ شکستہ مکان کی دیوار پر چڑھ کر منہ کے بل لیٹ گیا۔ یہ دیوار کافی چوڑی تھی اور باہر کی طرف سے گھنی جھاڑیوں اور سیلوں کی شاخیں اُس پر اس طرح پھیلی ہوئی تھیں کہ وہ اپنا جسم چھپا سکتا تھا۔

انتہائی نڈر ہونے کے باوجود حسان کا دل دھڑک رہا تھا۔ بھونکتے ہوئے کتے مکان کے اندر داخل ہوئے اور نیچے پڑے ہوئے ہرن پر ٹوٹ پڑے۔ تھوڑی دیر میں چند آدمی وہاں پہنچ گئے اور انہوں نے کتوں کو مار کر کٹیچھے بنا دیا۔ پھر ایک کتا دیوار کی طرف بڑھا اور منہ اٹھا کر بھونکنے لگا۔ اُن کی آواز میں باتیں کرتے بھی اُس کے ساتھ مل ہو گئے۔ وہ اچھل چھل کر دیوار پر کودنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن حسان ہلکی سی آواز سے باہر تھا۔ ایک آدمی مکان کی دوسری دیوار پر کھڑا ہو کر چلایا: وہ ہیں ہے وہ ہیں ہے۔

ایک کولر بس کے ہاتھ میں باز تھا۔ گھوڑے سے اتر کر آگے بڑھا اور اُس نے کہا: کتوں کو روکو، اب وہ بھاگ کر نہیں جاسکتا۔ یہ جہاں داد تھا۔ جب نوکر کتوں کو سیار ڈال کر ایک طرف بٹ گئے تو اُس نے پورے دیکھتے ہوئے کہا: اب تم نیچے آ سکتے ہو۔ ایک ہرن کے چوہ کو اس قدر خوفزدہ نہیں ہونا چاہیئے۔ حسان نے گردن اٹھا کر اُس کی طرف دیکھا، پھر نیچے اتر آیا اور اطمینان سے آگے بڑھ کر بولا: میں چور نہیں ہوں۔ اس ہرن کو میں نے یہاں سے چند میل دور زخمی کیا تھا۔ میرا قصور صرف اتنا ہے کہ میں اسے اس جنگل میں پہنچنے سے روک نہ سکا۔

حسان نے پوچھا: "آپ یہاں نہیں رہتے؟"

"نہیں۔ ہمارا شکر مدائن میں ہے۔"

حسان نے کہا: "میں آپ کے پاس آیا کروں گا۔ مجھے شکر کا بہت شوق ہے لیکن میرا خیال ہے کہ جس جنگل میں اتنے آدمی پہرہ دیتے ہوں وہاں ہرن جیسے جانور زیادہ دیر نہیں ٹھہرتے۔"

جہاں دونے ہنس کر جواب دیا: "یہ آدمی جنگل کی حفاظت کے لئے نہیں بلکہ میرے ساتھ شکار کرتے تھے۔ وہ مکان کے احاطے سے باہر نکلے۔ جہاں دلوں کے اٹکے سے ایک نوکر نے اپنا گھوڑا حسان کو

پیش کر دیا۔ اگلے دن حسان جہاں داد کا گھوڑا واپس کرنے آیا تو وہ اُسے اپنے باپ کے پاس لے گیا۔

یہ ایک ایرانی امیر زادے اور ایک عرب کسان کے بیٹے کے دوستانہ تعلقات کی ابتداء تھی۔

اور اس کے بعد حسان قریباً ہر روز جہاں داد کے پاس آیا کرتا تھا۔ اُسے قباد کے مالیشان مکان کے

اندروں سے پھرنے کی عام اجازت تھی جسے اُس کی حیثیت کے لوگ صرف باہر سے دیکھ سکتے تھے۔

حسان کی عمر اُس وقت چودہ برس تھی اور جہاں داد اُس سے کوئی تین سال بڑا تھا۔ جہاں داد

کا چھوٹا بھائی زرخشت اُس سے آٹھ سال چھوٹا تھا اور کسین ماہ بانو جسے گاؤں کی لڑکیاں پری کہا کرتی

تھیں زرخشت سے اڑھائی سال چھوٹی تھی۔

یہ ایران کی تاریخ کا وہ دور تھا جبکہ خسرو پرویز کی فتوحات کے سیلاب کی بہرین قسطنطنیہ کی دیواروں

سے ٹکرا رہی تھیں اور خسرو اپنے محل کے دیوڑھیوں سے باغیچوں کے مشرقی ساحل پر ایرانی افواج کے خمیے دیکھ سکتا تھا۔

حسان اس بات پر فخر کیا کرتا تھا کہ قباد کا بیٹا اور ایران کے لشکر کا ایک بہادر سالار میراد دست ہے

اور میں بھی بہت جلد اُس کے لشکر میں شامل ہو جاؤں گا۔ بستی کے لڑکے اُس پر رشک کیا کرتے تھے اور بڑی

عمر کے لوگ اُس کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

پھر اچانک رومن ایران کے معرکے کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ ہرقل نے رومنوں کی شکست کا کتاب

چکانے کے لئے سبائی حملے شروع کر دیے۔ پرویز نے اس غیر متوقع پیش قدمی کو روکنے کے لئے اچانک نئی

افواج کی ضرورت محسوس کی اور ایرانی مرزبانوں اور جاگیرداروں نے اپنے کسانوں اور چرواہوں پر فوج

جہاں داد مسکرایا: "یہ جنگل ہمارا ہے اور اس میں پناہ لینے والے جانور بھی ہمارے ہیں۔"

حسان نے کہا: "آپ یہ لے سکتے ہیں، میں صرف یہ اطمینان چاہتا تھا کہ یہ لے کر میرے تیرے زخمی

ہونے کے بعد یہ کسی دزدے کے کام نہ آئے۔"

"لیکن تم بھاگے کیوں تھے؟"

"میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ ہرن شکار کرنے کے بعد میں خود شکار ہو جاؤں۔ مجھے یہ بھی کہیں

پتہ نہ تھا کہ جاؤں گا۔"

"لیکن اب؟"

"اب مجھے بھاگنے کی ضرورت نہیں۔"

جہاں داد نے اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا: "اگر تمہیں اپنی جان کا خطرہ ہو تو؟"

"میری جان اتنی قیمتی نہیں کہ میں اپنے سارے خاندان کی زندگی خطرے میں ڈال دوں

مجھے معلوم ہے کہ آپ قباد کے بیٹے ہیں اور ہم اُس کے مزارع ہیں، ورنہ میرا ترکش خالی نہیں تھا۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ اگر تم مزارع نہ ہوتے تو اتنے آدمیوں کے سامنے ڈٹ جاتے؟"

"ہاں اور میرا کوئی تیرا نگاں نہ جاتا۔"

ایک نوکر نے کہا: "بیوقوف! ہوش سے بات کرو!"

جہاں داد نے برہم ہو کر کہا: "تم خاموش رہو! پھر وہ حسان سے مخاطب ہوا: "تمہارا گھوڑا

دیکھ کر میں سمجھا تھا کہ تم گر گئے ہو۔"

"میں نے گھوڑا چھوڑ دیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ میں چھپ جاؤں گا اور ات بھتے ہی تیرے نکلا جاؤں گا۔"

"اگر تمہارا گھوڑا گھر پہنچ گیا تو وہاں یہ خیال کریں گے کہ تمہیں کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے۔ اب تم ہمارا

گھوڑا لے جاؤ اور جلدی گھر پہنچنے کی کوشش کرو، صبح واپس بھیج دینا اور اپنا شکار بھی لے جاؤ۔ یہاں

ہرن بہت ہیں تمہیں شکار کا شوق ہے تو میرے پاس آ جایا کرو، میں بیس دن اور یہاں ہوں، اس کے بعد واپس چلا جاؤں گا۔"

کی ملازمت کے دروازے کھول دئے۔

حسان نے فرج میں بھرتی ہونے کے بعد تین مہینے ایک سرحدی مستقر میں فوجی تربیت حاصل کی اور پھر اُسے سواروں کے چند دستوں کیساتھ شمالی ایران کی ایک چوکی میں بھیج دیا جہاں اُس کی زندگی کا ایک حسین خواب پورا ہوا۔ اس چوکی کا محافظ اعلیٰ جہاں داد تھا۔ پھر وہ سپاہیانہ زندگی کی آزمائشوں، جنگ کی کلفتوں اور امیری کے آلام و مصائب میں ایک دوسرے کے ساتھی بن گئے۔

اور اب قریباً نو برس بعد وہ جہاں داد کے گھر میں اُس کی موت کی خبر سنانے آیا تھا اور اس خوشگوار فرض سے لبکدوش ہوتے ہی اپنے گھر پہنچا چاہتا تھا۔ شام ہو چکی تھی اور اُس کو اس سب سے چار کوں لگے جانا تھا۔ ایک نکر چراغ اٹھاتے کمرے میں داخل ہوا اور اُس نے کہا: آپ تشریف کھیں آقا بھی آتے ہیں۔ حسان قایلین پر بیٹھ گیا اور نوکر چراغ رکھ کر واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد قباد اور ماہ بانو کے میں داخل ہوئے۔ قباد کے ایک ہاتھ میں لالھی تھی اور دوسرا ہاتھ ماہ بانو کے کندھے پر تھا۔ اُس کے سارے بل سفید ہو چکے تھے اور وہ اس قدر نحیف تھا کہ اگر ماہ بانو اُس کے ساتھ نہ ہوتی یا حسان اُسے مکلن سے باہر دیکھتا تو اُسے کبھی یہ خیال نہ آتا کہ وہ جہاں داد کا باپ ہے۔



حسان تعظیم کے لئے اٹھا لیکن قباد کے ہاتھ کا اشارہ پا کر دوبارہ بیٹھ گیا۔ قباد نے اُس کے سامنے بیٹھ جھکے کہا: ایک باپ کے لئے جہاں۔ ادھیسے فرزند کی موت کا یقین کر لیا آسان نہیں جنگ ختم ہوتے مدت ہو چکی ہے اور اس عرصہ میں اسے جاننے والے جن افراد اور سپاہیوں سے میری ملاقاتیں ہوئی ہیں ان میں سے کسی نے اُس کی موت کی گواہی نہیں دی۔ اُن میں سے اکثر یہی کہتے ہیں کہ وہ لایمہ میں ہمارے لشکر کی شکست کے بعد لاپتہ ہو گیا تھا۔ بعض یہ بھی کہتے تھے کہ وہ زخمی تھا اور ایک سوار اُسے اپنے گھوڑے پر لے کر بھاگ گیا تھا۔ اب اگر تم اُس کی موت کی خبر لیکر آئے ہو تو میرا پہلا سوال یہ ہے کہ اتنا عرصہ تم کہاں تھے؟

حسان نے جواب دیا: میں رومیوں کی قید میں تھا اور جہاں داد اپنی موت تک میرے ساتھ تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں کوئی اچھی خبر لیکر نہیں آیا۔ وہ لایمہ کی جنگ میں زخمی ہوا تھا اور میں ہی اُسے اپنے گھوڑے

پر ڈاکر میدان سے نکال لایا تھا۔ ہم نے ساری رات سفر کرنے کے بعد ایک چرواہے کے ہاں پناہ لی تھی۔ دس دن بعد جہاں داد سفر کے قابل ہو چکا تھا اور ہم وہاں سے بھاگنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ لیکن اچانک رومیوں کے ایک دستے نے چرواہے کے گھر پر چھاپہ مارا اور ہمیں گرفتار کر لیا۔ بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ سستی کے ایک اور چرواہے نے ہمیں رومیوں کے پاس فروخت کر دیا تھا۔ ہمارا انکیل میزبان رومی سپاہیوں کو اپنے گھر کی طرف آتے دیکھ کر بھاگ گیا تھا اور ہمیں اُس کا انجام معلوم نہ ہو سکا۔ وہ ہمیں طرزدن لے گئے اور وہاں ہمیں جہاز کھینے والے غلاموں میں شامل کر دیا گیا۔ جہاز کا کپتان ہمیں انسانوں کی بجائے کارآمد جانور سمجھتا تھا۔ ہماری دنیا جہاز کے پچھلے حصے تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ ہم صرف اتنا جان سکتے تھے کہ جہاز فکر انداز ہو چکا ہے یا متحرک ہے۔ قریباً ایک سال ہم بدترین سزاؤں بھگتے رہے۔ جہاں داد کی صحت بتدریج خراب ہوتی گئی۔ پھر ایک دن اُس نے میری گود میں سر رکھ کر دم توڑ دیا۔ جہاز پر مینڈالونکی لاشیں سمندر میں پھینک دی جاتی تھیں لیکن مجھے یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ ہمارا جہاز کس سمندر میں ہے۔ اس کے بعد زندگی کے ساتھ میری تمام دلچسپیاں ختم ہو چکی تھیں اور مجھے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ ہمارا جہاز کچھلے مہینے کہاں تھا اور اب کس ملک کے ساحل کا طواف کر رہا ہے۔ جہاز کھینے والے غلام صبح و شام یا ہفتوں مہینوں یا برسوں کی بجائے صرف موت کا انتظار کرتے ہیں۔ میرے پرانے ساتھیوں میں سے اکثر مر چکے تھے اور اُن کی جگہ نئے غلام لے چکے تھے۔

اسیری کے ابتدائی زمانے میں میں بھی ہر نووارد کی طرح آزاد ہونے کی تدبیریں سوچا کرتا تھا لیکن اب میں ہی سوچ سکتا تھا کہ کسی دن جہاز داد کی طرح میری ہمت بھی جواب دے جائیگی۔ میرے ہاتھوں سے جہاز کا بھلائی چھوٹ جائے گا۔ پھر میری لاش کسی نامعلوم سمندر میں پھینک دی جائیگی۔ لیکن ایک جہاز کے کپتان نے میری زنجیر کھلوا دی اور مجھے اُن قابل اعتماد غلاموں کے ساتھ شامل کر دیا جو بندرگاہوں سے رسد کا سامان لادنے کے لئے ملاحوں کا ہاتھ بٹایا کرتے تھے۔ اب میں کھلی ہوا میں سانس لیتا تھا اور دن کے وقت سورج اور رات کے وقت چاند اور ستارے دیکھ سکتا تھا۔ جہاں داد نے اپنی موت سے قبل مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ اگر مجھے آزادی ملی تو میں اُس کے گھر جانے گا اور اب میں کبھی بھی یہ سوچا کرتا تھا کہ شاید

اُسے بعض اوقات نئے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میں تم سے یہ وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ اگر تمہیں کسی بد کی ضرورت پیش آئے تو تم اپنے دوست کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹانے میں عار محسوس نہیں کرو گے اب رات ہو رہی ہے اور تمہارا چہرہ یہ بتا رہا ہے کہ تمہیں آرام کی ضرورت ہے تم نے شاید صبح سے کھانا بھی نہیں کھایا۔ حسان نے جواب دیا: "آج میں نے کہیں رگنا پسند نہیں کیا۔ میرا خیال تھا کہ میں آپ کو دیکھنے ہی اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔"

"نہیں بیٹا رات آرام کرو، صبح چلے جانا، ابھی مجھے تمہارے ساتھ بہت سی باتیں کرنی ہیں۔" حسان نے سوال کیا: "لیکن زرخیز کہاں ہے؟"

"وہ مدافن گیا ہوا ہے، چند دن تک اُسے آجائے گا اب تم کھانا کھا لو پھر ہم الطینان سے باتیں کریں گے۔" حسان نے کہا: "اگر آپ کا کوئی کارندہ ان دنوں ہمارے گاؤں گیا ہو تو اُسے بولا لیجئے۔ میں وہاں کے حالات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

قباد نے پریشان سا ہو کر اپنی بیٹی کی طرف دیکھا اور پھر حسان سے مخاطب ہو کر: "بیٹا میرے بڑی بیٹی کے موقع پر باہر جایا کرتے ہیں لیکن ابھی فصل تیار نہیں ہوئی۔"

"آپ نے پچھلے دنوں میرے والد یا بھائیوں میں سے کسی کو دیکھا ہے؟"

قباد نے جواب دیا: "میں کافی دنوں سے بیمار ہوں لیکن تمہیں اس قدر پریشان نہیں ہونا چاہیے۔"

تھوڑی دیر بعد حسان کھانا کھا رہا تھا اور قباد اور ماہ بانو اُس کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے باپ اور بیٹی یکے بعد دیگرے اُس سے سوالات پوچھ رہے تھے اور وہ جواب میں جگ اُسیری اور ہائی کے آوازیں نکالتا تھا۔ تفصیلات سن رہا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد جب اُس کی آنکھیں بند اور آواز بھاری ہونے لگی تو قباد نے اٹھتے ہوئے کہا: "بیٹا اب تم ہمیں لیٹ جاؤ۔ حسان نے غنودگی کے عالم میں آنکھیں کھولیں اور پھر بند کر لیں۔ قباد اور ماہ بانو کمرے سے باہر نکل گئے۔ تھوڑی دیر بعد ماہ بانو ایک کبل اٹھائے دوبارہ کمرے میں داخل ہوئی تو حسان گہری نیند سو رہا تھا۔ اُس نے بہت سے کبل اُس پر ڈال دیا اور دبے پاؤں

میں کسی دن بھاگنے میں کامیاب ہو جاؤں۔ میرا آخری سفر اسکندریہ سے شروع ہوا۔ مجھے جہاز پر گنم لای ہوئی تھی ایک طوفانی رات ہمارا جہاز شام کے ساحل کے قریب ٹکرا نڈا ہوا اور میں نے موقع پا کر سمندر میں پھلاٹک لنگری کودھی رات کے قریب میں نیم سوئی کی حالت میں ساحل پر پہنچ گیا۔ پھر کچھ دیر سستے کے بعد اٹھا اور صبح تک پہاڑی علاقے میں سفر کرتا رہا۔ جہاز سے پھلاٹک لنگرتے وقت میں نے زندگی یا موت کا رستہ اختیار کیا تھا اور ساحل پر پہنچنے کے بعد کئی دن تک میرا ہر قدم زندگی کی بجائے موت کی طرف زیادہ قریب تھا۔ میں کسی شہر یا بستی کا رخ کرنے کی بجائے غریب کسانوں اور چرواہوں کے اکاڑ کا جھونپڑوں کے دروازوں پر دستک دیتا تھا۔ یہ لوگ ایک مفلوک الحال آدمی کو روٹی اور پانی دیتے وقت زیادہ سوالات نہیں پوچھتے میرے جہر پر حیرت سے تھے اور ایک عرب لسان نے مجھے اپنا فالو لباس دے دیا۔ دریائے فرات کے زرخیز علاقے میں داخل ہونے کے بعد میں خطرے کی حد سے نکل چکا تھا اور عرب قبائل کی بستیوں میں مجھے تمام سہولتیں میسر تھیں۔ حسان یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔ قباد نے کہا: "تمہارا گھر کہاں ہے؟"

"میرا گھر وہاں سے زیادہ دور نہیں، میرا خاندان آپ کی زمین میں کاشتکاری کرتا ہے اور میرے باپ کا نام عقبہ ہے۔ یہاں سے جنوب کی طرف آپ کی جاگیر کی آخری سبزی بھلی ہے۔"

قباد اور اُس کی بیٹی نے چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر اُن کی نگاہیں حسان کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ کچھ دیر توقف کے بعد قباد نے سوال کیا: "تم سیدھے میرے پاس آئے ہو؟" "جی ہاں۔" اور اب میں آپ سے اجازت لینا چاہتا ہوں۔ اگر مجھے گھوڑا مل جائے تو میں بہت جلد وہاں پہنچ جاؤں گا اور کل آپ کا گھوڑا واپس بھیج دوں گا۔"

"تم جھکے ہوئے ہو، اب کھانا کھا کر سو جاؤ، صبح تمہیں گھوڑا مل جائے گا۔ میں تمہارے باپ کو جانتا ہوں اور مجھے قُدر ہے کہ اپنے گھر پہنچ کر تمہیں۔" قباد یہاں تک کہہ کر رُک گیا اور پھر ماہ بانو سے مخاطب ہو کر بولا: "بیٹی تم یہاں کے لئے کھانا منگوالو۔"

ماہ بانو اٹھ کر چلی گئی حسان نے قُدرے فکر مند ہو کر سوال کیا: "آپ میرے گھر کے متعلق کچھ نہیں جانتے تھے؟" قباد نے جواب دیا: "میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ جب ایک شخص غنودہ شکر کا سپاہی رہا ہے تو

میں سے اکثر جنگوں میں کام آچکے ہیں اور جو زندہ ہیں انہیں ملک کے نئے حکمرانوں اور ان کے خوشامدوں نے ہماری طرح بے دست دیا کر دیا ہے۔ حالِ حال ایسے لوگ سمجھتے ہیں جو اپنی عزت بچاتے ہوئے ہیں۔ لیکن میں کسی سے یہ امید نہیں رکھتی چاہیے کہ وہ ہماری خاطر ہرگز سے اٹھنا پسند کرے گا۔ تو رح ایک حیر آدمی ہے۔ اگر ہرگز اس کی پشت پر نہ ہوتا تو وہ میرے کسی ادنیٰ کا شکر کے ساتھ بھی اٹھنے کی ہمت نہ کرتا۔ میرا ضمیر آخری دم تک مجھے ملامت کرتا ہے گا کہ میں ایک فریادی شکر ہرگز کے پاس گیا تھا جب قوموں اور سلطنتوں کا زوال آتا ہے تو شاہی دربار کے مسخرے و ذریروں اور سپہ سالاروں کی قسمت کچھ فیصلے کرتے ہیں یہیں صرف یہ دعا کرنی چاہیے کہ زنجیر خیریت سے واپس آجائے۔ اس کے بعد ہماری بہتری اسی میں ہے کہ ہم مدائن یا کسی ایسے دور افتادہ شہر میں چلے جائیں جہاں ہمیں جاننے والا کوئی نہ ہو اور پھر اس وقت کا انتظار کریں جب ملک کے اندر کوئی نیا انقلاب ہرگز جیسے لوگوں کا اقتدار ختم کر دے۔

"آبا جان! مجھے یقین ہے کہ زنجیر کو کوئی بڑا عہدہ مل جائے گا اور کسی دن وہ صرف توجہ سے ہی نہیں بلکہ ہرگز سے بھی انتقام لے سکے گا۔"

"بیٹی! زنجیر ایران کی فوج میں بڑے سے بڑا عہدہ حاصل کرنے کے بعد بھی اس قابل نہیں ہو سکتا کہ وہ ہرگز جیسے گرگ باران دیدہ سے ٹکر لے سکے۔ اس کے لئے بہترین راستہ یہی ہے کہ شکر میں شامل ہو جائے اور اس وقت تک اپنے دشمنوں کو بھول جائے جب تک اس کے لئے سلطنت شہنشاہ کے دربار کا رخ کرنے سے پہلے اسے سلام کرنا ضروری نہ سمجھیں۔ اگر جہاں داد زندہ واپس آتا تو میں اسے بھی یہی مشورہ دیتا۔"

"لیکن آبا جان! آپ تو یہ کہا کرتے تھے کہ جب جہاں داد واپس آئے گا تو آپ اسے اپنی آنکھوں سے ایک لمحہ کے لئے بھی دُور نہیں ہونے دیں گے اور آپ اسے ایران کے سپہ سالار کی بجائے ایک معمولی کسان دیکھنا پسند کریں گے۔"

"یہ میں اس وقت کہا کرتا تھا جب میرے گھر میں میرے بچوں کے لئے زندگی کی تمام آسائشیں موجود تھیں اب اس گھر اور خیمہ کھیتوں کے سوا مجھ سے سب کچھ چھین لیا گیا ہے۔ مدائن کے دربار میں میرے خلاف اس قسم کی تمکایات پہنچائی گئی ہیں کہ میں عرب کا شکر کاروں کو حکومت کے خلاف اُکسا رہا ہوں۔"

برابر کے کمرے میں چلی گئی۔

قبو بستر پر لیٹا ہوا تھا۔

"آبا جان! ماہ بانو نے کہا: یہ اُسی قبو کا بیٹا ہے؟"

"ہاں مجھے اس کی صورت دیکھتے ہی شک گزرا تھا۔"

"آپ نے اُسے بتا کیوں نہ دیا؟"

"نہیں بیٹی! وہ تھکاوٹ اور بھوک سے مدھال تھا اور اُسے آرام کی ضرورت تھی۔"

اس نے مجھے بات کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔

"آبا جان! وہ جہاں داد کا دوست ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اُسے رخصت کرنے سے پہلے تمام حالات بتا دیں۔"

"ہاں بیٹی! اُسے خبردار کرنا ضروری ہے لیکن مجھے صبح کے وقت بھی شاید بات کرنے کا حوصلہ نہ ہو۔"

"آبا جان! اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اُسے بتا دوں گی۔"

"تمہیں اجازت ہے، بیٹی! یہ بہت ضروری ہے کہ اُسے روانہ کرنے سے پہلے تمام حالات سے خبردار کر دیا جائے۔"

ماہ بانو نے کہا: آبا جان! ان حالات میں وہ اپنے گھر جا کر کیا کہے گا۔ اُس کی جان بچانا ہمارا فرض ہے، کیا ہم اُسے روک نہیں سکتے؟

"نہیں مجھے وہ اُن لوگوں سے مختلف دکھائی دیتا ہے جو خطرات سے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر ہم اُسے یہاں روکنے میں کامیاب ہو جائیں تو بھی اُس کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔"

تج میں اُس سے زیادہ بے بس ہوں۔

"آبا جان! مجھے یقین ہے کہ زنجیر مدائن سے ابھی خبر لے کر آئے گا اور ہمیں ان ظالموں سے نجات مل جائے گی۔"

قبو نے جواب دیا: "بیٹی! میں زیادہ پُر امید نہیں ہوں مدائن میں جو لوگ مجھے جانتے تھے اُن

اگر قریح جیسے لوگ کسی مظلوم کا شکار کے ہاتھوں مارے گئے تو ہرز کو ہمارے گھر پر قبضہ کرنے کے لئے بھی ایک معقول بیانیہ مل جائے گا۔ میں نے اُسے کہا تھا کہ جب تمہارا زوال آئیگا تو ہمیں قریح سے زیادہ بے رحم لوگوں سے سابقہ پڑیگا اور ہرز ان لوگوں میں سے نہیں ہوا اپنے دشمن کو ایک بار اگر دوبارہ اٹھنے کا موقع دیتے ہیں تو وہ باؤنے آبدیدہ ہو کر کہا: "لیکن آپ نے ہرز کا کیا بگاڑا تھا؟"

"جو لوگ ظلم کرنے میں لذت محسوس کرتے ہیں وہ یہ نہیں دیکھتے کہ مظلوم نے اُن کا کیا بگاڑا ہے اُن کی سب سے بڑی خواہش یہی ہوتی ہے کہ مظلوم کے حق میں آواز بلند کرنے والوں کا گلا گھونٹ دیا جائے اور ہرز کو یہ احساس ہو گیا تھا کہ میں عرب کا شکاروں کا ہمدرد ہوں۔ میں اُن سے صرف اپنا حق وصول کرتا ہوں لیکن انہیں ٹوٹنا پسند نہیں کرتا اور میرے اس سلوک کے باعث دوسرے ایرانی زمینداروں کے کسانوں کے دل میں اپنی مظلومیت کا احساس ابھر رہا ہے اور وہ اس احساس کو ختم کرنے کے لئے میرا خاتمہ ضروری سمجھتا ہے۔"

ماہ بانو نے آہ بھرتے ہوئے کہا: "اباجان کاش میرے ہاتھ اتنے مضبوط ہوتے کہ میں ہرز کا گلا گھونٹ سکتی۔" تبار نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا: "بیٹی ہرز ظالم کی زندگی کا ایک آخری دن ہوتا ہے جس قدرت مظلوموں اور بیکسوں کی دلوری کرنا چاہتی ہے تو بعض اوقات انتہائی کمزور انسانوں کے ہاتھ بھی ظالموں کی شاہرگ تک پہنچ جاتے ہیں میں خسرو پر دیز، اُس کے باپ اور اُس کے بیٹے کا عبرتناک انجام دیکھ چکا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ ہرز ظالم اپنے ہاتھوں سے اپنی ہلاکت کے سامان پیدا کرتا ہے اب تم سو جاؤ؟"

طلوع سحر کے وقت حسان گہری غیند سے بیدار ہوا اور اٹھ کر دست پچھ سے باہر بھاگنے لگا نیچے کوئی سو قدم کے فاصلے پر گھنٹی جھاڑیوں میں اُسے اُس عمارت کے کھنڈر دکھائی دے رہے تھے جہاں جہانزادہ کے ساتھ اُس کی پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ کاؤس کمرے میں داخل ہوا اور ایک قیمتی لباس کے علاوہ ایک تلوار اور ڈھال اُس کے سامنے رکھے ہوئے بولا: "یہ جہانزادہ کی نشانیاں ہیں اور آفاکی یہ خواہش ہے کہ آپ انہیں قبول فرمائیں میں آپ کے لئے ناشتہ لانا ہوں۔ اتنی دیر میں آپ کا گھوڑا تیار ہو جائے گا۔"

حسان نے کہا: "لیکن مجھے اتنے قیمتی کپڑوں کی ضرورت نہ تھی۔" "دیکھئے اگر آپ نے پس و پیش کیا تو انہیں تکلیف ہوگی۔ آقا نے سونے سے پہلے مجھے حکم دیا تھا کہ میں یہ چیزیں آپ کے پاس پہنچا دوں۔ اُن کی طبیعت خراب تھی اور پچھلے پرہیز سے پہلے انہوں نے یہ تاکید کی تھی کہ اگر جہانزادہ کے دوست کو یہ تحائف قبول کرنے میں کوئی اعتراض ہو تو مجھے جگا دیا جائے۔ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ آپ کو گھوڑا دلایا جائے کی ضرورت نہیں آپ لباس تبدیل کر لیجئے، میں ابھی آتا ہوں۔"

"ناشتا تیار ہے میں صرف آپ کے جاگنے کا انتظار کر رہا تھا۔" کاؤس یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا اور حسان قد سے وقف کے بعد لباس تبدیل کرنے میں مصروف ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ ناشتا ختم کر کے اُٹھا تو ماہ بانو کمرے میں داخل ہوئی اُس نے کہا: "اباجان بہت دیر سے سوئے ہیں اور انہیں میں جگانا مناسب نہیں سمجھتی۔"

حسان نے کہا: "انہیں جگانے کی ضرورت نہیں میں بہت جلد دوبارہ اُن کی خدمت میں حاضر ہونے کی کوشش کروں گا۔" لوگ عام طور پر ایسی المناک خبریں لانے والوں کو تحائف سے نہیں نوازتے اور مجھے گھر پہنچنے کے لئے اتنے قیمتی لباس کی ضرورت بھی نہ تھی۔ ایک شکر یہ کہ اوتے ہوئے مجھے بار بار یہ خیال آتا ہے کہ کاش اس وقت میری جگہ جہانزادہ آپ کے سامنے کھڑا ہوتا اور آپ کی آنکھیں آنسوؤں کی بجائے مسکراہٹوں سے لبریز ہوتیں۔"

ماہ بانو نے کہا: "آپ اپنے گھر جانے سے پہلے ہمارے پاس آئے تھے اور ہمارے لئے یہ کھانا مشکی نہیں کہ میرا بھائی آپ کو کس قدر عزیز تھا۔ اباجان ہر سال بھائی جان کے لئے ایک نیا لباس تیار کروایا کرتے تھے اب اُن کی موت کی خبر سننے کے بعد انہیں اس بات سے بھی تھوڑا بہت اطمینان ضرور ہوگا کہ جہانزادہ کی پوشاک اُس کے ایک دوست کے کام آئی ہے۔"

حسان نے بھراتی ہوئی آواز میں کہا: "جہانزادہ مجھے اپنے بھائی سے زیادہ عزیز تھا اور میری کے زلمے میں اُس کی رفاقت میری زندگی کا سب سے بڑا سہارا تھی۔"

کاؤس دروازے پر نمودار ہوا اور اُس نے کہا: گھٹا تیار ہے۔
 حسان نے ماہ بانو کی طرف اجازت طلب نگاہوں سے دیکھا، لیکن وہ نوکر کی طرف متوجہ ہو کر بولی: یہ ابھی آتے ہیں۔ تم جاؤ۔

نوکر چلا گیا اور ماہ بانو قدرے تذبذب کے بعد بولی: آپ مدت کے بعد اپنے گھر جا رہے ہیں اور آپ کی غیر حاضری کے زمانے میں یہاں کئی انقلاب آچکے ہیں، میں آپ سے یہ وعدہ لینا چاہتی ہوں کہ اگر آپ کو کسی غیر متوقع صورت حال کا سامنا کرنا پڑے تو آپ کوئی خطرناک فیصلہ کرنے سے پہلے اباجان کے پاس ضرور آئیگی۔ آج کے بعد اس گھر میں آپ کو ایک اجنبی کی حیثیت نہیں دیکھا جائے گا۔
 حسان نے قدرے مضطرب ہو کر کہا: دیکھئے آپ کے اباجان اپنے کاشتکاروں کے حالات سے بے خبر نہیں ہو سکتے۔ اگر انہوں نے میرے خاندان کے متعلق کوئی بُری خبر سنی ہے تو آپ مجھے بتا سکتی ہیں۔
 ماہ بانو نے جواب دیا: اب ہماری زمین اس گاؤں کے آس پاس چند کھیتوں تک محدود ہو کر رہ گئی ہے اور شاید کسی دن یہ بھی ہم سے چھین لی جائے۔ اب یہ مکان بھی ہمیں اپنی ضرورت سے زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ حویلی میں پندرہ بیس نوکر اور ساٹھ مسلح سپاہی ہر وقت موجود رہتے تھے۔ اب ہمارے پاس صرف پانچ وفادار نوکر رہ گئے ہیں۔ نیازمندانہ جسے علاقے کے حاکم نے ہماری زمینیں چھین کر دے دی ہیں، ہمیں کسی وقت بھی یہاں سے فرار ہونے پر مجبور کر سکتا ہے۔

”نیازمندانہ! وہ کون ہے؟“

”اُس کا نام تورج ہے۔ لورہ ہرگز کا رشتہ دار ہے۔“

”لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہرگز آپ کی جائیداد چھین کر کسی اور کے حوالے کر دے؟“
 ماہ بانو نے جواب دیا: ”جب افواج شکست کھاتی ہیں اور ملک کے تخت و تاج کے وارث بدلتے ہیں تو ہرات ممکن ہو جاتی ہے۔ جب میرا بھائی جنگ پر گیا تھا تو یہ علاقہ ایران کی عظیم سلطنت کا ایک اہم حصہ تھا لیکن اب یہ ہرگز کی شکار گاہ بن چکا ہے۔ حکومت کو زیادہ مکان فراہم کرنے کے عوض اس نے علاقے کے زمینداروں کو لوٹ کھسوٹ کی کھلی آزادی دے رکھی تھی۔ عرب کسانوں کا ایک وفد

چند ظالم زمینداروں کے خلاف شکایات لے کر ہرگز کے پاس پہنچا تھا لیکن اُس نے انہیں دھکے دیکر نکال دیا تھا۔ اس کے بعد چند کسانوں نے بغاوت کر دی اور زمینداروں نے انکی بستیاں ویران کر ڈالیں۔ اباجان نے کئے ہوئے کسانوں کو اپنی پناہ میں لے لیا تو ایرانی زمینداران کے خلاف متحد ہو گئے اور وہ پہلے ہرگز اور پھر ماہ بان کے دربار میں یہ شکایت لے کر پہنچے کہ ہم باغی عربوں کی جو افزائ کر رہے ہیں۔ ہرگز ظلم کرنے کا کوئی بہانہ ہاتھ سے نہیں جلنے دیتا۔ چنانچہ اُس نے ہماری زمینیں چھین کر تورج کے حوالے کر دیں۔ جاگیر کی ہر سستی میں ٹوٹ مار کا سلسلہ جاری ہے۔ شروع شروع میں ہمارے کسانوں نے تورج کے کازندوں کو مار کر بھاگ دیا تھا لیکن ہرگز سے فوجی طاقت حاصل کرنے کے بعد اُس نے انہیں دوبارہ مغلوب کر لیا۔“

حسان نے کرب انگیزہ بھجے تین کہا: ”آپ نے ہماری بستی کے متعلق کوئی خبر سنی ہے؟“
 چند تانے ماہ بانو کے پاس اشک آؤنگا ہوں کے سوا اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔ پھر اُس نے بھرائی بھنی آواز میں کہا: ”اب باہر کا کوئی فریادی ہمارے گھر کا رخ نہیں کرتا۔ پھر بھی اباجان کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ شاید دوسری بستیوں کی طرح آپ کی بستی بھی تورج کے مظالم سے محفوظ نہ ہو۔ وہ آپ کو یہ نصیحت کرنا چاہتے تھے کہ آپ کسی بات پر نئے زمیندار سے اُلجھنے کی کوشش نہ کریں۔ موجودہ حالات میں اس علاقے کے عرب کاشتکاروں کو صبر اور حوصلے سے کا لینے کی ضرورت ہے۔“
 حسان نے کہا: ”اگر آپ کے اباجان کا یہ مشورہ ہے کہ رومیوں کی قید سے آزاد ہونے کے بعد اب مجھے نئے مظالم برداشت کرنے کی عادت ڈالنی پڑے گی تو میں انہیں مانوس نہیں کر دینگا۔ ہم لوگ یہ جانتے ہیں کہ ہم ظالموں کا مقابلہ کرنے کے لئے بلکہ ظلم برداشت کرنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ لیکن مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ مجھ سے کوئی بات چھپانا چاہتی ہیں۔“
 ماہ بانو نے جواب دیا: ”میں آپ کو صرف یہ بتانا چاہتی تھی کہ ہم بے بس ہیں اور اگر آپ کو تورج جیسے لوگوں سے کوئی شکل پیش آتی تو ہم آپ کی کوئی اعانت نہیں کر سکیں گے۔“
 میں بدترین حالات میں بھی آپ کو پریشان نہیں کر دوں گا۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔

یہ کہہ کر سیرھیوں کی طرف بڑھا اور ماہ بانو کلچر مسوس کرد گئی۔ وہ بھاگ کر اُسے روکنا چاہتی تھی۔ وہ اُسے کچھ بتانا چاہتی تھی لیکن اُس کی ہمت جواب دے گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ رہائشی مکان کی ٹھوڑی کی چھت سے حسان کو گھوڑے پر سوار ہو کر باہر نکلتے دیکھ رہی تھی۔ اور اُس کا دل ایک قابل بہت بوجھ سے پسا جا رہا تھا۔ وہ واپس مڑی اور بھاگتی ہوئی اپنے باپ کے کمرے میں داخل ہوئی۔ قیاد ابھی تک بستر پر لیٹا ہوا تھا۔

”ابا جان! اُس نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔ میں اُسے سب کچھ بتانا چاہتی تھی لیکن اُس کی صورت دیکھ کر میری ہمت جواب دے جاتی تھی۔ مجھے ڈر تھا کہ صحیح حالات سے باخبر ہونے کے بعد وہ اپنے گھر کا رخ کرنے کی بجائے تنہا تودرج کے گھر پر حملہ کرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔ میں نے اُسے صرف اشاروں سے یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ اُس کی بستی کے حالات سراسر اُس کی توقعات کے خلاف ہو سکتے ہیں۔ ابا جان! اُس نے خوشی سے جہاں داد کا لباس پہن لیا تھا اور مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میرا بھائی ایک نئے وجود میں واپس آ گیا ہے۔ مجھے اُس کی سادگی پر رحم آتا تھا۔ کاش! میں اُسے روک سکتی۔“

قیاد نے جواب دیا: ”بیٹی! اگر وہ مجھے کسی خطرے سے ڈرنے والا معلوم ہوتا تو میں نے رات کے وقت ہی اُسے یہ کہہ دیا ہوتا کہ تم اپنے گھر نہیں جا سکتے؟“

”اب اگر وہ دور اندیش ثابت ہوا تو ان لوگوں کا راستہ اختیار کرے گا جو ظلم کے خلاف سر اٹھانے کے لئے مناسب حالات کا انتظار کرتے ہیں۔ وہ نہ ہم یہ نہیں گے کہ ایک خوشحال نوجوان چند فخرے لگانے کے بعد ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا ہے؟“

باب (۲)

اپنی بستی کی چراگاہوں، کھیتوں اور باغوں سے گزرتے ہوئے حسان نے کئی چرواہوں اور کسانوں کو دیکھا۔ یہ لوگ اُسے کوئی ایرانی رئیس سمجھ کر ہاتھ کے اشارے سے سلام کرتے اور راستہ چھوڑ کر ایک طرف ہو جاتے۔ اُس کے ذہن پر ماہ بانو کی الوداعی گفتگو کا یہ اثر تھا کہ راستے میں اگر کوئی چانی پہچانی صورت دکھائی دیتی تو وہ رکنے کی بجائے گھوڑے کی رفتار کو تیز کر دیتا۔

بستی میں داخل ہوتے ہی وہ ایک مکان کے سامنے رکا جس کی چھتیں پیوند زمین ہو چکی تھیں۔ صحن کے ایک کونے میں چھتر کے نیچے چند خوشی بندھے ہوئے تھے اور ایک آدمی ان کے آگے چاہہ ڈال رہا تھا۔

حسان کچھ دیر تھپرائی ہوئی آنکھوں سے شکستہ مکان کی طرف دیکھا۔ بستی کے لوگ اُس کے گرد جمع ہو رہے تھے لیکن اُسے اپنے گرد و پیش کا کوئی احساس نہ تھا۔ ایک عمر رسیدہ عورت آگے بڑھی اور اُسے غور سے دیکھنے کے بعد جلا اٹھی۔ لہے یہ تو عقبہ کا بیٹا ہے۔ پھر چاروں طرف سے حسان حسان کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

ایک آدمی نے حسان کے گھوڑے کی یاگ پکڑتے ہوئے کہا: حسان! میں ناصر بن تم نے مجھے نہیں پہچانا؟ اور وہ جواب دینے کی بجائے دیوانہ وار چلاتے لگا: وہ کہاں ہیں؟ میرے ابا، میرے بھائی اور میری بہن کہاں ہیں؟ تم خاموش کیوں ہو؟“

لیکن اُسے کوئی جواب نہ ملا اور وہ گھوڑے سے کود کر ناصر کو بھٹکے لگا ناصر کی آنکھوں

سے آنسو ابل پڑے اور وہ بے اختیار اُس کے ساتھ لیٹ کر چلانے لگا۔ "حسان وہ یہاں نہیں ہیں۔ تمہارے والد اور تمہارا بڑا بھائی قتل ہو چکے ہیں۔ وہ سہیل کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گئے تھے اور تورج نے اُسے غلام بنا لیا ہے۔"

"اور میری بہن؟ حسان نے دُوبتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"عمارہ اپنی زندگی کی مصیبتوں سے نجات حاصل کر چکی ہے۔ نئے زمیندار نے اُسے گرفتار کر کے ہرنز کے گھر بھیج دیا تھا اور چند دن بعد ہمیں پتہ چلا کہ اُس نے ہرنز کے محل کی چھت سے چھلانگ لگادی تھی۔ اُس پاس کی بستیوں کے بیس برکردہ آدمی ہرنز کے پاس یہ درخواست لے کر گئے تھے کہ اگر عمارہ اور سہیل کو رہا کر دیا جائے تو وہ علاقے کے لوگوں کو پُر امن رکھنے کا ذمہ لیتے ہیں لیکن عمارہ اس عرصہ میں خودکشی کر چکی تھی اور ہرنز نے اس دُند کو اُس کی لاش دکھانے کے بعد کہا تھا کہ اِس قائم رکھنے کے لئے میرے سپاہیوں کی تواریں کافی ہیں اور تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم عقبہ کے انجام سے سبق حاصل کرو اور آئندہ کسی ایرانی زمیندار کو شکایت کا موقع نہ دو۔ پھر وفد کے ارکان نے ہرنز سے سہیل کی رہائی کے لئے کہا تو اُس نے جواب دیا کہ دُشمن خطرناک لڑکے نے ہمارے دو سپاہیوں کو زخمی کیا تھا اور یہ اُس کی خوش قسمتی ہے کہ تورج نے اُس کو موت کی سزا دینے کی بجائے اپنے پاس رکھ لیا ہے۔"

"سہیل نے ایرانی سپاہیوں کو زخمی کیا تھا؟"

"ہاں جب تورج کے ساتھ پہلی بار لڑائی ہوئی تھی تو اُس کے دو آدمی ہلاک اور پانچ زخمی ہوئے تھے۔ سہیل نے مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر تیر چلائے تھے اور دو آدمیوں کو زخمی کر دیا تھا۔ پھر وہ بھاگ گئے تھے۔ چار دن بعد تورج نے پچاس سپاہیوں کے ساتھ علی الصبح حملہ کیا اور آپکے والد اور بھائی کو قتل کر دیا۔ سہیل نے باہر ایک کھجور کے درخت پر چڑھ کر پھینپنے کی کوشش کی لیکن جاتے وقت ایرانیوں نے اُسے دیکھ لیا۔"

حسان ٹڈھال سا ہو کر زمین پر بیٹھ گیا اور اُس نے سوال کیا۔ "لڑائی کی ابتدا کیسے ہوئی تھی؟"

ناصر نے جواب دیا۔ "ہرنز نے ایرانی زمینداروں کو حکم دیا تھا کہ ہمیں روپے کی ضرورت ہے۔ اِس لئے تم کاشتکاروں سے زیادہ حصہ وصول کرو۔ پھر جب زمینداروں نے ٹوٹ مار شروع کر دی تو کاشتکار مزاحمت کرنے لگے اور کئی مقامات سے بغاوت کی خبریں آنے لگیں۔ لیکن قباد کاشتکاروں پر سختی کرنے کے حق میں نہ تھا اور اس کی رحمدلی کے باعث اس علاقے کے کاشتکاروں کی قیادت میں اِس نے ہرنز کے پاس شکایات کیں کہ وہ درپردہ ہمارے عرب مزارعین کی حوصلہ افزائی کر رہا ہے۔ ہرنز نے قباد کی بہت سی جاگیر ضبط کر کے تورج کے حوالے کر دی جو اُس کا رشتہ دار ہے۔ اِس کے بعد ہمیں اپنی بستیوں میں نئے زمیندار کے کارندوں کے مظالم کا سامنا کرنا پڑا۔ اگر گزشتہ سال گزیریوں میں آپ کے والد کی قیادت میں ہمارا ایک وفد قباد کے پاس پہنچا تو اُس نے کہا کہ میں اب بیدست پابند یا گیا ہوں۔ ہرنز میری بات تک سننے کے لئے تیار نہیں۔ تم خود اُس کے پاس جاؤ۔ چنانچہ یہ لوگ ہرنز کے پاس گئے لیکن وہاں سے بھی مایوسی ہوئی، تورج کو لن باتوں کا پتہ چلا تو اُس نے اپنے کارندے یہاں بھیج دیئے اور انہوں نے اِس بہانے آپ کے گھر کی تلاشی لینے کا مطالبہ کیا کہ آپ کے والد نے فصل کا بہت سا حصہ ہٹا لیا ہے۔ دینے کی بجائے چھپا کر رکھ لیا ہے۔ آپ کے گھر میں صرف اگلی فصل تک گزارنے کے لئے اناج تھا لیکن ایرانیوں نے وہ بھی کھین لیا۔ پھر ایک آپ کے والد اور بھائی کے صبر کا پیمانہ برباد ہو گیا۔ لڑائی ہوئی اور ایرانی بھاگ گئے۔ اِس کے بعد تورج ہرنز کے پاس پہنچا اور اُس نے سواروں کا ایک دستہ اُس کے ساتھ روانہ کر دیا۔

"پہلی لڑائی کی طرح دوسری لڑائی بھی گھر کے اسی صحن میں ہوئی۔ آپ کے والد اور بھائی کو کسی مزاحمت کے بغیر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔ گاؤں سے جو لوگ اُن کی مدد کرنے لئے یہاں پہنچے تھے، اُن میں سے پانچ ایرانیوں کے ہاتھوں مارے گئے۔"

حسان نے پوچھا۔ "تمہیں یقین ہے کہ سہیل زندہ ہے اور تورج کے گھر میں ہے؟"

"ہاں ہماری اپنی بستی کے کئی آدمی اُسے دیکھ چکے ہیں۔"

حسان اپنا گھر اٹھا اور اُس نے اپنے گھوڑے کی باگ پڑی۔

”تم کہاں جا رہے ہو؟“ کئی آدمیوں نے ایک زبان پر سوال کیا۔

”میں آج شام سے پہلے توج کا صاحب چکانا چاہتا ہوں۔“ وہ یہ کہہ کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

ایک عرصہ آدمی نے بھاگ کر اُس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہا: ”مٹھرو! حسان اب

تم تنہا کچھ نہیں کر سکتے۔ توج کے پاس پچاس ساٹھ مسلح آدمی ہر وقت موجود رہتے ہیں اور پھر ہرگز

اُس کی پشت پر ہے۔“ وہ اگرچہ اُس کی فوج ایک دن کے اندر اندر سینکڑوں بستیوں کو لاکھ

کے دھیر بنا سکتی ہے، اب ہم بے بس ہیں جب انتقام لینے کا موقع آئیگا تو ہم تمہارے ساتھ ہوں گے۔“

حسان نے گرج کر کہا: ”نہیں تم میرے گھوڑے کی باگ چھوڑ دو مجھے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔“

وہ ہم کرتے ہیچے بٹ گیا اور حسان نے گھوڑے کو اڑنے لگادی۔ پیچھے سے مردوں اور عورتوں کی

آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ حسان بھڑکا: ”بات سنو! حسان! حسان! لیکن اُس نے ایک تازی

کے لئے بھی ہڑکر دیکھنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ دوپہر کے وقت حسان کو اپنے دائیں ہاتھ توج کی

بستی اور سامنے کوئی آدھ میل کے فاصلے پر دیا کا چمکتا ہوا پانی دکھائی دے رہا تھا۔ گھوڑے کی رفتار

اُس کی تصکوت بھوک اور پیاس کا پتہ دے رہی تھی۔ دریا کی جھلک دیکھتے ہی گھوڑے نے اپنی رفتار

ذاتیر کر دی اور حسان نے اُسے اپنی مرضی پر چھوڑ دیا۔ انتقام کی آگ کی شدت حسان نے بستی سے نکلے

وقت اپنے دل میں محسوس کی تھی بتدریج کم ہو رہی تھی۔ دن کی روشنی میں تنہا توج کے گھر پر دھاوا بولنے

اور اُسے قتل کرنے کی جو تدبیریں اُس کے ذہن میں آئی تھیں ان میں سے بیشتر ناقابلِ عمل محسوس ہو رہی

تھیں اگر صرف اپنی جان کے لئے کوئی خطرہ مول لینے کا سلسلہ ہوتا تھا تو وہ بلا جھجک توج کے گھر میں جا

گھستا اور زخمی سے چوڑے ہونے کے بعد بھی یہ اعلان کرتا تو اُسے ایک تسکین محسوس ہوتی کہ میں حق

کا بیٹا اور سہیل اور عمار کا بھائی ہوں اور میں نے ان کے قاتل کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے لیکن

جب وہ اپنے کس بھائی سہیل کے متعلق سوچتا تو اُس کے جوش پر ایک ایسے سپاہی کی دور اندیشی قاب

آجاتی جس نے جنگ کی کھٹن آزمائشوں اور امیری کے دلازمہ مصائب میں صبر اور کھصلے سے کام لیا

یکسا تھا۔ سہیل کو توج کے گھر سے نکال کر کسی محفوظ جگہ پہنچانے کی خواہش نے اُس کے دل و دماغ پر

مصلحتوں کے پہرے بٹھائے تھے۔ چنانچہ جب اُس کا پیاسا گھوڑا توج کی بستی کا راستہ چھوڑ کر دریا

کی طرف چل پڑا تو اُس نے روکنے کی کوشش نہ کی۔

تھوڑی دیر بعد گھوڑے کو پانی پلانے اور پھر اپنی پیاس بجھانے کے بعد حسان نے گھوڑے کی

نگام اٹاری اور اُس کی اگلی ٹانگ گردن کے رستے کے ساتھ باندھنے کے بعد اُسے کنارے کی سبز گھاس

کی طرف ہٹا دیا اور خود پیاس ہی گھسی جھاڑیوں کی چھاؤں میں بیٹھ کر غروبِ آفتاب کا انتظار کرنے لگا۔ یہ

اُسے اپنے زمانہ امیری کے بدترین ایام سے کہیں زیادہ طویل اور صبر کا آزمائش محسوس ہوتا تھا۔



شام کے قریب گاؤں کے لوگ توج کی سوئی سے باہر ایک ایرانی اور ایک عرب لڑکے کی کشتی

دیکھ رہے تھے۔ سہیل بھی عمر چودہ سال کے لگ بھگ تھی سوئی سے نمودار ہوا لیکن ڈیوڑھی کے ڈھانے

پر ایک پیردار کو دیکھ کر اُسے آگے بڑھنے کی جرات نہ ہوئی۔

پیردار نے پہلے اُسے گھور کر دیکھا اور پھر اپنے چہرے پر ایک شگفتہ مسکراہٹ لائے ہوئے کہا:

”تم باہر جانا چاہتے ہو؟“

”نہیں۔“ سہیل نے بے اعتنائی سے جواب دیا۔

”تمہیں کشتی دیکھنے کا شوق نہیں؟“

”نہیں۔“

پیرے دار نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: ”تم اپنے گاؤں کے لڑکوں کے ساتھ

کشتی لڑا کرتے تھے۔؟“

سہیل نے جواب دینے کی بجائے منہ پھیر لیا۔

پیردار نے کہا: ”دیکھو سہیل! میں نے تم پر کوئی سختی نہیں کی۔ اگر تمہارا باپ اور بھائی قتل ہو

چکے ہیں تو یہ سزا قصور نہیں۔ انہیں بغاوت کرنے سے پہلے یہ سوچ لےنا چاہیے تھا کہ وہ ایک پہاڑ کے

ساتھ کھڑے رہے ہیں۔ جب کہ وہ لوگ کسی طاقتور کے سامنے اگرتے ہیں تو ان کا انجام یہی ہوتا ہے۔
 اور دیکھو: جمشید گاؤں کے دو لڑکوں کو کچھاڑ چکا ہے اور اب کوئی اور اس کے سامنے آنے کی جرأت
 نہیں کرتا۔

سہیل نے تھلا کر جواب دیا: "جمشید سے ہارنے والے تمہاری طرح ان کافوں کے بیٹے
 ہیں جو بڑی کو اپنا آقا سمجھتے ہیں۔ انہیں یہ معلوم ہے کہ جمشید تو راج کا بھانجا ہے اور آج اگر انہوں
 نے جمشید کو گرا دیا تو کل قلعہ کے ڈر اور سپاہی ان کی بوٹیاں نوچ لیں گے۔ اگر تم جیسے عرب یا ایرانیوں کی
 پشت پر نہ ہوتے تو جمشید کے دل میں پہلوان بننے کا شوق پیدا نہ ہوتا۔"

پہریدار نے غضبناک ہو کر سہیل کا بازو پکڑ لیا اور اسے کھینچا ہوا اکھاڑے کے قریب لے گیا۔
 "جمشید! جمشید! اس نے بلند آواز میں کہا۔ اس بیوقوف کو تمہارے ساتھ زور آزمائی کا شوق
 ہے۔ خدا اس کا دماغ ٹھیک کرے؟"

جمشید نے ایک جھوٹے زخمی کی طرح سہیل کی طرف دیکھا لیکن جب سہیل نے اس کی طرف
 کوئی توجہ نہ دی تو بہریدار نے اسے پُوری قوت سے اکھاڑے کی طرف دھکیل دیا۔ سہیل نے بل گرا دیا
 جمشید نے ہنستے ہوئے اس کی گردن پر پاؤں رکھ دیا۔ تماشائی قہقہہ لگا رہے تھے۔ ایک عربیہ
 ایرانی نے کہا: "جمشید سے اٹھنے دو ہم تمہاری تختی دیکھنا چاہتے ہیں۔ جمشید نے سہیل کی گردن سے
 پاؤں اٹھایا۔ سہیل اٹھا اور اپنے گرد آؤد کپڑے بھاڑنے لگا۔ چنانچہ جمشید نے اسے گردن سے پکڑ کر
 جھنجھوٹنے اور پھر اندر سے دھکائے کر گرانے کی کوشش کی لیکن وہ گرتے گرتے سنبھل گیا۔ جمشید نے آگے بڑھ کر
 پُوری قوت سے اس کے سینے پر ہاتھ لگا لیا لیکن سہیل اس پر بھی کشتی لڑنے کے لئے آمادہ نہ ہوا۔

"اس بھیل کی بڑیاں کیوں بڑھاتے ہو؟ جمشید نے یہ کہہ سہیل کے منہ پر پتھر پھینک دیا۔
 سہیل اپنا کمال سہلاتا ہوا پیچھے ہٹا اور ایک زخمی چیتے کی طرح جمشید کی طرف دیکھنے لگا۔ جمشید
 ختمے کی حالت میں دوبارہ ہاتھ اٹھایا تو سہیل اچانک اس پر ٹوٹ پڑا۔ اسی کے بعد دیگرے اس کے منہ
 گردن سینے پر پتھر پھینک کر اس کے ساتھ گتہ گتہ ہو گیا۔ پھر آنکھ جھپکنے کی دیر میں اس نے

جمشید کو اپنے بازوؤں میں اٹھا کر سر کے بل زمین پر تلخ دیا اور اس کے سینے پر سواہ ہو گیا۔ تماشائی ایک
 لمحہ کے لئے دم بخود ہو کر رہ گئے۔ جمشید نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن سہیل نے ایک ہاتھ سے اس
 کی گردن دبوچ لی اور دوسرے ہاتھ سے اس کے منہ پر کھونسوں کی بارش شروع کر دی۔ اب
 تماشائی شور مچا رہے تھے۔ ایک ایرانی غضبناک ہو کر آگے بڑھا اور اس نے سہیل کو سر کے بالوں سے پکڑ
 کر جمشید سے علیحدہ کر دیا۔

جمشید اٹھ کر چلایا: "میں اسے جان سے مار ڈالوں گا، میں اس کی بوٹیاں نوچ ڈالوں گا۔"
 اس نے آگے بڑھ کر سہیل کے گریبان پر ہاتھ ڈالا اور اس کی قمیض کا اکلا ہوا ٹکڑا ایک طرف پھینک دیا۔
 سہیل ابھی تک ایرانی نوجوان سے اپنے سر کے بال چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن جب جمشید نے
 اسے مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا تو اس نے اپنے بازو ایرانی کی گردن میں ڈال دیے۔ پھر اس کے ساتھ
 ٹک کر دونوں ٹانگیں اوپر اٹھائیں اور پُوری قوت کے ساتھ جمشید کے پیٹ پر رسید کر دیں۔

جمشید پیٹھ کے بل گر پڑا اور ایرانی نوجوان نے سہیل کے بال چھوڑ کر اسے اپنے بازوؤں کی مضبوط
 گرفت میں لیتے ہوئے تماشائیوں سے مخاطب ہو کر کہا: "میں کیا دیکھ رہے ہو؟ لڑکا پاگل ہے اسکو پکڑ کر لے جاؤ۔"
 جمشید کراہتا ہوا اٹھا اور چند ثانیے ادھر ادھر دیکھنے کے بعد اچانک بھاگ کر بہریدار کے ہاتھ سے
 نیرہ چھیننے کی کوشش کی۔ بہریدار چلایا: "نہیں نہیں جمشید میں تمہیں نیرہ نہیں نونگا آقا میری کھال اُڑا دیں گے۔"
 کچھ دیر زور آزمائی کے بعد جمشید نے نیرہ چھوڑ دیا اور کسان کے ہاتھ سے ڈنڈا چھین لیا لیکن جب
 وہ سہیل کی طرف بڑھا تو ایک عمر رسیدہ عرب نے اس کا راستہ روکتے ہوئے کہا: "دیکھو جمشید! ایک بہتے پر
 اس طرح وار کرنا بہادری نہیں۔"

جمشید نے غضبناک ہو کر اسی پر وار کر دیا، بوڑھا عرب تو اگر پیچھے ہٹا اور اپنا زخمی سر دونوں
 ہاتھوں میں لے کر پیچھ گیا۔

اس عرصہ میں سہیل نے ایرانی نوجوان کے بازوؤں کی گرفت سے آزاد ہونے کی کوشش کی
 لیکن اس کی پیش نہ گئی لیکن جب بوڑھے عرب کو زخمی کرنے کے وہ جمشید اس کی طرف توجہ نہ دے سکی

احساس نے اُسے اپنا آخری حربہ آزمانے پر مجبور کر دیا۔ اچانک ایرانی کے ایک ہاتھ کا انگوٹھا اُس کے منہ میں تھا اور تماشائی اُس کی تجنیس سن رہے تھے۔ ایک ثانیہ بعد سہیل آزاد ہو چکا تھا اور ایرانی اپنا زخمی ہاتھ بھاڑ رہا تھا۔

جمشید نے ڈنڈے کے ساتھ وار کیا لیکن سہیل نے ایک طرف ہٹ کر اپنے آپ کو بچا لیا۔ جمشید نے غضب ناک ہو کر دوسرا وار کیا تو وہ کوڑ کر پھر ایک طرف ہٹ گیا۔ اس کے بعد اُس نے بھاگ کر اکھاڑے سے باہر نکلنے کی کوشش کی لیکن بستی کے ایرانی لڑکوں نے اُس کا راستہ روک لیا اور ایک آدمی نے اُسے پکڑ کر پھر اکھاڑے کی طرف دھکیل دیا۔ اب جمشید بے تماشائی اُس پر ڈنڈے برسا رہا تھا اور وہ بے بسی کی حالت میں اکھاڑے کے اندر ادھر ادھر بھاگ کر اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔ تماشائیوں میں سے عربوں کی ہمدردیاں زیادہ سہیل کے ساتھ تھیں لیکن اُن کی زبانیں گنگ ہو چکی تھیں اس کے برعکس ایرانی بچوں سے لیکر بوڑھوں تک جمشید کے حق میں نعرے لگا رہے تھے اور اُن کا شور سن کر قندج کے چند ملازم اور بستی کے دوسرے لوگ وہاں جمع ہو چکے تھے۔ سہیل کے سر سے خون بہہ رہا تھا اور اُس کی رانوں یا زوڑوں لوہ سپلیوں پر بھی کاری ضربیں لگ چکی تھیں۔ اب وہ بیشتر وار اپنے زخمی ہاتھوں پر روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔



اچانک ایک سوار نمودار ہوا اور اُس نے اکھاڑے کے قریب پہنچ کر گھوڑا روک لیا۔ یہ حسان تھا اور اُس کا لباس جس کے باعث وہ ایک عرب کی بجائے ایک ایرانی امیر زادہ معلوم ہوتا تھا۔ بستی کے لوگوں کو مدعو کرنے کے لئے کافی تھا اور وہ ادب سے ادھر ادھر سمٹنے لگے۔

حسان نے سوال کیا: ”یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ لڑکا کون ہے اور اُس نے کیا جرم کیا ہے؟“
نیزے والے پرے دار نے جواب دیا: ”کچھ نہیں جناب، اس بیوقوف کو قوت آزمائی کا شوق تھا۔“
”اور تم ایک جوشی کے ہاتھ میں ڈنڈا دے کر اس کے مقابلے میں لے آئے ہو۔ ایک بچے کے ساتھ اس قدر ظالمانہ سلوک پر تمہیں شرم آنی چاہیئے؟“

اس پر ایرانی نوجوان نے جس کے زخمی انگوٹھے سے ابھی تک خون برس رہا تھا، جواب دیا۔
”جناب یہ لڑکا بڑی عمر کے عربوں سے زیادہ خطرناک ہے۔ اس نے ہمارے دو سپاہی زخمی کر دیئے تھے اور ابھی اس نے میرا انگوٹھا چاڑا لایا ہے، دیکھئے؟“

”کیا نام ہے اس کا؟“

”اس کا نام سہیل ہے جناب، یہ ایک باغی کا بیٹا ہے۔“

حسان کی قوت برداشت جواب دے چکی تھی۔ اپنے مظلوم بھائی کی محبت اُس کا ہاتھ تولا کے قبضے میں لے گئی، لیکن ایک سپاہی کے تدبیر اور حوصلے نے اُسے جلد بازی کی اجازت نہ دی اور وہ ہٹ کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

حسان کی آمد پر جمشید کا جوش و خروش بھی کسی حد تک ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ تاہم وہ اپنے تہ مقابل سے ہار منوانے بغیر لڑائی ختم کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ اُس نے بددلی سے چند وار کئے۔ اچانک سہیل نے پیچھے ہٹنے یا ادھر ادھر بھاگنے کی بجائے جھپٹ کر ایک ہاتھ سے اُس کی کلائی پکڑ لی اور دوسرے ہاتھ سے اُس کا ڈھنڈا اٹھ لیا۔

پھر دیکھنے والے ایسا محسوس کر رہے تھے کہ نفرت، غصے اور انتقام کے سارے بھوت اس کس لڑکے کے وجود میں سما گئے ہیں۔ چند ڈنڈے کھانے کے بعد جمشید نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن سہیل نے اُس کا بچھانہ پھوڑا، وہ چنچیں مارتا ہوا اکھاڑے سے نکلا اور تورج کے گھر کی طرف بھاگا لیکن سہیل نے گھیر کر اُس کا راستہ مسدود کر دیا۔ وہ دوسری طرف بھاگا، لیکن سہیل کی تیز رفتاری کے سامنے اُس کی پیش رفت گئی، ڈنڈے کی ہر ضرب کے ساتھ اُس کی چنچیں بلند ہو رہی تھیں۔ بالآخر جمشید گر پڑا۔

چند آدمی اُس کی مدد کے لئے بھاگے لیکن حسان نے گرج کر کہا: ”ٹھہرو! اگر اب تم میں سے کسی نے مداخلت کی تو میں اُس کی گردن لٹا دوں گا۔“
وہ رگ گئے، ایک ایرانی نے کہا: ”جناب جمشید تو صبح کا عزیز ہے اور وہ ایک عرب غلام

کے ہاتھوں اپنے خاندان کی تذلیل برداشت نہیں کریں گے۔

”میں اُسے پھڑاتا ہوں۔ تم توج کو بلاؤ، میں ہرمز کی طرف سے آیا ہوں۔ حسان یہ کہہ کر آگے بڑھا اور سہیل کے قریب پہنچ کر گھوڑے سے کود پڑا۔

جسید اب منہ کے بل زمین پر پڑا ہوا تھا اور سہیل اُسے مارنے کی بجائے اُس کے کپڑے فوج رہا تھا۔ ٹھہرو! حسان نے اُس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ تم اپنا انتقام لے چکے ہو۔ اب میری بات غور سے سنو۔ اگر تم حسان کے بھائی ہو تو میں تمہیں آزاد کر دے سکتا ہوں۔ تم میرا گھوڑا باغ کے اُس کونے کی طرف لے جاؤ اور وہاں میرا انتظار کرو۔

”میں کسی ایرانی پر اعتبار نہیں کر سکتا۔ سہیل نے بے رخی جواب دیا۔

”حسان نے جھک کر اُس کے کان میں کہا۔ بیوقوف! میں حسان ہوں، اب خاموش رہو۔ تم کچھ نہیں کھڑے رہو جب میں اُن لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کروں گا تو تمہیں یہاں سے لھک کر بلخ کے کونے میں پہنچنے کا موقع مل جائے گا۔ حسان نے اپنے گھوڑے کی باگ سہیل کے ہاتھ میں تھما دی پھر جسید کو بازوؤں سے پکڑ کر اٹھا دیا۔ تماشائی جو تذبذب اور پریشانی کی حالت میں چند قدم دُور کھڑے تھے، اُس کے گرد جمع ہونے لگے۔ جسید نے کہا ہے، ہوتے آنکھیں کھول دیں۔ جتنا آدمی اُس کے پاس بیٹھ گئے اور اُن میں سے ایک نے سہارا دینے کے لئے اُس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا۔ جسید نے اپنے آپ کو محفوظ سمجھ کر اطمینان سے آنکھیں بند کر لیں۔

ایک آدمی نے حسان سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”جناب آپ نے اپنا گھوڑا اُس پاگل لڑکے کے حوالے کر دیا ہے، اگر وہ بھاگ گیا تو؟“

حسان نے اطمینان سے جواب دیا۔ ”تم میرے گھوڑے کی فکر نہ کرو، اُس پر میرے سوا کوئی اور سواری نہیں کر سکتا۔ عربوں کو مغلوب لکھنے کا یہ طریقہ نہیں کہ تم اُن کے بچوں پر اس طرح ظلم کرو۔ تمہاری ان جماعتوں کے باعث عراق کے تمام عرب قبائل ایرانیوں کے دشمن بن گئے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ توج کے گھر کے سامنے یہ شرمناک کھیل کھیلا جا رہا تھا اور اُس نے دروائے سے باہر بھاگنے کی ضرورت بھی

محسوس نہیں کی۔ میں یہ معاملہ ہرمز کے سامنے پیش کروں گا۔“

حسان کے یہ الفاظ تماشائیوں کو مرعوب کرنے کے لئے کافی تھے۔ توج کے ایک نوکر نے قدرے جرات سے کام لیتے ہوئے سوال کیا۔ ”جناب آپ کہاں سے آتے ہیں؟“

”میں مدائن سے آیا ہوں اور میرا مقصد عرب رعایا کی بے چینی کے اسباب معلوم کرنا ہے۔“



ایک قوی سہیل آدمی ہانپتا، کانپتا اور گالیاں بجاتا ہوا ڈیڑھی سے نمودار ہوا۔

”وہ کہاں ہے؟“ اُس نے گرجتی ہوئی آواز میں کہا۔ ”میں اُسے زندہ زمین میں گاڑ دوں گا۔“

اور تم میں سے جو اُسے شہر دیکر یہ تماشادیکھ رہے تھے، کسی رحم کے مستحق نہیں سمجھے جائیں گے۔“

اس قوی سہیل آدمی کی رشتی قبائل و زریں ٹوپی دیکھ کر حسان کے لئے یہ بھنا شکل نہ تھا کہ وہ کتا ہے۔ وہ ایک تانیہ اپنی جگہ کھڑا رہا۔ پھر اچانک اُس کا خون کھولنے لگا اور نفرت اور انتقام کے جذبات کا وہ سیلاب جسے وہ مصلحت کے لبادوں میں چھپانے کی کوشش کر رہا تھا، پوری شدت کے ساتھ پھوٹ نکلا۔ ایک ناقابل برداشت کرب کے باعث اُس کا دم گھٹ رہا تھا۔ وہ پوری قوت سے چلانا چاہتا تھا لیکن اُس کے لڑتے ہوئے ہونٹ آواز سے خالی تھے۔

شام کے دھندلکے میں توج کی نگاہیں اُس کے چہرے پر مرکوز ہو چکی تھیں اچانک اُس نے سوال کیا۔ ”تم کون ہو؟“

حسان نے بڑی مشکل سے جواب دیا۔ ”تم مجھے نہیں جانتے لیکن میں تمہیں جانتا ہوں۔ تم توج ہو؟“

”تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہو؟“

”ہاں میں ایک ضروری پیغام لایا ہوں۔“ اُس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

”میں ہرمز کی طرف سے آیا ہوں۔“

”میں نے تمہیں ہرمز کے پاس کبھی نہیں دیکھا۔“

”میرا گھردان میں ہے اور میں ہرگز کے ساتھ ملاقات کرنے کے بعد یہاں پہنچا ہوں۔“
 ”اگر یہ بات سچی تو تم باہر کیوں رگ گئے تھے۔ میرے گھر کا دروازہ کھلا تھا۔“
 ”میں بچوں کی لڑائی دیکھنے کے لئے رگ گیا تھا ورنہ مجھے اب تک لوٹ جانا چاہیئے تھا۔“
 ”میں کسی تاریخ کے بغیر دانت پہنچا چاہتا ہوں۔“
 ”اتنی جلدی؟“

”مجھے فوراً دانت پہنچا ہے۔ اب اگر تم ان لوگوں کو سزا دیں دینے کا کام تھوڑی دیر کے لئے متوی کر سکو تو میں علیحدگی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔“
 ”بہت اچھا آئیے؟“

”نہیں ہم ہیں کھڑے کھڑے بات کر لیتے ہیں۔ مجھے بہت دیر ہو گئی ہے۔“ حسان یہ کہہ کر ایک طرف چل دیا اور تورج پریشانی اور اضطراب کی حالت میں اُس کے ساتھ ہولیا۔
 پندرہ بیس قدم چلنے کے بعد وہ رگ گئے اور حسان نے تورج کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔
 ”تمہیں معلوم ہے میں کیا کہنا چاہتا ہوں؟“

”میں بخوبی نہیں ہوں۔“ تورج نے بے رنجی سے جواب دیا۔
 حسان نے باغ کے کونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”اُس طرف دیکھو ایک لڑکا میرے گھوڑے کی باگ تھا ہے کھڑا ہے۔ تمہیں معلوم ہے وہ کون ہے؟“
 تورج نے برہم ہو کر جواب دیا۔ ”اگر تم میری نظر کا امتحان لینا چاہتے ہو تو میں یہ کہوں گا کہ اب شام ہو چکی ہے اور میں اُٹو نہیں ہوں۔“

”اگر کوئی بخوبی یہ کہہ دے کہ تم اب اپنے گھر واپس نہیں جا سکو گے اور تھوڑی دیر میں تمہاری بیوی تمہاری لاش دیکھ رہی ہو گی تو تم یقین کر لو گے؟“ یہ کہتے ہوئے حسان نے اچانک اپنی تلوار نکالی اور بیشتر اس کے کہ تورج اپنے جواس پر قابو پاتا، تلوار کی تیز نوک اُس کی شاہرگ کو چھو رہی تھی۔
 ”تم کون ہو؟ تم کیا چاہتے ہو؟“ تورج نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔

”آہستہ بولو۔ اس وقت تمہارے نوکر تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔“ حسان نے تلوار پر ہلکا سا دباؤ ڈالتے ہوئے کہا۔

”تورج نے ہرایا التجا بنکر کہا۔“ مجھے معلوم نہیں کہ تم کون ہو، لیکن اگر میں نے تمہیں کوئی نقص پہنچایا ہے تو میں تلافی کرنے کے لئے تیار ہوں۔“

حسان نے جواب دیا۔ ”تم اُن بیگناہ لوگوں کو دنیا میں واپس نہیں لا سکتے جنہیں تم نے قتل کر دیا ہے۔ مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ میں تمہیں صرف ایک بار قتل کر سکا تھا۔ اگر میں تمہیں سو بار زندہ کر سکتا اور ہر بار پہلے کی نسبت زیادہ اذیت ناک طریقے سے قتل کرتا تو بھی مجھے یہ اطمینان نہ ہوتا کہ تم اپنے گناہوں کی سزا اٹھکت چکے ہو۔“

”تورج نے کہا۔“ لیکن مجھے قتل کرنے کے بعد تم یہاں سے بھاگ نہیں سکو گے جب ہرگز تمہارا پیچھا کر لیا تو دن کی روشنی اور رات کی تاریکی میں تمہیں کہیں پناہ نہ ملے گی۔ اس وقت میرے ہاتھ خالی ہیں لیکن مجھے قتل کرنے کے بعد تم یہ دیکھو گے کہ کسریٰ کی سلطنت کا ہر سطح آدمی تمہاری تلاش میں ہے۔“
 حسان نے کہا۔ ”میری تلوار کی پہلی ضرب کے ساتھ تم ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جاؤ گے اس لئے میں تمہیں چھیننے اور چلانے کا موقع دینا چاہتا ہوں میں تمہیں بھی بتانا چاہتا ہوں کہ میں ایرانی نہیں بلکہ عرب ہوں۔ میں عقبہ کا بیٹا ہوں۔ میرا باپ میرا بھائی تمہارے ہاتھوں قتل ہوئے ہیں میری بہن کی ہلاکت کا باعث بھی تم ہو اور وہ لڑکا جسکی زندگی کا ہر لمحہ تم نے موت سے زیادہ اذیت ناک بنا رکھا ہے میرا بھائی ہے۔ دیکھو وہ گھوڑے کے قریب کھڑا تمہاری چنچیں سننے کا منتظر ہے۔“

”تورج چند ثانیے کے عالم میں کھڑا ہوا۔ اُس کی آخری اُمید یہ تھی کہ شاید اُس کے نوکروں میں سے کوئی حسان کی تلوار دیکھ کر شور مچا شروع کر دے لیکن وہ اطمینان سے سرگوشیاں کر رہے تھے مکان کے قریب کھلی جگہ کی نسبت درختوں کے نیچے شام کی تاریکی زیادہ تھی اور تماشائیوں کے لئے یہ جاننا مشکل تھا کہ چند قدم دور کیا ہو رہا ہے۔ حسان کے ایرانی لباس کے باعث کسی کو یہ شک نہ ہو سکا کہ وہ اس سستی کے مغرور اور سفاک زمیندار کو موت کے منہ میں دھکیلنے والا ہے۔“

تورج نے التجا کی۔ میں شور نہیں مچاؤں گا، اگر تم مجھے چھوڑ دو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ میرے آدمی تمہارا بیچا نہیں کریں گے۔ تم اپنے بھائی کو ساتھ لے جا سکتے ہو میں نندہ شہت کی قسم کھاتا ہوں کہ میں تمہاری زمین واپس کر دوں گا۔ میں تمہیں اپنے علاقے کے تمام عربوں کا سردار بنا دوں گا۔ میں تمہیں اپنے گھر کا تمام سونا چاندی دینے کے لئے تیار ہوں میں تمہیں اور تمہارے بھائی کو اپنے مہیبل کے بہترین گھوڑے دینے کے لئے تیار ہوں۔ تمہارے خاندان پر بظلم ہوا ہے اُس کی ذمہ داری ہرز پر عائد ہوتی ہے میرا قصور صرف اتنا ہے کہ میں اُسے ظلم سے روک نہیں سکا۔ اگر تم میرے پاس رہنا پسند کر دو میں تمہیں اپنی بہترین زمین دینے کے لئے تیار ہوں۔ میں اس بستی کے لوگوں کو اپنے نوکرانوں کے سامنے تمہارے پاؤں پر گرنے کے لئے تیار ہوں۔ مجھے موقع دو، مجھے معاف کر دو۔ تورج کی آواز سسکیوں میں تبدیل ہو رہی تھی۔

حسان نے بڑی مشکل سے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا: "تم بے خبری کی حالت میں عربوں کی بستیوں پر حملے کیا کرتے تھے اور سوتے ہوئے انسانوں کو قتل کیا کرتے تھے لیکن میں ایسا نہیں کر دوں گا۔ باہم یہ بلیت میرے اختیار میں نہیں کہ میں ایک ظالم اور بزدل آدمی کو مرنے کا سلیقہ سکھا سکوں۔" "عقبہ کے بیٹے! مجھ پر رحم کر دو مجھے معاف کر دو، میں اپنی ساری جائیداد تمہارے سپرد کر دوں گا میں اس بستی سے دور نکل جاؤں گا۔" تورج یہ کہہ کر اُس کے پاؤں پر گر پڑا۔ حسان تلملا کر پیچھے ہٹا۔ اُس کی تلوار بلند ہوئی۔ تورج چلا یا۔ "مجھے بچاؤ مجھے بچاؤ! پھر ایک پلک بھینکنے کی دیر میں اس کی لاش تڑپ رہی تھی۔"



حسان نے ہجاگ کر سہیل کے ہاتھ سے باگ چھین لی اور گھوڑے پر کود پڑا گھوڑے نے بدحواس ہو کر ایک جست لگائی لیکن حسان نے پوری قوت سے باگ کھینچ کر سہیل کو اپنے پیچھے بٹھالیا بستی کے لوگ جیتے چلاتے آگے بڑھے کسی نے نیزہ پھینکا اور حسان نے اپنی ران میں درہ کی میس محسوس کی لیکن زخم زیادہ گہرا نہ تھا اور نیزہ جو جلد میں پروست ہو کر رہ گیا تھا گھوڑے کی چند چھلانگوں کے بعد نیچے گر پڑا پھر ایک بیرسہیل کی پیٹھ میں لگا اور دوسرا حسان کے کان سے چھوٹا ہوا گزرا گیا لیکن اسکے بعد وہ بستی سے باہر کھیتوں

میں داخل ہو چکے تھے حسان نے بلند آواز میں کہا: سہیل میرے ساتھ مضبوطی سے چپٹ ہو تم ٹھیکے نا؟ سہیل نے ڈوبتی ہوئی آواز میں جواب دیا: "آپ یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں ورنہ تھوڑی دیر میں تورج کے آدمی چاروں طرف پھیل جائیں گے۔ اس وقت ہمارے لئے دریا کے کنارے جنگل زیادہ محفوظ ہوگا، وہاں ہم جھاڑیوں میں چھپ سکتے ہیں۔"

حسان نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور وہ پوری رفتار سے بھاگنے لگا، تھوڑی دیر بعد وہ جنگل میں داخل ہو چکے تھے حسان نے اچانک محسوس کیا کہ اُس کی کمر پر سہیل کی گرفت بتدریج ڈھیلی ہو رہی ہے اُس نے راستے سے ذرا ہٹ کر جھاڑیوں کی لوٹ میں گھوڑا روک لیا۔ سہیل نے سہی ہوئی آواز میں پوچھا: "کیا بات ہے بھائی جان؟ آپ رُک کیوں گئے؟"

حسان نے جواب دیا: "سہیل وہ ہمارا پھیا کر رہے ہیں۔ ان کے تازہ دم گھوڑے ہیں زیادہ دور نہیں جانے دیں گے۔ اس علاقے میں صرف قباد کی بستی ایسی ہے جہاں تمہیں پناہ مل سکتی ہے، میں گزشتہ رات اُس کا مہمان تھا۔ یہ گھوڑا مجھے اُسی نے دیا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ قباد تمہاری مخالفت کریگا۔ اگر تورج کے آدمیوں نے تمہارا بیچا کیا تو بھی وہ تمہیں کسی محفوظ جگہ پہنچا دے گا۔"

سہیل نے کرب انگیزہ میں کہا: "بھائی جان آپ کا مطلب ہے کہ آپ میرے ساتھ نہیں جائیں گے؟" "نہیں۔" حسان نے جواب دیا: "یہکا ہوا گھوڑا اب صرف تمہارا بوجھ اٹھا سکتا ہے۔ اگر تم جنگل میں راستہ بھول جاؤ تو گھوڑے کی باگ ڈھیلی چھوڑ دینا۔ تمہیں سیدھا قباد کے گھر لے جانے کا اور وہاں تمہیں صرف یہ بتانے کی ضرورت پیش آئے گی کہ تم میرے بھائی ہو۔ میرا ترکش تیروں سے بھرا ہوا ہے اور میں رات کے وقت تورج کے آدمیوں کو اس جنگل میں روک سکوں گا۔ اگر میں لُٹن میں سے کسی کا تازہ دم گھوڑا چھین سکا تو بھی مجھے تمہارے پاس پہنچنے میں زیادہ دیر نہ لگے گی۔"

حسان یہ کہہ کر گھوڑے سے اُترنے لگا لیکن سہیل اُس کی کمر کے ساتھ لپٹ کر چلا یا۔ "نہیں بھائی جان میں آپکا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ آپکے بغیر زندہ رہنے کی بجائے میں آپکے ساتھ رہ کر جلا بہت بھگتا ہوں۔" حسان نے کہا: "سہیل یہ توقف نہ ہو۔ وہ آ رہے ہیں۔ میں اُن کے گھوڑوں کی ٹاپ سن رہا

ہوں۔ لیکن سہیل نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا: بھائی جان آپ مجھے یہاں چھوڑ دیں اور اپنا ترکش اور کمان میرے حوالے کر دیں۔ میں انہیں آپ کا پیچھا نہیں کرنے دوں گا اور اگر انہوں نے مجھے پکڑ لیا تو بھی مجھے تسلی ہوگی کہ آپ زندہ ہیں اور کسی کسی دن میری مدد کو پہنچ جائیں گے لیکن اگر پکڑے گئے تو وہ آپ کو ایک لمحہ کے لئے بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ بھائی جان آپ نے توجہ کو قتل کیا ہے اور توجہ ہرگز کا رشتہ دار ہے۔ آپ اس علاقے سے جتنی دُور نکل جائیں اتنا ہی آپ کے لئے بہتر ہوگا۔

حسان نے اضطراب کی حالت میں اُس کے دونوں ہاتھ پکچھے جھٹک دئے اور گھوڑے سے کود پڑا اور پھر گھوڑے کی باگ اس کے ہاتھ میں پھلنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا: سہیل میرا کہا نا، وقت ضائع نہ کرو لیکن سہیل گھوڑے سے کود پڑا اور نہ حال سا ہو کر زمین پر بیٹھتے ہوئے بولا: بھائی جان میں آپ کے بغیر نہیں جاسکتا۔ میں زخمی ہوں میرا سر جکڑا رہا ہے۔ حسان نے پیار سے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا: تمہارے زخم سے ابھی تک خون بہہ رہا ہے پھر وہیں پی بیٹھا ہوں۔

سہیل جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کندھے کی طرف لے گیا۔ حسان کے دل پر ایک چرکا لگا اور ایک تازیہ کے لئے اُس کی قوت گویائی صلب ہو کر رہ گئی۔ پھر اُس نے بھڑائی ہوئی آواز میں پچھا: سہیل یہ تیر تہیں کب لگا بہ تم نے مجھے پہلے کیوں نہ بتایا؟ سہیل نے مجھے جواب دینے کی بجائے اپنی گردن جھکادی۔ حسان نے اپنی قبا کا ایک ٹکڑا اٹھا کر اپنے کندھے کے زخمی حصے کا معائنہ کیا اور تیر کے پھل سے زخم کی گہرائی کا اندازہ کرنے کے بعد قد سے مطمئن ہو کر ایک ہاتھ سے سہیل کا باندھ لیا اور دوسرے ہاتھ سے تیر نکال کر ایک طرف پھینک دیا۔ ایک لمبی سی چیخ نکسن لڑکے کے ہونٹوں تک آکر رک گئی پھر جب حسان زخم پر پھیلا ہوا کھنکھنے کے بعد پیٹا باندھ رہا تھا تو گھوڑوں کی ٹاپ اور سواروں کی چیخ بیکار صاف سنائی دے رہی تھی اور جب وہ اُس کے کندھے کے زخم سے فارغ ہو کر سر پہ پی باندھ رہا تھا تو سوار آگے جا چکے تھے۔ اس کے بعد حسان کو پہلی بار اپنے زخم کا احساس ہوا۔ اُس نے قبا سے ایک اور ٹکڑا اٹھا کر ران پر پی باندھی اور پھر ادھر ادھر دیکھنے کے بعد سہیل کو زمین سے اٹھایا اور گھوڑے کی پیٹھ پر بٹھاتے ہوئے کہا: سہیل! میں تمہارے ساتھ چلوں گا لیکن شرط یہ ہے کہ اگر ہم کسی جگہ دشمن کے گھرے میں آ

جائیں تو تم میرا ساتھ دینے پر اصرار نہیں کرو گے۔
لیکن بھائی جان! آپ بھی تو زخمی ہیں۔

میرا زخم ایک خراش سے زیادہ نہیں۔ حسان نے یہ کہہ کر گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ اب وہ اطمینان سے جنگل عبور کر رہے تھے۔ دنیا کی طرف سے قبا کے گھوڑوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد حسان نے محسوس کیا کہ وہ دنیا کا کنارہ چھوڑ کر جنگل میں پھیل گئے ہیں وہ گھنٹی جھاڑیوں کے درمیان رگ گیا۔ سہیل نے اُس سے کہا: وہ اس طرف آ رہے ہیں۔

مجھے معلوم ہے تم خاموش رہو۔ یہ کہہ کر حسان نے گھوڑے کی باگ سہیل کے ہاتھ میں چھادی۔ تھوڑی دیر سرکشوں اور گھنٹی جھاڑیوں کے پیچھے سواروں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ ایک سوار اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا: بھئی واپس چلو مجھے یقین ہے وہ اس طرف نہیں آیا ہوگا۔ پھر توجہ کو اُس کے گھر کے سامنے قتل کرنے والا کوئی معمولی آدمی نہیں ہو سکتا۔

دوسرا بولا: بھائی اگر وہ اس جنگل میں چھپا ہوا ہے تو ہمیں بھی یہی دُعا کرنی چاہئے کہ ہم کہیں اچانک اُس کے تیروں کی زد میں نہ آجائیں۔ رات کے وقت ایسی جگہیں دوچار آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارنے سے پہلے وہ قابو میں نہیں آئے گا۔

لیکن وہ تھا کون؟ تیسرے نے کہا: وہ اگر کوئی شہزادہ نہیں تھا تو بھی کسی بڑے خاندان کا کوئی ضرور ہوگا۔ اپنی شکل اور اپنے لباس سے وہ ایک رئیس معلوم ہوتا تھا۔

ایک اور آواز سنائی دی: کاش ہمیں معلوم ہوتا کہ وہ کون ہے تو جرح چکا ہے اور مصیبت میں پھنس گئے ہیں اگر ہم نے اسے گرفتار نہ کیا تو مجھے ڈر ہے ہرگز ہماری کھالیں اُتر جائے گا۔ پھر وہ ہمارے ساتھ لڑتا ہوا مارا گیا اور بعد میں یہ معلوم ہوا کہ وہ کسی بڑے خاندان سے تعلق رکھتا تھا تو ہرگز کے سپاہی ہمیں بال بچوں سمیت ہلاک کر ڈالیں گے۔

ایک اور بولا: مجھے یقین ہے کہ وہ قبا کا کوئی دوست یا رشتہ دار ہوگا۔ توجہ نے قبا کے ساتھ جو سلوک کیا تھا اُس کا یہی نتیجہ ہو سکتا تھا لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ اُسے ایک

عرب لڑکے کے ساتھ کیا دل چسپی ہو سکتی تھی؟

دوسرے نے جواب دیا: "اُسے تو سچ کو قتل کرنے کے لئے کسی بہانے کی ضرورت تھی۔ قباد یا اُس کے بیٹے نے ایران کے دربار میں تو سچ کے مظالم کی شکایت کی ہوگی۔ وہاں سے کسی بڑے اہلکار کو تحقیقات کے لئے بھیجا گیا ہوگا۔ تمہیں معلوم نہیں کہ قباد کے بڑے بیٹے کی طرح سہیل کا بھائی بھی ایران کی فوج میں ملازم تھا اور جنگ کے بعد وہ دونوں واپس نہیں آئے۔" مجھے معلوم ہے اور میں نے یہ بھی سنا تھا کہ وہ ارمیہ کی جنگ میں مارے گئے تھے۔ اب قباد نے یقیناً شہنشاہ کے پاس یہ شکایت کی ہوگی کہ تو سچ نے ایران کے ایک وفادار سپاہی کے خاندان پر ظلم کیا ہے۔ مجھے تو یہ ڈر بھی ہے کہ تو سچ کے بعد کہیں ہرمز کی سلامت نہ آجائے۔ بھائی! میرا مشورہ یہی ہے کہ ہم یہاں سے نکل کر پھر دریا کے کنارے چلے جائیں اور باقی رات وہیں گزادیں۔ پھر اگر ہرمز نے جواب طلبی کی تو ہم یہ کہہ سکیں گے کہ ہم نے جنگ کا کونہ نہ چھان مارا ہے۔ پتہ نہیں ہمارے دوسرے ساتھی کو ہر نکل گئے ہیں؟

دوسرے نے جواب دیا: "تم یہاں سے نکلو اور اُن کی فکر نہ کرو۔ اُن میں سے کوئی اس وقت جنگل میں گھسنا پسند نہیں کرے گا۔"

تھوڑی دیر بعد لوگ واپس جا رہے تھے۔ حسان نے اطمینان کا سانس لیا اور سہیل کے ہاتھ سے گھوڑے کی باگ پکڑ کر چل پڑا۔ سہیل کی گردن جھکی ہوئی تھی اور اُس نے دونوں ہاتھوں سے کاٹلی کا ہتھ پکڑ رکھا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ کراہنے لگا۔ حسان نے مڑ کر دیکھا۔ وہ کبھی ایک طرف اور کبھی دوسری طرف لڑھک رہا تھا۔ حسان نے اُس کا بازو پکڑ کر بلایا تو وہ ذرا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ لیکن چند قدم اور چلنے کے بعد پھر اپنی گردن چھوڑ دی۔ حسان گھوڑا روک کر اُس کے پیچھے سوار ہو گیا۔

باب (۱۳)

جب حسان نے قباد کے محل کی دیوڑھی پر دستک دی تو آدمی رات کا چاند نمودار ہو چکا تھا۔ اندر سے بھونکتے ہوئے کتے بند دروازے پر بچے مارنے لگے اور سوئے ہوئے نوکر ایک دوسرے کو جگانے لگے۔ پھر کلاس کی آواز سنانی دی: "کون ہے؟"

حسان نے گھٹی ہوئی آواز میں جواب دیا: "میں حسان ہوں۔ دروازہ کھولو! جلدی کرو!" کاؤس دروازہ کھول کر حلی سے باہر نکلا اور بولا: "آقا آپ کے متعلق بہت فکر مند تھے۔ کل آپ کی روانگی سے تھوڑی دیر بعد انہوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں آپ کو راستہ میں روکنے کی کوشش کروں۔ میں آپ کی بستی میں پہنچا لیکن وہاں سے پتہ چلا کہ آپ کہیں جا چکے ہیں۔ آقا کا خیال تھا کہ آپ سیدھے یہاں آئیں گے۔ وہ بہت پریشان تھے۔ آپ کہاں تھے اور یہ کون ہے؟"

حسان نے دیوڑھی کے اندر داخل ہو کر جواب دیا: "یہ میرا بھائی ہے۔ تم اسے سہارا دو۔ یہ زخمی ہے۔" کاؤس نے آگے بڑھ کر سہیل کو سہارا دیا اور حسان نے نیچے آ کر اُسے اپنے بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے کہا: "دروازہ بند کر دو۔ کتوں کو خاموش کر دو اور اپنے آقا کو اطلاع دو کہ ہم اُن کی پناہ میں ہیں۔" کاؤس نے جواب دیا: "انہیں اطلاع دینے کی ضرورت نہیں وہ رات کو سوتے وقت بھی آپ کے متعلق پوچھتے تھے۔"

حسان کچھ کہے بغیر اس کے پیچھے ہوا۔ صبح کو عہد کرنے کے بعد جب وہ رہائشی مکان کے سامنے

بند چوتھے کی سیڑھیوں پر چڑھ رہا تھا تو اسے ماہ بانو کی آواز سنائی دی۔ کیا ہے کاؤس؟
کاؤس نے جواب دیا۔ بیٹی حسان آگیا ہے۔

ماہ بانو نے آگے بڑھ کر سہمی ہوئی آواز میں سوال کیا۔ آپ کہاں تھے اور یہ کون ہے؟
حسان نے جواب دیا۔ یہ میرا بھائی ہے اور یہ زخمی ہے۔

ماہ بانو کچھ اور کہے بغیر ان کے آگے آگے چل پڑی۔ تھوڑی دیر بعد حسان ہسپتال کو مکان کے
ایک کمرے میں بستر پر لیٹا ہوا تھا اور ماہ بانو اپنے دو نوکر وں اور ایک خادمہ کے ساتھ اس کے قریب
کھڑی تھی۔ قباد لاشی ٹیکتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

کیا ہوا؟ یہ کون ہے؟ اس نے ہسپتال کی طرف دیکھتے ہی سوال کیا۔

حسان نے جواب دیا۔ یہ میرا بھائی ہے۔ میں قہج کو قتل کر چکا ہوں۔ اس کے آدمی ہمیں
تلاش کر رہے ہیں۔ اگر ہسپتال زخمی نہ ہوتا تو میں آپ کو پریشان نہ کرتا لیکن اس وقت ہمارے لئے آپ
کے گھر کے سوا کوئی اور چارے چاہئے نہ رہتی۔

قباد نے ایک نوکر کی طرف دیکھا۔ تم جاؤ اور نوکر وں سے کہو کہ وہ دروازہ بند رکھیں اور باہر کے
کسی آدمی سے ان کا ذکر نہ کریں۔

نوکر چلا گیا۔ قباد نے بستر کے قریب ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے ہسپتال کی طرف دیکھا اور ماہ بانو
سے کہا۔ بیٹی! اس کے زخموں سے خون اس سراسر ہے۔ نئی پٹیاں باندھ دو۔

خادمہ بھاگ کر دوسرے کمرے سے مرہم پی کا سامان لے آئی۔ ماہ بانو نے جلدی سے ہسپتال
کی خون آلود پٹیاں کھولیں اور پھر زخموں پر دوائی پھرنے کے بعد نئی پٹیاں باندھ دیں۔ ہسپتال نے
کرہتے ہوئے پانی مانگا حسان نے ہسپتال کو سہارا دیکر پانی کے چند گھونٹ پلائے۔ وہ کچھ دیر تک
کھو کر اپنے تیار داروں کی طرف دیکھتا رہا اور پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

قباد نے ماہ بانو سے کہا۔ بیٹی! تم ان کے لئے کھانے کا انتظام کرو۔

حسان بولا۔ نہیں جناب! اس وقت تکلیف نہ کیجئے، مجھے بھوک نہیں۔

قباد نے ماہ بانو کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ اچھا بیٹی! تم ان کے لئے دو دو لے آؤ۔

ماہ بانو خادمہ کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گئی اور قباد نے دوبارہ حسان کی طرف دیکھتے
ہوئے کہا۔ حسان بیٹھ جاؤ، اگر تمہارے لباس پر تمہارے بھائی کا خون نہیں ہے تو میں تمہارے زخم
دیکھنا چاہتا ہوں۔

حسان نے قباد کے قریب دوسری کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ جناب میرا زخم معمولی ہے۔ آپ
اس کا فکر نہ کریں۔

تمہارا چہرہ زرد ہو رہا ہے اور میں یہ دیکھ سکتا ہوں کہ تمہارا خون ابھی تک بند نہیں ہوا۔

حسان نے اپنی ران سے کپڑا سر کا دیا اور خون آلود پٹی کھول دی۔

قباد نے سفوف چھڑکنے کے بعد پٹی باندھتے ہوئے کہا۔ یہ زخم اتنا معمولی نہیں تمہیں چند
دن چنے پھرنے سے پرہیز کرنا پڑے گا۔ تم اپنے گاؤں سے قہج کے گاؤں چلے گئے تھے؟

ہاں۔

مجھے انسوس ہے کہ میں نے تمہیں روکنے کی کوشش نہ کی۔ میرا خیال تھا کہ ماہ بانو تمہیں
رخصت کرنے سے پہلے تمام حالات سے خبردار کرے گی لیکن میری طرح اُسے بھی حوصلہ نہ ہوا۔ پھر
ہم نے گاؤں کو تمہارے پیچھے روانہ کیا لیکن اس نے واپس آکر یہ اعلان دی کہ تم اپنے گاؤں سے
کہیں جا چکے ہو۔ گاؤں کے لوگوں نے اُسے یہ بتایا تھا کہ تم قہج سے انتقام لئے بغیر واپس نہیں
آؤ گے لیکن تمہاری سپاہیانہ تربیت سے ہمیں یہ توقع تھی کہ تم اپنی زندگی خطرے میں نہیں ڈالو گے۔
اب مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تم ہمیں بھی اپنا دشمن خیال کرتے ہو گے۔

اگر میں آپ کو دشمن سمجھتا تو یہاں پناہ لینے کے لئے نہ آتا۔

تم اتنی مدت کے بعد واپس آئے تھے اور اگر میرے دل میں جہاں داد کے دوست لئے
کوئی شفقت نہ ہوتی تو بھی مجھے فوراً اسی خبر سننے کا حوصلہ نہ ہوتا۔ تھوڑی قبل میں اپنے بستر پر لیٹا یہ سوچ
رہا تھا کہ شاید تم کہیں دور جا چکے ہو اور میں دوبارہ تمہیں نہیں دیکھ سکوں گا۔ اب اگر تو جس کے

آدمیوں نے میرے گھرنے تک تمہارا بیچا نہیں کیا تو فی الحال تمہیں خطرہ نہیں۔ تاہم احتیاط لازمی ہے۔ جب تک سارے خطرات مُرد نہیں ہو جاتے تمہیں اس مکان کے نیچے ایک خانے میں رہنا پڑے گا۔ مکان کے نیچے دریا تک گھنا جنگل پھیلا ہوا ہے اور خطرے کے وقت تم ایک سُرنگ کے راستے جنگل تک پہنچ سکتے ہو۔ تمہارا بھائی شاید چند دن چلنے پھرنے کے قابل نہ ہو لیکن اگر تمہاری غیر حاضری میں کوئی خطرہ پیش آیا تو میں مرتے دم تک اُس کی حفاظت کروں گا اب میں تمہاری سرگزشت سُننا چاہتا ہوں۔“

حسان نے کہا: ”میں نے اپنی بسوا سے نکلنے وقت یہ عہد کیا تھا کہ میں رُج شام سے پہلے رُج کو قتل کر دوں گا اور مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ جب میں اپنا عہد پورا کر رہا تھا تو رُج غروب ہو چکا تھا اگر سہیل زخمی نہ ہوتا تو میں یہاں آنے کی بجائے بحرین میں اپنے ماموں کے گھر کا رُخ کرتا۔ اب میں آپ کے لئے نئی مصیبتیں لے آیا ہوں۔ رُج کے آدمی مجھے تلاش کر رہے ہیں اور صبح تک ہمز کی فوج اس علاقے کا کورہ کو نہ چھان مارے گی۔ اب اگر آپ سہیل کی حفاظت کا ذمہ لیتے ہیں تو میں اپنی جان کی خاطر آپ کے لئے نئے خطرات پیدا کرنے کی کوشش نہیں کروں گا۔“

قباد نے جواب دیا: ”میری ماں ایک عرب تھی اور میں نے بہانہ نوازی کے آداب اُس سے سیکھے ہیں۔ موجودہ حالات میں میرا گھر تمہارے لئے اس علاقے کی بستیوں اور صحرائوں سے کہیں زیادہ محفوظ ہے۔ میں تم سے اس بات کا وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ تم میری اجازت کے بغیر یہاں سے نکلنے کی کوشش نہیں کرو گے۔“

ماہ بانو اور بڑھی خادمہ دھڑکے پائے اٹھائے کمرے میں داخل ہوئیں۔ ماہ بانو نے آگے بڑھ کر اپنا پیالہ حسان کو پیش کیا۔ حسان نے حرم اندی سے اُس کی طرف دیکھلا اور پیالہ پکڑ لیا۔ ماہ بانو سہیل کی طرف متوجہ ہوئی اور اُس کی گردن کے نیچے ہاتھ دے کر اُسے اٹھانے کی کوشش کرنے لگی۔ سہیل نے کہتے ہوئے آنکھیں کھولیں۔ پھر بدحواس سا ہو کر اُدھر دھڑکھینے لگا۔ خادمہ نے آگے بڑھ کر کہا: ”دودھ پی لو بیٹا! سہیل نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے پیالہ پکڑ لیا اور چند گھونٹ پینے کے بعد آنکھیں

بند کر لیں۔ ماہ بانو اُس کا ہتھکے پر رکھ کر اٹھی اور تذبذب کی حالت میں اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگی۔ قباد نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا: ”حسان! اب تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ اپنے بھائی کو سرود میں بیٹھنے دو۔ اگر کوئی خطرہ پیش آیا تو ہم اُسے تمہارے پاس پہنچا دیں گے۔ آؤ! حسان اُٹھ کر اُس کے نیچے ہو لیا۔ کاؤس ہاتھ میں شعل اٹھائے اُن کی رہنمائی کر رہا تھا۔“

سیریاں عبور کرنے کے بعد وہ بجلی منزل کی ایک کوٹھڑی میں داخل ہوئے۔ وہاں ایک چٹا پُرانا قالین بچھا ہوا تھا۔ اور ایک عمر رسیدہ نوکر دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ اُس کے سامنے دوسری دیوار کے ساتھ لکڑی کا ایک بڑا صندوق پڑا ہوا تھا۔ نوکر اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور قباد نے حسان کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: ”تم اس کوٹھڑی کے آگے کوئی خفیہ راستہ دیکھ سکتے ہو؟“

حسان نے بوجھل دھڑکیں دیکھنے کے بعد جواب دیا: ”بظاہر تو کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔“ قباد نے نوکر کو اشارہ کیا۔ نوکر نے آگے بڑھ کر صندوق ایک طرف دھکیل دیا اور پھر نیچے سے لکڑی کا تختہ اُٹھا دیا۔ اب حسان کو صندوق والی جگہ ایک تنگ راستہ دکھائی دے رہا تھا۔ قباد نے اپنے نوکر کی طرف متوجہ ہو کر کہا: ”تم انہیں تہہ خانے میں لے جاؤ اور وہاں سے اوپر اُسنے یا باہر نکلنے کا طریقہ سمجھا دو۔“

قباد کوٹھڑی سے باہر نکل گیا اور حسان کاؤس اور دوسرے نوکر کے نیچے ایک تنگ سیرھی کے راستے نیچے اُترنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک کشادہ کمرے میں کھڑا تھا جہاں دو صاف ستھرے بستر لگے ہوئے تھے۔ طاقے میں ایک چراغ جل رہا تھا۔ کاؤس نے چراغ اٹھا کر فرش پر رکھ دیا اور دوسرے نوکر سے کہا: ”تم انہیں سُرنگ کا دروازہ کھول کر دکھاؤ۔“

نوکر نے طاقے میں ہاتھ ڈال کر ایک رستا نکالا اور اُسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر نیچے کھینچنے لگا۔ دیوار میں ہلکی سی گرگڑاہٹ پیدا ہوئی اور طاقے کے نیچے سے ایک سل آہستہ آہستہ اوپر کھسکنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد دیوار میں ایک قابل گزر شکاف نظر آنے لگا۔ نوکر نے رستہ فرش کے قریب ایک سہمی میخ کے ساتھ ٹھیک دیا اور ایک فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ حسان کی طرف دیکھا۔

کاؤس نے کہا: آپ اس راستے سے باہر جاسکتے ہیں۔ یہ سڑک جنگل کی طرف ایک پرانے مکان کے کھنڈر کے سامنے جاتے ہیں۔

حسان نے کہا: مجھے یاد ہے۔ ایک دفعہ میں نے ہرن کا شکار کرتے ہوئے اس مکان کے پچھوڑے ایک شکستہ مکان دیکھا تھا۔

کاؤس بولا: لیکن باہر سے آپ کو اس سڑک کا دروازہ نظر نہیں آیا ہوگا۔ وہ ہمیشہ بند رہتا ہے اور اُس کے سامنے جنگلی بیلے لگی ہوئی ہیں۔ ضرورت کے وقت آپ سڑک سے باہر ایک گھوڑا موجود بنائیں گے۔ اگر ہم میں سے کسی کو بلانا ہو تو آپ اوپر جا کر لکڑی کے تختے پر ہاتھ ماریں پھر اگر اوپر سے کوئی جواب آئے تو یہ سمجھ لیں کہ وہاں کوئی خطرہ ہے۔

حسان نے دیوار کے شبکاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا: "اور اسے بند کرنے کا کیا طریقہ ہے؟" کاؤس نے مسکرا کر دوسرے نوکر کو اشارہ کیا اور اُس نے آگے بڑھ کر آہنی میخ کے ساتھ پٹا ہوا سا کھول دیا۔ جب سل اپنی جگہ پر آگئی تو اُس نے رستے کا براہ راست چلنے کے اندر ٹھونس دیا اور چراغ اٹھا کر چاقی میں رکھ دیا۔ پھر یہ دونوں نوکر اوپر چلے گئے۔

حسان بستر پر لیٹ گیا لیکن تھکاوٹ سے نڈھال ہونے کے باوجود اُسے دیر تک نیند نہ آئی۔ اُس کو ٹھنڈی سے باہر اُس کے ماضی کی تمام باتیں اور مستقبل کے سارے تصورات ایک اندوہناک حال کی آہنیوں میں بھٹک رہے تھے اور اُس کے سینے میں ظلم کی اندھی اور بھری قوتوں کے خلاف ایک خاموش فریاد تھی۔ ایک ساعت کروٹیں بدلتے کے بعد اُسے غیند آگئی اور احساس کی تلخیاں سینوں میں تبدیل ہونے لگیں۔ کبھی وہ اپنی بستی کا طواف کر رہا تھا اور کبھی جنگ کے میدان میں گھوڑا دوڑا رہا تھا۔ پھر کوئی بھی ایک منظر دیکھنے کے بعد ان سینوں کا تسلسل ٹوٹ جاتا۔ لیکن کچھ دیر گئی بالنے کے بعد اُسے پھر نیند آجاتی اور وہ سینوں کی نئی دادیوں میں کھو جاتا۔ اس کا آخری خواب بہت طویل تھا لیکن بیدار ہونے کے بعد وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ کئی بے ربط واقعات اُس کے ذہن

میں گڈ بڑھ گئے ہیں۔ اُس کی غیند پوری بڑھ چکی تھی۔ لیکن وہ اٹھنے اور آنکھیں کھول کر ادھر ادھر دیکھنے کی بجائے دیر تک اپنے طویل خواب کے بھرے ہوئے ٹکڑے جوڑ رہا تھا۔ بار بار اپنے حافظے پر زور دینے کے بعد اُسے صرف اتنا یاد آسکا کہ وہ نڈیموں کی قید سے فرار ہونے کے بعد جنگوں پہاڑوں اور صحراؤں میں بھاگ رہا تھا۔ کئی آدمی اُس کا پیچھا کر رہے تھے۔ پھر ایک دریا عبور کرنے کے بعد وہ یہ دیکھ رہا تھا کہ اُس کا تعاقب کرنے والے واپس جا رہے ہیں۔ اُس نے دیکھا تھا کہ ڈاکو اُس کی بستی پر حملہ کر رہے ہیں اور اُس کے باپ بھائی اور بہن کو قتل کر دیتے ہیں وہ چند آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد بھاگتا ہے لیکن بستی سے باہر ڈاکوؤں کا ایک اور گروہ اُس کا راستہ روک لیتا ہے وہ زخمی ہو کر گر پڑتا ہے اور ڈاکو اُسے دریا کی طرف لے جاتے ہیں۔ پھر وہ ایک عالیشان محل کے سامنے ایک کھلے میدان میں کھڑا ہے اور ڈاکوؤں کی بجائے ایرانی سپاہیوں کا ایک جوہم اُس کے گرد جمع ہو رہا ہے۔ ایک یو قامت جلاذ بر چھا اٹھائے اُس کی طرف بڑھتا ہے لیکن وہ بھاگ نکلتا ہے۔ سپاہی شور مچاتے ہوئے اُس کا پیچھا کرتے ہیں وہ محل میں پناہ لینے کی کوشش کرتا ہے وہاں سونے کے تخت پر ایک خوبصورت شہزادی نظر آتی ہے۔ اُس کے سر پر مہروں کا تاج جگمگا رہا ہے۔ سپاہیوں بتلا رہے ہیں کہ یہ شہزادی اپنا ہاتھ بند کرتی ہے اور وہ رک جاتے ہیں۔ جلاذ آگے بڑھ کر کہتا ہے: "شہزادی اسے پناہ نہ دیجئے۔ یہ ایران کا باغی ہے۔ اس نے توجہ کو قتل کیا ہے۔" پھر ایک سفید ریش آدمی جو تخت کے قریب کھڑا ہے، آگے بڑھ کر شہزادی کے کان میں کچھ کہتا ہے اور وہ سر ہلا کر جلاذ سے مخاطب ہوتی ہے۔ تم غلط کہتے ہو، یہ ایران کا باغی نہیں اسے جانے دو۔ حسان اس خواب کو قدرت کا ایک مذاق سمجھتا تھا۔ تاہم وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ کاش یہ آہ اتنی جلدی ختم نہ ہوتا۔ سیرٹھیوں پر پاؤں کی آواز سن کر اُس نے آنکھیں کھول دیں اور اچانک کہا محسوس کیا کہ اُس کے سینے کی شہزادی جو اہرات سے مرصع تاج کے بغیر اُس کے سامنے کھڑی ہے۔ ماہ بانو نے کہا: "آپ بہت دیر تک سوئے ہیں میں تین بار آئی ہوں اور اب وہ پھر مرنے والی ہے۔" میرا بھائی کیسا ہے؟ حسان نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے سوال کیا۔

ماہ بانو نے جواب دیا: "آپ کا بھائی آپ کے قریب سو رہا ہے۔ صبح ہوتے ہی ہم نے اُسے یہاں پہنچا دیا تھا لیکن آپ گہری نیند سو رہے تھے۔"

حسان نے دوسرے بستر کی طرف دیکھا اور سہیل کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "اے تو بخار ہے۔"

ماہ بانو نے جواب دیا: "آپ فکر نہ کریں، بابا جان کہتے تھے یہ بہت جلد ٹھیک ہو جائے گا۔" "تورج کے آدمی اس طرف آئے تھے؟"

"نہیں وہ ابھی تک اس طرف نہیں آئے۔ ہم نے آپ کے بھائی کو احتیاطاً یہاں بھیج دیا تھا۔" کاؤس سیڑھیوں سے نمودار ہوا اور کپڑوں کا ایک جوڑا حسان کے بستر پر رکھنے کے بعد ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ ماہ بانو نے کہا: "آپ کپڑے بدل لیں پھر کاؤس آپ کو اوپر لے آئے گا۔"

حسان نے پوچھا: "آپ کو یقین ہے کہ میرے اوپر آنے سے آپ کو کوئی خطرہ نہیں؟" "نہیں ابھی کوئی خطرہ نہیں اور اگر ہو تو بھی آپ کو یہاں واپس آنے میں دیر نہیں لگے گی۔" حسان نے کہا: "لیکن سہیل اوپر نہیں جاسکے گا۔"

"اُسے اوپر جانے کی ضرورت نہیں جب یہ بیدار ہوگا تو اسے یہیں کھانا پہنچا دیا جائے گا۔ سہیل نے یہاں آنے سے پہلے کچھ ناشتہ کر لیا تھا لیکن آپ کو بھوک ہوگی۔" ماہ بانو نے کہا کہ اوپر چلی گئی۔ کاؤس نے کہا: "آپ اطمینان سے لباس تبدیل کر لیں۔ اس کے بعد اگر آپ کھلی ہوا میں گھومنا چاہیں تو میں ابھی واپس آکر آپ کو ترنگ کے رستے باہر لے جاؤں گا۔ اتنی دیر میں آپ کا کھانا تیار ہو جائیگا۔" کاؤس اوپر چلا گیا۔

ایک ساعت بعد حسان اوپر کے کمرے میں کھانا کھا رہا تھا اور قباد اور اس کی بیٹی، اس کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ کبھی کبھی آنکھ میچا کر ان کی طرف دیکھتا اور ہر بار اپنے پسینے کی شہزادی اور بڑے وزیر کی تصویریں اس کے ذہن میں گھومنے لگتیں۔

ماہ بانو کی پیشانی اپنے باپ کی طرح کشادہ تھی اور اس کے چہرے کی رنگت میں دودھ اور گلاب کی آمیزش تھی۔ بال سنہری مائل تھے اور ذرا ابھرے ہوئے پھولوں اور لمبی پلکوں کے نیچے بھورے رنگ کی بڑی بڑی آنکھیں تھیں۔ اس کی طرح شفاف اور چمکدار تھیں ناک خوبصورت اور ذرا اوپر کی طرف اٹھتی ہوئی نوک اس کے حسن کی دلکشی میں غیر معمولی اضافہ کر رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں میں ایک نیم داغچھکی آراگی اور لطافت تھی اور دانت جو صرف بات کرتے وقت دکھائی دیتے تھے، موتیوں کی طرح چمکتے تھے لیکن مسکرنے کے لئے اُسے ان چمکتے ہوئے موتیوں کی نمائش کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ صرف ہونٹوں کی ایک ہلکی سی جنبش کے ساتھ اس کے گالوں میں گرہے پڑ جاتے آنکھیں چمک اٹھتیں اور اس کا چہرہ مسکرا ہٹوں سے بھر پور ہو جاتا۔ لیکن حسان کو جس چیز نے سب سے زیادہ متاثر کیا تھا وہ اس کی آواز تھی جس کی مٹھاس وہ اپنی تسکین کی گہرائیوں میں محسوس کرتا تھا۔ ایک دن قبل جب وہ قباد کے گھر سے رخصت ہوا تھا تو ماہ بانو کی کوئی واضح تصویر اس کے ذہن میں نہ تھی اور اب بھی وہ یہی محسوس کرتا تھا کہ ماہ بانو کو ہزار بار دیکھنے کے بعد بھی وہ اس سوال کا صحیح جواب نہیں دے سکے گا کہ اس کے خدو خال کیسے ہیں یا وہ کون سے بیج دھم ہیں جسکی دلکشی اور جاذبیت سے اس کی آوازیں نگاہیں متاثر ہوتی تھیں۔ وہ صرف اتنا کہہ سکتا تھا کہ وہ خوبصورت ہے۔ اس کے ساتھ باپ اور بیٹی کی گفتگو کا موضوع تورج اور ہرنز کے مظالم تھے۔ کھانا ختم کرنے کے بعد اس نے قباد سے پوچھا: "آپ نے مجھے باہر کے حالات نہیں بتائے؟"

قباد نے جواب دیا: "تمہیں باہر کے حالات کے متعلق پریشان ہونے کی ضرورت نہیں وہ تمہیں تلاش کر رہے ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ اس طرف نہیں آئیں گے۔"

حسان نے کہا: "لیکن اگر وہ میری بستی میں گئے تو یہ بات ان سے پوشیدہ نہیں ہے گی کہ میں واپس آچکا ہوں پھر ان کے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں ہوگا کہ سہیل کا مددگار اور توجہ کا قائل کون ہو سکتا ہے۔" قباد نے اطمینان سے جواب دیا: "یہ انہیں معلوم ہو چکا ہے۔ میں نے ایک آدمی کو تمہارے گالوں بھینجا اور وہ یہ خبر لایا ہے کہ ہرنز کے اہلکاروں نے تورج کے قاتل کو تیرے ذہن والے کے لئے پانچ سو

دینار انعام مقرر کیا ہے۔ اب اُن کے آدمی تمہیں اُس پاس کی بستیوں کی بجائے سرحدی علاقوں میں تلاش کر رہے ہیں۔ ان حالات میں میرے گھر سے زیادہ تمہارے لئے کوئی جگہ محفوظ نہیں چند دن تک اُن کا جوش و خروش ٹھنڈا ہو جائے گا اور تم تمہیں یہاں سے نکلنے کے متعلق سوچ سکیں گے۔

کاؤس کرے میں داخل ہوا اور اُس نے حسان سے کہا: "سہیل جاگ رہا ہے اور آپ کو بلاتا ہے۔" حسان نے قباد کی طرف دیکھا۔ ماہ بانو نے کہا: "آپ جائیں میں اُس کا کھانا بھیجتی ہوں۔"

کاؤس نے کہا: "میں نے اُسے کھانے کے لئے کہا تھا لیکن وہ یہ کہتا تھا کہ مجھے بھوک نہیں اُس کا بخیر بھی کم نہیں ہوا اور وہ اپنے زخم میں درد بھی محسوس کرتا ہے۔"

قباد نے کہا: "میں اُس کے لئے دوائی بھیجتا ہوں لیکن اُسے بھوکا نہیں رہنا چاہیے۔"

کم از کم اُسے دودھ ضرور پلا دو۔ میں ابھی پیچھے آکر اُس کا زخم دیکھتا ہوں۔"

حسان اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔



رات کے وقت سہیل کی حالت اب بہتر معلوم ہوتی تھی۔ اُس نے حسان کے اصرار پر کھانے کے چند نوالے منہ میں ڈالے اور بستر پر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب کاؤس برتن اٹھا کر چلا گیا تو حسان نے اپنے بستر پر لیٹتے ہوئے کہا: "سہیل آج میری طبیعت بھی کچھ ٹھیک نہیں۔ میں اس جگہ بھاریچنے سے بہت ڈرتا ہوں۔ اگر ہمیں چند دن یہاں رگنا پڑا تو یہ لوگ محسوس کریں گے کہ ہم ان کے لئے ایک مصیبت بن گئے ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم جلدی تندہ دست ہو جاؤ اور ہم بحیرین پہنچ جائیں وہاں ہمارے لئے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔"

سہیل نے کہا: "میں نے ماموں جان کا وطن نہیں دیکھا۔ بھائی جان! جب آپ فوج میں بھرتی ہو کر چلے گئے تھے تو آبا جان نے بڑے بھائی کو ماموں کے پاس بھیجا تھا۔ میں نے اُن کے ساتھ جانے کے لئے بہت ضد کی لیکن آبا جان کہتے تھے کہ راستہ بہت خطرناک ہے جب آپ جنگ سے واپس آجائیں گے تو ہم سب وہاں جائیں گے۔"

حسان نے کہا: "جب ماموں جان آخری بار ہمارے پاس آئے تھے تو تم بہت چھوٹے تھے۔" کبھی آپ بھی وہاں گئے تھے بھائی جان! سہیل نے پوچھا۔

"ہاں۔" اُس نے جواب دیا: "ایک دفعہ میں اتنی جان کے ساتھ وہاں گیا تھا اُس وقت میری عمر آٹھ سال تھی۔ ہم نے جہاز پر سفر کیا تھا اور ہمارے ساتھ مین جانے والے ایرانی مسافر سوار تھے۔ ماموں جان کے ہاں تین ماہ قیام کرنے کے بعد ہم ایک ہندی تاجر کے جہاز پر واپس آئے تھے۔ خلیج فارس عبور کرنے کے بعد ہم نے ایک کشتی پر دریا کے راستے کافی لمبا سفر کیا تھا میرا خیال ہے کہ ہم اس گاؤں کے قریب ہی کسی جگہ اترے تھے مجھے دریا کے سرسبز کناروں اور ٹاپوؤں کے مناظر ابھی تک یاد ہیں۔ بحرین اور ہندوستان کے تاجروں کی کشتیاں اکثر دریا کے راستے ہمارے علاقے تک پہنچ جاتی ہیں۔ اگر تم جلد گھوڑے کی سواری کے قابل نہ ہوئے تو ہم کسی کشتی پر سوار ہونے کی کوشش کریں گے بحرین میں قیام کے دن مجھے ابھی تک یاد ہیں میں اپنے ماموں زاد بھائی کے ساتھ گھوڑا دوڑایا کرتا تھا۔ وہاں سے نصرت ہوتے وقت میں نے اُن سے وعدہ کیا تھا کہ میں بڑا ہو کر تمہارے پاس آیا کروں گا۔ اتنی کی وفات کے بعد میں نے ایک دفعہ وہاں جانے کا ارادہ کیا تھا لیکن اُن دنوں قزاق خلیج فارس میں کسی جہاز تباہ کر چکے تھے۔ اس لئے آبا جان نے مجھے سفر کی اجازت نہ دی۔ پھر ایک دفعہ ماموں جان کا نوکر مجھے لینے کے لئے آیا لیکن مجھے کسری کا سپاہی بننے کا شوق تھا۔ اس لئے میں اُن کے ساتھ نہ جاسکا۔ جب میں روہم کی قید میں تھا تو اکثر یہ سوچا کرتا تھا کہ اگر میں فوج میں بھرتی ہونے کی بجائے بحرین چلا جاتا تو قزاقو کے ہتھے چڑھنے کے بعد بھی مجھے یہ نصبتیں پیش نہ آتیں۔ اور اس وقت بھی میں یہ سوچ رہا ہوں۔ اس علاقے کا ایک عرب اگر کسری کے لئے اپنا خون بہانے کے بعد بھی قورج اور ہرمز جیسے ایرانیوں نے نظام سے محفوظ نہیں تو اس سے کہیں بہتر ہے کہ وہ کسی قزاق کا ساتھی بن جائے۔"

سہیل نے کہا: "بھائی جان! بحیرین قزاق اب بھی اس علاقے میں گھس آتے ہیں۔ گزشتہ چند ہفتوں میں انہوں نے دریا کے کنارے کئی بستیوں کو لوٹا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ ایک مرتبہ

وہ ٹوٹ مار کرتے ہوئے ہرنز کے محل کے دروازے تک پہنچ گئے تھے جو عرب ایرانیوں کے متظام کے ہاتھ
بھاگ گئے ہیں اُن میں سے کئی قزاقوں کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں جب میں قورج کی قید میں تھا تو میں
یہ سوچا کرتا تھا کہ کاش کوئی قزاق مجھے یہاں سے نکال کر لے جائے۔

حسان نے قدرے توقف کے بعد کہا: "سہیل ممکن ہے قورج یا ہرنز کے آدمی کسی وقت اس سب
کا محاصرہ کر دیں اور مجھے اچانک تمہارا ساتھ چھوڑنا پڑے۔ ان حالات میں تمہیں جوصلے سے کام لینا پڑے گا
اگر مجھے کوئی خطرہ پیش آیا تو قباد تمہیں بحرن پہنچا دے گا۔"

سہیل کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر اچانک حسان نے محسوس کیا کہ وہ سسکیاں بھر رہا ہے اُس
نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا: "سہیل! کیا ہوا، تم رو رہے ہو؟"

سہیل نے جواب دیا: "بھائی جان! میں آپ کے متعلق سوچ رہا ہوں اس وقت ہرنز کی ساری
فوج آپ کو تلاش کر رہی ہوگی آپ گرفتار ہو گئے تو وہ آپ کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ آپ اس لئے یہاں
رک گئے ہیں کہ میں زخمی ہوں لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ یہاں سے چلے جائیں اگر انہوں نے اس
گھر پر حملہ کر دیا تو آپ میری کوئی مدد نہیں کر سکیں گے اور آپ کی غیر حاضری میں میں اگر بکیرا بھی
جاؤں تو بھی زیادہ سے زیادہ مجھے غلام بنالیں گے۔"

حسان نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا: "سہیل ہم کمزور اور مظلوم ہیں ہمارے ہاتھ خالی ہیں اور ہم
کو ظلم کی بے پناہ قوتوں کے خلاف سینہ سپر ہونا ہے۔ ہمیں اپنے زخمی ہاتھوں سے عدل اور انصاف
کا پرچم بلند کرنا ہے۔ اس آزمائش میں صبر اور استقلال ہی ہمارا آخری سہارا ہے میرے ننھے بھائی!
جوصلے سے کام لو۔ اس زمین کو آنسوؤں کی بجائے ہمارے خون کی ضرورت ہے۔ اب ہمیں ہر قدم پر
قورج جیسے لوگوں سے واسطہ پڑے گا۔ اگر ہم ہمت ہار بیٹھیں تو ہم خزاں کے موسم میں درختوں سے
گرتے ہوئے پتوں کی طرح مسل دئے جائیں گے۔"

سہیل نے ذرا صبر سے کہا: "لیکن بھائی جان! میں قورج یا ہرنز کے آدمیوں سے نہیں ڈرتا۔ مجھے
صرف یہ ڈر ہے کہ آپ مجھے چھوڑ کر اپنی جان بچانے کی کوشش نہیں کریں گے لیکن میں کل تک بالکل ٹھیک

ہو جاؤنگا اور آپ کے ساتھ سفر کر سکونگا میں راستے میں آپ سے بخاریا زخموں کی تکلیف کی شکایت نہیں کروں گا۔
حسان نے جواب دیا: "نہیں سہیل! ابھی تمہیں کئی دن آرام کرنا پڑے گا۔ میں تمہارے ساتھ ایک
دودھ کر سکتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جب مجھے تمہارے متعلق اطمینان ہو جائے گا تو میں اپنے آپ کو خطرے
میں نہیں ڈالوں گا، اب تم اطمینان سے سو جاؤ۔"



حسان نیند سے بیدار ہوا تو اُس کا جسم ٹوٹ رہا تھا اور اس کے زخم میں بھی ہلکا ہلکا درد محسوس
ہو رہا تھا۔ اُس نے کونے میں پڑے ہوئے پانی کے پٹکے سے پیاس بجھائی اور کچھ دیر ایک کرسی پر بے حس
حالت بیٹھا رہا۔ پھر تہہ خلتے میں گھٹن ہی محسوس کرنے کے بعد اُس نے راسا کھینچ کر خفیہ دروازہ کھولا
اور سڑنگ کے راستے باہر نکل گیا۔

شکستہ مکان سے کوئی موقع اُس کے گھنے درختوں میں اُسے ایک چھپر دکھائی دیا۔ وہاں ایک
گھوڑا بندھا ہوا تھا اور قبلا کا ایک نوکر اُس کے آگے چارہ ڈال رہا تھا۔ حسان اُس کے قریب پہنچا
تو نوکر نے آگے بڑھ کر سلام کرتے ہوئے کہا: "جناب اگر آپ کہیں جانا چاہتے ہیں تو مجھے گھوڑا تیار
کرنے میں دیر نہیں لگے گی جنگل میں ہماری پہلی کے آدمی پہرہ دے رہے ہیں اور میں نے اُن کے
کہنے پر گھوڑے کو آرام دینے کے لئے زین اتار دی تھی۔"

"ابھی زین ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ میں صرف گھومنے کے لئے باہر نکلا ہوں حسان یہ کہہ کر اُگے چلا
جنگل کی تر و تازہ ہوا میں سانس لینے کے بعد اُسے کچھ فرحت ہی محسوس ہو رہی تھی لیکن تھوڑی
دیر بعد جب آسمان پر آفتاب کی کرنیں پھیلنے لگیں تو اُسے پھر تلخی محسوس ہونے لگی۔ واپس آتے وقت
اُس نے محسوس کیا کہ اُسے بخار ہو رہا ہے۔ شکستہ مکان کے قریب پہنچ کر اُس کی نگاہیں سامنے بالائے
کے درختوں پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ ماہ بانو وہاں کھڑی تھی اور اُس کے کندھوں پر سنہری بال بکھرے ہوئے
تھے۔ بالاخانے کی چھت سے سفید کبوتروں کا ایک بوڑھا نمودار ہوا اور درختوں کے سامنے قلابازیاں
کھانے لگا۔ ماہ بانو نے اپنا بازو درختوں سے باہر نکالا اور دونوں کبوتر کے بعد دیگرے اُس کے ہاتھ

پر بیٹھ گئے۔ ماہ بانو نے انہیں پکڑ کر ہوا میں اُچھال دیا لیکن وہ تھوڑی دیر فضا میں قلابازیاں کھانے کے بعد پھر درتپچے میں آ بیٹھے۔ اس کے ساتھ ہی چھت سے چند اور کبوتر نمودار ہوئے اور ماہ بانو سکڑا ہوا کے موتی بکھیرتی ہوئی وہاں سے غائب ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد حسان نے دیکھا کہ کبوتر درتپچے کی بجائے چھت پر جمع ہو رہے ہیں۔ پھر وہ چھت پر نمودار ہوئی تو اس کے ساتھ ایک خادۂ چھوٹی سی ٹوکری اٹھائے ہوئے تھی۔ ماہ بانو نے ٹوکری میں ہاتھ ڈالا اور اندر کی چیز نکال کر چھت پر پھیر دیں پھر لپٹا کر حسان نے محسوس کیا کہ وہ جنگل کی طرف دیکھ رہی ہے۔ وہ شکستہ مکان کی طرف ہٹ گیا اور کچھ دیر ایک دیوار کے نیچے کھڑا رہا۔ پھر جب اُس نے دوبارہ چھت کی طرف دیکھنے کی کوشش کی تو ماہ بانو وہاں نہ تھی تھوڑی دیر بعد وہ سرنگ کے راستے دوبارہ تہہ خانے میں پہنچ گیا۔ سہل ابھی تک سو رہا تھا۔ حسان نے سرنگ کا دروازہ بند کیا اور اپنے بستر پر لیٹ گیا۔

پھر اچانک اُسے کسی کے پاؤں کی آہٹ سُنائی دی اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ماہ بانو کمرے میں داخل ہوئی اور کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ میں نے آپ کو دیکھا تھا میں چھت پر کبوتر نذر کو لانے ڈال رہی تھی۔ کبوتر بڑے بھائی نشانیاں میں جنگ پر روانہ ہونے سے قبل وہ ان کی نگہداشت تیرے سپرد کر گئے تھے۔ آپ کا بھائی کیسا ہے؟

ماہ بانو نے کہا: "آپ پریشان نہ ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ بہت جلد تندرست ہو جائے گا۔ حسان نے قد سے وقف کے بعد کہا: "مجھے یہ تمام واقعات ایک خواب معلوم ہوتے ہیں۔ تین دن پہلے یہ کون کہہ سکتا تھا کہ میں پیسے سے زیادہ بے بسی اور بیچارگی کی حالت میں یہاں واپس آؤں گا اور آپ جنہیں علم حالات میں مجھے قابلِ توجہ نہیں سمجھنا چاہیے تھا میرے بھائی کی تیاری کر لینی۔ سب سے بڑی ناداری کا یہ عالم ہے کہ مجھے اپنے جذبہ شکر کے اظہار کے لئے بھی الفاظ نہیں ملتے۔"

ماہ بانو نے جواب دیا: "آپ کو کچھ کسٹل ضرورت نہیں۔ مصائب کی آندھیوں نے ہمیں مختلف کمزوریوں سے دھکیل کر ایک جگہ پھینک دیا ہے۔ یہ گھر باری جائے پناہ ہے اور جب تک یہ آندھیاں ختم نہیں ہوتیں ہمیں ایک دوسرے کی ضرورت ہے۔ ہم نے ظلم کی ٹھیانوں کے سامنے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیا ہے۔"

اور اپنے ہاتھ کے کھنور سے نکلنے کے لئے ایک کشتی پر سوار ہو گئے ہیں ہو سکتا ہے کہ اس طوفان سے نکلے ہی جائے۔ راستے جلد ہو جائیں لیکن اس کے بعد یہ بات ہمیں ہمیشہ یاد رہے گی کہ جسم بہت ہار چکے تھے تو آپ نے ہمیں جھل دیا تھا۔ آج ہم آپ کو اس حالت میں دیکھ کر محسوس کرتے ہیں کہ ہم تنہا نہیں ہیں۔ حسان نے کہا: "آپ بہت رحمدل ہیں لیکن کاش میں اپنے دکو تیرے دے سکا کرتا میں نے آپ کی رضائوں میں اضافہ نہیں کیا۔"

وہ بولی: "آپ اپنے دکو تیرے دے سکتے ہیں کہ آپ کے ہاتھوں میں اپنے بدترین دشمن سے نجات ملی ہے۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ میں نے کہیں ایک بھڑے کو قتل کر کے اُس سے زیادہ خوفناک زندوں کو آپ کے گھر کا راستہ دکھا دیا ہو۔"

ماہ بانو جواب دیا: "آپ کو ہمارے متعلق پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ جب ہمیں آپ کے مستقبل کے متعلق اطمینان بر جائے گا تو ہم یہاں نہیں رہیں گے۔ اباجان زرخیت کے پیغام کا انتظار کر رہے ہیں مگر اُس نے مدائن میں ہمارے لئے کوئی ٹھکانا تلاش کر لیا تو ہم یہاں نہیں رہیں گے۔ میں آپ کے لئے کھانا بھیجتی ہوں۔ حسان نے کہا: "نہیں آج مجھے بھوک نہیں۔"

"تھوڑا بہت ضرور کھا لیجئے۔" ماہ بانو نے کہا کہ دروازے کی طرف بڑھی اور حسان نے اچانک محسوس کیا کہ کمرے میں آدمی چھا گئی ہے۔ "ٹھہرئے؟" اُس نے کہا: "میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔" وہ رُکی۔ اور مڑ کر حسان کی طرف دیکھتے ہوئے بولی: "سکینے؟"

حسان نے قد سے وقف کے بعد کہا: "میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں شکر گزار ہوں۔"

ماہ بانو مسکرائی اور کچھ کہے بغیر کمرے سے نکل گئی۔ پھر درتپچہ حسان کو اپنے دردِ بخار کا کوئی احساس نہ تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ان گنت مسکراہٹیں رقص کر رہی تھیں اور وہ بار بار اپنے دل میں کہہ رہا تھا: "ماہ بانو! ماہ بانو! میں ایک عرب ہوں۔ میرا گھر لٹ چکا ہے۔ میرے لئے سر چھپانے کی کوئی جگہ نہیں۔ میں تنہا پریشانوں کے سوا کچھ نہیں دے سکتا۔ لیکن اس کے باوجود میں یہ نہیں چاہتا کہ کسی دن ہمارے راستے ہمیشہ کے لئے جدا ہو جائیں۔" پھر وہ بستر پر ٹپٹاپٹاپ کر رہا تھا۔ "تم اچھی نہ ہو۔ تم میں صرف ایک حادثہ ہے۔ ایک کشتی پر"

سوار کر دیا ہے لیکن زمانے کا کوئی سیلاب تمہارے درمیان جنسیت کی دیواریں نہیں توڑ سکتا۔
 حسان دس دن شدید بخار کی حالت میں پڑا رہا۔ قیاد کا خیال تھا کہ اُس کا بخار اُس کے زخم کے
 بگڑ جانے کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ وہ انتہائی باقاعدگی کے ساتھ اُس کی مرہم مٹی کیا کرتا تھا گیا رھویں دن بعد
 اُس کا بخار اتر چکا تھا اور وہ پہلی بار کھانا دیکھ کر بھوک محسوس کر رہا تھا۔

ہسپتال کی حالت بھی اچھوتی تھی۔ مگر وہی کا یہ عالم تھا کہ چلتے وقت اُس کی
 ٹانگیں لڑکھڑاتی تھیں۔ حسان کی بیماری کے ایام میں قیاد اور اُس کی بیٹی نے ایک لمحہ کے لئے بھی
 اجنبیت کا احساس نہیں کرنے دیا تھا۔ وہ دن میں تین چار مرتبہ اُسے دیکھنے کے لئے آیا کرتے تھے اور
 ایک نوکر ہمہ وقت اُن کی دیکھ بھال کے لئے تہہ خلع میں موجود رہا کرتا تھا۔ بخار اور درد کی حالت
 میں بھی جب کبھی وہ ماہ بانو کی طرف دیکھتا تو اُس کے احساس دشواری ساری دنیا اُس کی مسکراہٹوں
 کی گہراہیوں میں گم ہو کر رہ جاتی۔

ابتداء میں ماہ بانو کی خاموش نگاہیں اُسے اُن جانی اور اُن دیکھی ستروں کا پیغام دیا کرتی تھیں
 لیکن اب اُسے کبھی کبھی ایسے غیر یقینی مستقبل کا خوف محسوس ہوتا تھا جس کے تمام راستے بھیاں تک
 تاویخوں میں گم ہو کر رہ جاتے تھے۔ انتہائی میں اُس کے خیالات ماہ بانو پر مرکوز رہتے تھے۔ اُس کے کانوں
 میں اُس کی دلکش آواز گونجنا کرتی تھی اور رات کے وقت پیروں کو ڈنسیں بولنے کے بعد جب اُس
 کے ذہنی اضطراب کو سینوں کی دنیا میں پناہ ملتی تو ماہ بانو وہاں بھی اُس کی ہم سفر ہوتی لیکن ان حسین
 خیالات اور ان دلکش سینوں کی اٹھان گہرائیوں سے وہ مقدس احساس بھی ابھرتا تھا جس کے
 مقابلے میں اُسے دیکھنے کی خواہش چاہنے کی تمنا اور حاصل کرنے کی آرزو بے معنی معلوم ہوتی تھی۔
 جب اُس کی ذہنی کشمکش اپنی انتہا کو پہنچ جاتی تو اُس کا آخری فیصلہ ہمیشہ اُن خواہشات کے خلاف
 ہوتا، جو ہر لمحہ اُس کے دل پر ماہ بانو کی محبت کے نقوش اُجاگر کر رہی تھیں۔

باب (۴)

بخار سے نجات حاصل کرنے کے بعد حسان کے زخم کی سوزش اور تکلیف آہستہ آہستہ کم ہونے
 لگی۔ دوسرے ہفتے وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو چکا تھا۔ ہسپتال کا زخم بھی آہستہ آہستہ منسل ہو رہا تھا اور
 اُس کے بخار کی شدت میں بھی کمی آرہی تھی۔ تاہم وہ استعداد کمزور ہو چکا تھا کہ بستر سے اٹھتے وقت اُس کی
 ٹانگیں لڑکھڑاتی تھیں۔

حسان کی علالت کے ایام میں ماہ بانو اور اُس کا باب اپنا بیشتر وقت اُس کی تیارداری میں صرف
 کیا کرتے تھے۔ وہ اُن سے باہر کے حالات پوچھتا تو وہ یہ تسلی دینے کی کوشش کرتے کہ اب اُسے کوئی خطرہ
 نہیں تاہم وہ بار بار مضطرب ہو کر کہتا نہاش! میں آپ کو اتنی تکلیف نہ دیتا۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ کے لئے
 ایک مصیبت بن جاؤں گا تو میں اپنے گھر کی تباہی دیکھنے کے بعد توجہ کی سستی کا رخ نہ کرتا میں بخار اترتے
 ہی یہاں سے نکل جاؤں گا۔ اب مجھے زخم میں بھی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ میرا بخار بھی کم ہو رہا ہے۔ اگر مجھے
 تنہا جانا پڑا تو ہسپتال کی حفاظت آپ کے فتنے ہوگی۔ میں جلد واپس آؤں گا اور اگر میں نے یہ دیکھا کہ میرا
 واپس آنا آپ کے لئے منظر کا باعث ہے تو میں ہسپتال کو یہاں سے نکلنے کا کوئی اور انتظام کروں گا لیکن
 جب وہ ہسپتال کی طرف دیکھتا تو اُس کے تمام ارادے متزلزل ہو جاتے۔ ہسپتال کو اُن خطرات کا پورا احساس تھا
 جو حسان کو گرفتار ہونے کی صورت میں پیش آسکتے تھے۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ کئی دن اور سفر کے قابل نہیں ہو
 سکے گا چنانچہ حسان کو رو لہجہ ہوتا دیکھتے ہی اُس نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ اب آپ کو میری وجہ سے
 یہاں نہیں ٹھہرنا چاہیئے۔ اگر توجہ کے آدمی یہاں آگئے تو بھی مجھے خطرہ نہیں کہ وہ مجھے قتل کر ڈالیں۔ لیکن

ماہ بانو نے کہا: ایسی باتیں نہ کہو۔ تمہاری زندگی تمہارے بھائی کو بہت عزیز ہے اور میں بھی تمہیں اپنا بھائی سمجھتی ہوں۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں انہیں سمجھانے کی کوشش کروں گی لیکن وہ ابھی تک نہیں آئے۔ انہیں اتنی دیر باہر نہیں رہنا چاہیے، میں نوکر بھیج کر یہ کہتی ہوں۔

حسان جلدی سے آگے بڑھا اور تنگ گزر گاہ سے سر نکلتے ہوئے کہا: آپ کو نوکر بھیجنے کی ضرورت نہیں، میں آگیا ہوں۔

ماہ بانو جو سرے کے قریب پہنچ چکی تھی، رگ گئی اور مڑ کر اُس کی طرف دیکھنے لگی۔ حسان تہ خانے میں داخل ہونے کے بعد کچھ دیر خاموش کھڑا رہا۔ اُس نے رستہ کھول کر سڑنگ کا راستہ بند کیا اور ماہ بانو سے مخاطب ہو کر کہا: میں حیران ہوں کہ میں نے اتنے دن یہاں کیسے گزار دیئے ہیں۔ ابھی میں باہر نکلا تھا تو گھوڑے کی رکھوالی کو نے ولے نوکر نے تاکید کی تھی کہ مجھے سڑنگ سے زیادہ دور نہیں جانا چاہیے۔ اُس نے مجھے اپنی پریشانی کی کوئی خاص وجہ نہیں بتائی۔ تاہم اُس کی باتیں سن کر میں نے یہ محسوس کیا تھا کہ اب میرا زیادہ دیر یہاں ٹھہرنا خطرے سے خالی نہیں۔

ماہ بانو پریشان سی ہو کر اُس کی طرف دیکھنے لگی۔ تہ خانے میں کچھ دیر خاموشی چھائی رہی بالآخر سہیل نے کہا: بھائی جان! میں آپ کو اُن کے نوکر کی پریشانی کی وجہ بتا سکتا ہوں۔ کل شام تو راج کے آدمی اُن کے گاؤں میں آئے تھے اور وہ آپ کے نوکروں سے بھائی جان کے متعلق پوچھتے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بار بار یہاں آئیں گے اور اگر انہیں اس بات کا نہ ابھی شک ہو گیا کہ بھائی جان یہاں ہیں تو وہ انہیں سڑنگ کے راستے بھی یہاں سے نکلنے کا موقع نہیں دیں گے۔

ماہ بانو نے کہا: کاش وہ اپنی جان کے خطرے کو کوئی اہمیت دیتے۔ اگر تمہاری حالت ٹھیک رہتی تو میں انہیں یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیتی اور مجھے اس بات کی پروا نہ ہوتی کہ وہ ہمارے متعلق کیا خیال کرتے ہیں۔ تہ خانے میں تھوڑی دیر کے لئے خاموشی طاری ہو گئی۔ اس کے بعد ملکی سسکیوں کے درمیان سہیل کی آواز سنائی دی: "کاش میں مر گیا ہوتا۔"

ماہ بانو نے کہا: کاش حالات ایسے ہوتے کہ آپ کو جانے سے روک سکتے ہیں۔

آپ کا معاملہ مجھ سے مختلف ہے۔ اگر وہ مجھے پکڑ کر لے گئے تو بھی میں اس امید پر زندہ رہ سکوں گا کہ آپ کسی دن مجھے اُن کے قبضہ سے چھڑا کر لے جائیں گے لیکن اگر انہوں نے آپ کو قتل کر دیا تو میں ایک دن بھی زندہ نہیں رہوں گا۔ وہ کبھی منہ نہ بولنے، کبھی سسکیاں لینے اور کبھی آنسو بہانے کے بعد حسان کو جلد از جلد وہاں سے نکلنے کا وعدہ کرنے پر مجبور کر دیتا۔ لیکن کبھی ایک دن اور کبھی ایک پر بعد ہی حسان کو اس بات کا احساس ہونے لگتا کہ اُس کی قوتِ ارادی جواب دے چکی ہے۔

ایک صبح جب حسان کچھ دیر باہر گھومنے کے بعد واپس آیا تو تہ خانے کے قریب پہنچ کر اُسے سہیل اور ماہ بانو کی آوازیں سنائی دیں اور وہ آگے بڑھنے کی بجائے رگ کر اُن کی باتیں سننے لگا۔

ماہ بانو کہہ رہی تھی: دیکھو سہیل! تمہارا بھائی تمہیں اس حالت میں چھوڑ کر نہیں جائے گا۔ اگر میں ہزار بار بھی یہ کہوں کہ سہیل کو یہاں کوئی خطرہ نہیں تو بھی اُسے اطمینان نہیں ہوگا۔

سہیل نے جواب دیا: لیکن آپ انہیں سمجھا سکتی ہیں اگر آپ اُن سے صرف اتنا کہہ دیں کہ اُن کے جانے میں ہم سب کی بہتری ہے تو وہ مجھ جائیں گے۔

ماہ بانو نے جواب دیا: لیکن میں ڈرتی ہوں کہیں وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ ہمیں صرف اپنے بچاؤ کی فکر ہے۔

قد سے توقف کے بعد سہیل کی آواز سنائی دی: "بھائی جان آپ کے متعلق ایسی باتیں نہیں سچ سکتے لیکن آپ کو اُن سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھنی چاہیے کہ کل شام قتل کے آدمی اُن کے گاؤں میں آئے تھے اور وہ آپ کے نوکروں سے بھائی جان کے متعلق پوچھتے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بار بار یہاں آئیں گے اور اگر انہیں اس بات کا نہ ابھی شک ہو گیا کہ بھائی جان یہاں ہیں تو وہ انہیں سڑنگ کے راستے بھی یہاں سے نکلنے کا موقع نہیں دیں گے۔"

ماہ بانو نے کہا: کاش وہ اپنی جان کے خطرے کو کوئی اہمیت دیتے۔ اگر تمہاری حالت ٹھیک رہتی تو میں انہیں یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیتی اور مجھے اس بات کی پروا نہ ہوتی کہ وہ ہمارے متعلق کیا خیال کرتے ہیں۔ تہ خانے میں تھوڑی دیر کے لئے خاموشی طاری ہو گئی۔ اس کے بعد ملکی سسکیوں کے درمیان سہیل کی آواز سنائی دی: "کاش میں مر گیا ہوتا۔"

مجھ سکتی ہوں کہ اس حالت میں سہیل سے جدا ہونا آپ کے لئے کتنا تکلیف دہ ہوگا لیکن اگر میرے افعال سے آپ کی تسلی ہو سکتی ہے تو میں یہ وعدہ کرتی ہوں کہ جب تک اس گھر کی دیواریں اپنی جگہ کھڑی ہیں آپ کے بھائی کا بال بیکا نہیں ہوگا۔

رات کے وقت ماہ بانو نے حسان کا بازو بھنجوڑ کر اُسے گہری نیند سے بیدار کیا۔ اُس نے بدحواس ہو کر آنکھیں کھولیں اور بستر سے کود کر کھڑا ہو گیا۔ ماہ بانو نے دبی اور سہی ہوئی آواز میں کہا۔ "وہ آگئے ہیں۔ وہ دروازے سے باہر کھڑے ہیں آپ فوراً تیار ہو جائیں! آبا جان یہ معلوم کرنے گئے ہیں کہ وہ کس نیت سے آئے ہیں؟ وہ مجھے یہ کہہ گئے ہیں کہ میں آپ کو سڑنگ سے باہر بیچا دوں۔ حسان جو ابھی سکتے کی حالت میں اُس کی طرف دیکھ رہا تھا، بولا "اگر وہ اس وقت آئے ہیں تو ان کی نیت ٹھیک نہیں ہو سکتی۔ میری تلوار کہاں ہے؟"

ماہ بانو نے جواب دیا۔ "آپ کا سارا سامان باہر نوکر کے پاس ہے۔ آبا جان نے آپ کے لئے ایک خود بھی باہر بھجوا دیا تھا۔ حسان جلدی سے عوز سے پہن کر سڑنگ کا راستہ کھولنے لگا اور ماہ بانو نے چراغ اٹھا لیا۔ پھر چند ثانیے وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ اس کے بعد دونوں کی نگاہیں سہیل پر مرکوز ہو گئیں۔ سہیل ہلکے ہلکے خراٹے لے رہا تھا۔ ماہ بانو نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا۔ "اے بھائیوں؟"

"نہیں۔ حسان یہ کہہ کر آگے بڑھا اور سہیل کی پیشانی پر بوسہ دینے کے بعد ماہ بانو کے ہاتھ سے چراغ لے کر سڑنگ کے اندر داخل ہو گیا۔ وہ اُس کے پیچھے چل پڑی چند قدم چلنے کے بعد اُس نے مڑ کر ماہ بانو کی طرف دیکھا اور کہا۔ "اب آپ کو میرے ساتھ آنے کی ضرورت نہیں آپ واپس جا کر سڑنگ کا راستہ بند کر لیں اور جب سہیل بیدار ہوا تو اُسے تسلی دینے کی کوشش کریں۔ ماہ بانو نے کہا۔ "آپ میری فکر نہ کریں۔ جیوی کا دروازہ اس قدر مضبوط ہے کہ اگر وہ حملہ کریں تو بھی کم از کم صبح تک ہمارے آدمی انہیں روک سکتے ہیں ہم باہر نکل کر بلا خانے کے دیچے سے آبا جان

کے اشارے کا انتظار کریں گے۔ اگر انہوں نے آپ کے لئے کوئی خطرہ محسوس کیا تو وہ درپچے میں چراغ رکھ دیں گے۔ ورنہ تھوڑی دیر تک کوئی نوکر ہمارے پاس پہنچ جائے گا۔"

حسان کچھ کہے بغیر آگے چل دیا۔ سڑنگ کے آخری سرے پر پہنچ کر حسان نے جتا ہوا چراغ نیچے کھنکھایا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سڑنگ سے باہر چاند کی روشنی میں کھڑے تھے۔ ان کے دل دھڑک رہے تھے۔ ان کی زبانیں خاموش تھیں اور ان کی نگاہوں میں پیاسی رُحوں کی فریاد تھی۔ پھر انہوں نے غیر شعوری طور پر ایک دوسرے کا ہاتھ تھام لیا اور جنگل کی خاموش فضا اچانک نعروں سے بھر پڑی ہو گئی۔ ایک ثانیے کے لئے وہ سڑت کے آسمان کی بلندیوں میں پرواز کر رہے تھے اور ایک لمحہ کے لئے وہ غم کی آکھاد گہرائیوں میں ڈوب رہے تھے۔ پھر اچانک انہوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ چھوڑ دیا اور جنگل کی فضا نعروں کی بجائے سسکیوں سے بھر پڑی ہو گئی۔

حسان نے کہا۔ "آپ یہیں ٹھہریں۔ میں نوکر کو جگا کر ابھی واپس آتا ہوں۔" ماہ بانو کے کہا۔ "جائے، لیکن مجھے یقین ہے کہ نوکر جاگ رہا ہوگا پھر بھی اُسے خبردار کرنا ضروری ہے۔" حسان وہاں سے چل دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو وہ تیر و مکان اور تلوار سے مسلح تھا۔ ماہ بانو کے قریب پہنچ کر اُس نے کہا۔ "آپ کا خیال درست تھا۔ اچھے آپ کے نوکر کو جگانے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔" ماہ بانو نے کہا۔ "وہ اکیلا نہیں جنگل میں ایک اور نوکر میرے رہے رہا ہے۔ لوہان دونوں کو میٹھو ہے کہ اگر ان میں سے کوئی رات کے وقت سو گیا تو دوسرا اُسے جگانے کی بجائے قتل کر دے گا۔ آبا جان کا یہی حکم ہے۔"

کچھ دیر دونوں خاموش رہے۔ باآخرا ماہ بانو نے کہا۔ "عجیب بات ہے کہ جب تک آپ سفر کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے، میں یہ دعا کیا کرتی تھی کہ آپ چلے جائیں۔ مجھے ہمیشہ اس بات کا خوف رہا تھا کہ آپ کی زندگی خطرے میں ہے لیکن اب میری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ کاش آپ ایک دن اور ٹھہر سکتے۔"

حسان نے کہا۔ "یہاں سے خہشت ہونا میری زندگی کی سب سے بڑی آرزو ہے۔"

ہوتی کہ میں جو چاہوں پسند کروں اور جو چاہوں ٹھکرا دوں تو میں کسی توقف کے بغیر آپ کا ہاتھ پکڑ لیتی۔ اور یہ کہتی یہ وہ ہیں جنہیں میں ایک انسان کی حیثیت سے جانتی ہوں اگر ان کے دل میں میرے لئے کوئی جگہ ہے تو میں صحراؤں کی خاک کو سونے کے محل پر ترجیح دوں گی لیکن ہم دونوں یکساں مجبور اور یکساں بے بس ہیں اور اگر ہمیں ایک دوسرے کو جاننے اور سمجھنے کا موقع ملتا ہے تو محض ایک عاشق ہے۔ حسان نے کہا: "میں صرف یہ جانتا چاہتا تھا کہ آپ مجھے بھول نہیں جائیں گی۔"

"آپ جانتے ہیں کہ میں آپ کو بھول نہیں سکوں گی۔ مجھے ہمیشہ آپ کا انتظار رہے گا۔" ماہ بانو نے یہ کہہ کر سر جھکا دیا اور جنگلی میں تھوڑی دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔ بالآخر حسان نے کہا: اب کافی دیر ہو گئی ہے۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ اس وقت آپ کے مکان کے دروازے پر کیا ہو رہا ہے۔ آپ کے ابا جان نے ابھی تک اطلاع کیوں نہیں دی۔"

ماہ بانو نے کہا: اگر انہیں خطرہ محسوس ہوتا تو وہ یقیناً آپ کو اطلاع دیتے۔"

حسان نے کہا: "ایسی اطلاع مجھے اسی صورت میں ملے گی جب کہ ابا جان مکان پر حملے کا خطرہ محسوس کریں گے۔"

ماہ بانو نے جواب دیا: "آپ کو پریشانی نہیں ہونا چاہیے۔ مجھے امید ہے کہ آپ کو بھاگنے کا موقع مل جائے گا۔"

حسان بولا: "اگر یہ صورت ہوئی تو میں بھاگنا پسند نہیں کروں گا۔ میں صرف اس اطمینان کے ساتھ یہاں سے جاسکتا ہوں کہ اس گھر کی حفاظت کسے نے میری ضرورت باقی نہیں رہی، آپ واپس چلی جائیں، میں دروازے کی طرف جا کر تہہ کرتا ہوں۔"

"نہیں نہیں۔" ماہ بانو نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا: "آپ اس طرف نہیں جاسکتے۔ کچھ دیر اور اطلاع نہ ملے تو ہم نوکر کو بھیج کر تہہ کریں گے۔ مجھے آپ کی بہادری پر کبھی شک نہیں ہو سکتا لیکن آپ کو سہیل کا خیال کرنا چاہیے۔" حسان کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن ماہ بانو نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کر دیا۔ درختوں کے نیچے کسی کے پاؤں کی آہٹ سنانی حسان نے تیر نکال کر مکان پر چڑھ لیا۔

ماہ بانو نے کہا: "مجھے معلوم ہے کہ سہیل آپ کو کتنا عزیز ہے لیکن کاش وہ آپ کا سہارے سکتا۔" حسان نے کہا: "اگر سہیل میرا ساتھ دے سکتا تو بھی یہاں سے بھست جوتے وقت میرے لحاظات ہی ہوتے۔ مجھے یہ بات انتہائی صبر آزما محسوس ہوتی تھی کہ آپ کے نوکر کسی دن اچانک مجھے جگا کر بھاگ نکلنے کے لئے کہیں گے اور مجھے آپ کو الوداع کہنے کا بھی موقع نہیں ملے گا۔ میں یہ سوچا کرتا تھا کہ اگر بھست کے وقت مجھے آپ کے سامنے ایک لمحہ کے لئے زبان کھولنے کا موقع مل گیا تو میں کسی شرم یا خوف کے بغیر آپ سے وہ باتیں کہہ دوں گا جو اس جگہ ساری عمر گزار دینے کے بعد بھی میری زبان پر نہ آ سکتیں لیکن جبکہ آپ میرے سامنے کھڑی ہیں تو مجھے کچھ کہنے کی خواہش بھی ایک مذاق معلوم ہوتی ہے۔ ماہ بانو! آپ مجھے دیرمیان کوئی پیار اور کوئی صحرا جائل ہو جائیں گے تو میری بے مقصد زندگی کا کوئی لمحہ آپ کے تصور سے خالی نہیں ہو گا۔ میں بہروں آپ کی خیالی تصویروں کے ساتھ باتیں کیا کروں گا۔"

"آپ فرض کر لیجئے کہ میں یہاں نہیں ہوں۔" ماہ بانو یہ کہہ کر مسکرائی لیکن اچانک اس کے چہرے پر غم کے بادل چھا گئے اور اس کی چمکتی ہوئی آنکھیں آنسو آہستہ آہستہ آنسوؤں سے بھر پڑ گئیں لیکن حسان کچھ دیر خاموشی سے ماہ بانو کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے کہا: "مجھے سہیل کے لئے دوبارہ یہاں آنا پڑے گا لیکن اگر سہیل یہاں نہ ہوتا تو بھی چند ماہ یا چند برس بعد آپ کو دوبارہ دیکھنے کی ہوجویم سی امید میری زندگی کا سب سے بڑا سہارا ہوتی۔ میں ایک مفلس نادار اور بے بس انسان ہوں اور میرے مستقبل کے تمام راستے ایک مشتاک صحرائی دستوں میں گم ہو کر رہ گئے ہیں لیکن اگر میں دنیا کا سب سے بڑا فراندہ ہوتا اور مدائن اور قسطنطنیہ جیسے پُر رونق شہروں میں میرے لئے سونے اور چاندی کے محل تعمیر کئے جاتے تو بھی اس بستی میں گزرتے ہوئے لمحات کی یاد مجھے ہمیشہ بے چین رکھتی۔"

حسان کی بیباک نگاہیں ماہ بانو کے دل کی گہرائیوں میں اتر گئیں اور پھر یکایک ان کے دیرینہ دوست دیواریں منہدم ہو کر رگڑ گئیں اس نے لہجہ بھری آواز میں کہا: "آپ کو معلوم ہے کہ اگر اس وقت آپ کے مقابلے میں کوئی شہنشاہ کھڑا ہوتا تو مجھ سے یہ پوچھتا کہ تمہارے لئے سونے یا چاندی کے محل بہتر ہیں یا تمہاری مفلس اور نادار آدمی کے ساتھ صحراؤں کی خاک چھانا پسند کرتی ہو اور پھر مجھے اس بات کی آزادی

ماہ بانو نے پوچھا: اب وہ چلے گئے ہیں؟

”کون! وہ سپاہی؟ نہیں وہ صبح تک یہیں رہیں گے۔ وہ راستہ بھول کر ہماری بستی سے اگے نکل گئے تھے اور کافی خوار ہونے کے بعد یہاں پہنچے ہیں۔ وہ اس قدر تھکے ہوئے تھے کہ آقا سے باتیں کرتے وقت بھی انہیں نیند آرہی تھی۔“ ماہ بانو نے حسان کی طرف دیکھا اور کہا: ”چلیے!“

حسان نے جواب دیا: ”میرے خیال میں اب بہتر یہی ہے کہ میں رخصت ہو جاؤں۔“ کاؤس نے کہا: ”نہیں نہیں! اب آپ نہیں جاسکتے۔ آقا نے مجھے آپ کو بلانے کے لئے بھیجا ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ آپ زرخیت سے مل کر جائیں۔ وہ کل یہاں پہنچ جائے گا۔“

حسان نے مذہب سا ہو کر ماہ بانو کی طرف دیکھا اور وہ کسی توقف کے بغیر کاؤس سے مخاطب ہو کر بولی: ”یہ آج نہیں جائیں گے۔ اب تم گھوڑے کے محافظ کے پاس جاؤ اور اسے یہ کہو کہ وہ ان کا انتظار نہ کرے۔“

”بہت اچھا، لیکن آپ سڑنگ کا دروازہ بند کر لیں میں باہر سے ٹیڑھی کا دروازہ کھولوں گا۔“

کاؤس یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا۔ ماہ بانو نے کہا: ”آئیے! اور حسان کچھ کہے بغیر اس کے ساتھ چل پڑا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سڑنگ کے اندر داخل ہوئے۔ ماہ بانو نے دروازہ بند کرنے کے بعد چراغ کی روشنی میں حسان کی طرف دیکھا اور کہا: ”آپ اسی وقت جانا چاہتے تھے؟“

”نہیں۔“ اس نے سر جھٹکاتے ہوئے جواب دیا۔ ”یہ میرے دل کی آواز نہ تھی۔ میں صرف ایک اور امتحان سے بچنا چاہتا تھا۔“

ماہ بانو نے کہا: ”کل شاید مجھے آپ کو الوداع کہنے کا موقع نہ ملے لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ ہماری آخری ملاقات نہیں ہوگی۔ اس روز جب آپ اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہوئے تھے تو آبا جان اس بات سے سخت پریشان تھے کہ میں نے آپ کو گاؤں کے حالات سے خبردار نہیں کیا وہ بار بار یہ کہتے تھے کہ ہم اس نوجوان کو شاید دوبارہ نہ دیکھ سکیں لیکن میں اس دن بھی اپنے دل میں یہ تسکین

اور جھکی ہوئی شاخوں کے نیچے گھسٹوں کے بل ہو کر اس طرف بھاگنے لگا۔ پھر وہ جلدی سے اٹھا اور پیچھے ہٹ کر ماہ بانو سے مخاطب ہوا۔ ”کاؤس ہے اور شاید ہمیں تلاش کر رہا ہے۔ اس کی چال سے معلوم ہوتا ہے کہ اب خطرہ مل چکا ہے۔“

کاؤس نے دبی زبان میں ماہ بانو کو آواز دی اور وہ دونوں درختوں کی اوٹ سے باہر نکل آئے۔ کاؤس نے شکایت کے لہجے میں کہا: ”آپ کو سڑنگ کے قریب رہنا چاہیئے تھا کہ آپ کہاں غائب ہو گئے۔ اب آپ اندر تشریف لے جائیں۔ اگر پہریدار حماقت نہ کرتے تو ہمیں اس قدر پریشانی نہ ہوتی۔“ ماہ بانو نے پوچھا: ”تمہارا مطلب ہے کہ پہریداروں نے ہمیں یہی پریشان کیا ہے؟“

کاؤس نے جواب دیا: ”انہوں نے دروازے سے باہر گھوڑوں کی ٹاپ مٹی اور یہ سمجھ لیا کہ وہ قوج کے آدمی ہیں اور جب انہوں نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو پہریداروں نے جواب دینے کی بجائے دوسرے نوکرانوں کو جگانا ضروری سمجھا۔ میری یقوتی یہ تھی کہ میں نے سوچے سمجھے بغیر بھاگ کر آقا کو جگانا دیا اور جب ہمارے آقا غصے کی حالت میں دروازے پر پہنچے تو یہ چلا کہ وہ ملائ کے سپاہی ہیں اور وہاں سے آپ کے بھائی کے ساتھ آئے ہیں۔“

”بھائی جان آگئے ہیں؟“ ماہ بانو نے اپنے دل میں سترت کی دھڑکنیں محسوس کرتے ہوئے سوال کیا۔ کاؤس نے جواب دیا: ”نہیں وہ کل آئیں گے۔ وہ ہنز کے نام کسی بڑے آدمی کا خط لیکر آئے تھے۔ دیر بعد کرنے کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ ہنز جو اس علاقے کا دورہ کر رہا ہے۔ آج قوج کی بستی میں پہنچ چکا ہے۔ چنانچہ وہ گھرانے کی بجائے سیدھے اس کے پاس چلے گئے تھے۔ زرخیت جو خط لایا تھا اس کا ہنز پر یہ اثر ہوا ہے کہ اس نے اسے اپنے پاس ٹھہرایا ہے۔ زرخیت کے ساتھ قوج کے دو اور آدمی آئے تھے۔ وہ اسی علاقے کے باشندے ہیں اور ان کا گاؤں یہاں سے ایک منزل دور ہے۔ زرخیت نے انہیں اپنے ساتھ ٹھہرانے کی بجائے ہمارے پاس بھیج دیا ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہنز چاہے تو آپ کے بھائی کے ساتھ انتہائی رحمت کے ساتھ پیش آیا تھا لیکن سپہ سالار کا خط پڑھنے کے بعد ان کا دل اچانک بدل گیا۔“

محسوس کرتی تھی کہ آپ ضرور آئیں گے۔ میرے لئے یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ آپ کو اپنے گاؤں میں قہم رکھنے کے بعد کن حالات کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن اس کے باوجود مجھے یہ بات ناقابل یقین محسوس ہوتی تھی کہ ہم ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے سے جدا ہو چکے ہیں۔

انہوں نے کہا: اگر اُس دن میں اپنا اچھا بھلا گھر دیکھنے کے بعد قہم کے گاؤں کا رخ نہ کرتا اور پھر قہم کو قتل کرنے کے بعد آپ کے ہاں پناہ لینے پر مجبور نہ ہو جاتا تو آج آپ کو شاید میرے قتل سے بچنے کی بھی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ ماہ بانو! اگر آج میں تمہاری آنکھوں میں آنسو نہ دیکھتا تو مجھے یہ کہنے کی جرأت نہ ہوتی کہ میری باقی زندگی کا کوئی لمحہ تمہاری یاد سے خالی نہیں ہوگا لیکن میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ چند ماہ یا چند برس بعد جب تم ماضی کے متعلق سوچو گی تو تمہیں یہ اقلات ایک مذاق معلوم ہوں گے۔

”نہیں نہیں! ماہ بانو نے سراپا احتجاج بن کر کہا: ”یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔“ اور پھر اپنا لڑتا ہوا ہاتھ حسان کے کندھے پر رکھ دیا۔

حسان نے کرب انگیز بھیجے میں کہا: ”ماہ بانو! میں تمہارا شکر گزار ہوں لیکن کاش تم اس قدر رحمدل نہ ہوتیں اور مجھے یہ احساس دلانے کی کوشش نہ کرتیں کہ میں ایک غریب کسان کا بیٹا ہوں۔ جس کی زندگی کے تمام راستے دیوانوں میں گم ہو کر رہ جاتے ہیں۔ میں یہ وعدہ کر سکتا ہوں کہ یہ پیرانے تمہاری یاد سے آباد رہیں گے۔ مجھے یہ کہنے میں بھی تاثر نہیں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں لیکن میری محبت کا دائرہ مستقبل کی آرزوؤں اور امیدوں سے خالی رہے گا۔“

ماہ بانو نے کہا: ”لیکن میں مستقبل سے مایوس نہیں ہوں۔“ حسان نے جواب دیا: ”ماہ بانو! تم قباد کی بیٹی ہو۔ تمہارے مستقبل کے راستے صحرا کے جھونپڑوں کی طرف نہیں بلکہ پُر رونق شہروں کے مرمریں دیوانوں کی طرف جاتے ہیں۔“

ماہ بانو نے کہا: ”مستقبل سے میرا مطلب ہم دونوں کا مستقبل تھا۔“

”نہیں نہیں! حسان نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا: ”میں اپنی سیاہ بختی میں تمہیں حصہ دار نہیں بناؤں گا۔“

ماہ بانو کے چہرے پر اچانک اُداسی چھا گئی اور اُس نے اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا لیا۔ چند ثانیے سُرنگ کے اندر اُن کے گہرے سانس اور دل کی دھڑکنوں کے سوا کوئی آواز نہ تھی۔ بالآخر حسان نے کہا: ”ماہ بانو! اگر تم قباد کی بیٹی اور جہاں داد کی بہن نہ ہوتیں اور میرے دل میں تمہارے لئے شکر اور حسرت کی جذبات اس قدر شدید نہ ہوتے تو بھی میں یہی کہتا کہ ہم مختلف راستوں پر چلنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔“

ماہ بانو نے جواب دیا: ”آپ کو یقین ہے کہ اب ہماری زندگی میں کوئی ایسا لمحہ بھی آ سکتا ہے جب ہمیں ایک دوسرے کی رفاقت کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی؟“

حسان نے غور سے ماہ بانو کی طرف دیکھا اور وہ جذبات جنہیں وہ اپنے دل کی گہرائیوں میں چھپانے کی کوشش کر رہا تھا، ایک سیلاب کی طرح پھوٹ نکلے۔ اُس نے لڑتی ہوئی آواز میں کہا: ”ماہ بانو! کیا میرا یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں؟ میری بات خود سے سنو! اگر مجھے یہ یقین ہو کہ اس سُرنگ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچنے میں میری زندگی کا تمام سفر ختم ہو جائے گا اور اس سے باہر میں ہمیشہ کے لئے زندہ ہو سکتا ہوں تو میں تمہارے ساتھ چند لمحات کی رفاقت کو ایک لمحے کی حیات پر ترجیح دیتا۔ میں۔۔۔۔۔“

ماہ بانو نے جلدی سے اپنی خوبصورت انگلیاں اُس کے ہونٹوں پر رکھ دیں اور کہا: ”حسان تمہیں اس سے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ میں صرف یہ جانا چاہتی تھی کہ تم کسی دن قباد کی بیٹی اور جہان داد کی بہن کا مذاق نہیں اُڑاؤ گے۔ میں تمہارا انتظار کر دوں گی۔ میں اس امید کے ساتھ تمہارا انتظار کر دوں گی کہ تم ہمیشہ میرے تھے۔ مجھے ہمیشہ اس بات پر فخر ہے کہ اس ملک کا ایک بہادر اور شریف انسان مجھ سے محبت کرتا تھا۔“

حسان نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہونٹوں کے ساتھ پوسٹ کیا اور چند ثانیے بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ پھر اُس نے بھڑائی ہوئی آواز میں کہا: ”ماہ بانو! میرا خیال تھا کہ میں اپنے دل کو فریب دے رہا ہوں۔ لیکن اگر مجھ جیسے بے بس انسان کی محبت کا انعام بھی محبت ہو سکتی ہے تو میں تمہیں یقین دلا سکتا ہوں کہ اس دنیا کا کوئی پہلا صحرا، سمندر، ہمارے درمیان حائل نہیں ہو سکے گا۔“

حسان مسکرا رہا تھا اور اُس آنکھوں میں آنسو چھپک رہے تھے۔ ماہ بانو نے جھک کر پرچا

اٹھاتے ہوئے کہا: چلئے!

حسان کچھ کہے بغیر اُس کے ساتھ چل دیا۔ باقی راستہ انہوں نے کوئی بات نہ کی۔ اور انہیں کوئی بات کرنے کی ضرورت بھی نہ تھی۔ وہ تہہ خانے میں داخل ہوئے تو سہیل ابھی تک گہری نیند سو رہا تھا۔ حسان نے سرنگ کا راستہ بند کیا اور ماہ بانو چراغ طلاچے میں رکھنے کے بعد سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔ دروازے کے قریب پہنچ کر رُکی۔ پھر اُس نے مُڑ کر دیکھا، مُسکرائی اور غائب ہو گئی۔ حسان بستر پر گر پڑا اور پھر دیر تک یہ دلفریب مُسکراہٹ اُس کی نگاہوں کے سامنے رقص کرتی رہی۔



جب حسان کی آنکھ کھلی تو سہیل اپنے بستر پر بیٹھا اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اُس نے کہا: ”بھائی جان! میرا بخار ٹوٹ چکا ہے۔“

حسان نے محبت بھری نگاہوں سے اپنے بھائی کی طرف دیکھا اور اُٹھ کر بیٹھے ہوئے اپنے ہاتھ پھیلا دئے سہیل اُٹھ کر آگے بڑھا اور حسان نے اُسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا: ”سہیل! میں آج رات یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا اور اس مرتبہ شاید میں اپنا ارادہ تبدیل نہ کر سکوں۔“

”مجھے معلوم ہے۔ ماہ بانو نے مجھے بتایا ہے کہ اگر شام تک مجھے دوبارہ بخار نہ ہو گیا تو آپ ضرور روانہ ہو جائیں گے اور مجھے یقین ہے کہ مجھے بخار نہیں ہوگا۔“

”وہ یہاں آئی تھیں؟“

”ہاں بھائی جان اور اُن کے ساتھ اُن کا بھائی بھی تھا۔ آپ سو رہے تھے، میں آپ کو جگانے لگا تھا لیکن انہوں نے منع کر دیا تھا۔ ماہ بانو کے بھائی نے کہا تھا کہ میں تھوڑی دیر بعد پھر آؤں گا۔ آج آپ بہت دیر تک سوئے ہیں۔ ماہ بانو کے بھائی نے مجھ سے پوچھا تھا کہ تو رُج کیسے قتل ہوا تھا اور جب میں نے سارا واقعہ بتایا تو بہت خوش ہوئے تھے۔ ماہ بانو کی طرح وہ بھی مجھے تسلی دیتے تھے کہ آپ کی غیر حاضری میں مجھے اس جگہ کوئی خطرہ نہیں وہ بالکل اپنی بہن کی طرح ہیں۔ شاید وہ آ رہے ہیں سہیل یہ کہہ کر ایک طرف بٹ گیا اور سیڑھی کی طرف دیکھنے لگا۔ قدموں کی آہٹ نے حسان کو بھی اس طرف متوجہ کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد زرنجخت کمرے میں داخل ہوا اور حسان اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ زرنجخت نے اتہلی بیٹے کے ساتھ آگے بڑھ کر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور کہا: ”میرا نام زرنجخت ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ ہم بہت حد تک ایک دوسرے کے ساتھ متعارف ہو چکے ہیں۔ میرے نزدیک جہاں داد کے دوست کا درجہ بڑے بھائی سے کم نہیں۔“

”تشریف رکھئے! حسان نے کہا۔“

زرنجخت سہیل کے بستر پر بیٹھ گیا اور حسان اور سہیل اُس کے سامنے دوسرے بستر پر بیٹھ گئے۔ زرنجخت ایک خوش وضع نوجوان تھا اور اُس کے چہرے پر پہلی نگاہ ڈالنے کے بعد حسان کا تاثر یہ تھا کہ اگر اُن کی ملاقات کسی دور افتادہ مقام پر ہوتی تو بھی اُس کے دل کی دھڑکنیں اس بات کی گواہی دیتیں کہ وہ جہاں داد کے بھائی کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

زرنجخت نے کہا: ”میں آپ کے متعلق سُنتے ہی یہاں آیا تھا لیکن آپ سو رہے تھے، میری بہن نے مجھے بتایا تھا کہ آپ ساری رات بے آرامی میں گزاری ہے، اس لئے میں نے آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ اب آپ ناشتا کر لیں میں اتنی دیر میں گاؤں کا چکر لگا کر واپس آ جاؤں گا اس کے بعد ہم سارا دن بھائی جان کے متعلق باتیں کریں گے۔ ملاقات میں مجھے کئی آدمی ملے تھے جو جنگ کے ایام میں بھائی جان کے ساتھ تھے۔ لیکن وہ مجھے اس سوال کا جواب نہیں دے سکے کہ ارمیاء کی جنگ کے بعد اُن پر کیا گزری تھی۔ وہ بھائی جان کے ایک غریب دوست کی بہادری کا بھی اعتراف کرتے تھے لیکن ارمیاء کی جنگ کے بعد وہ بھی اُن کے ساتھ کہیں غائب ہو گیا تھا۔ اب آپ آگئے ہیں اور میں آپ کی زبان سے ساری داستان سنا چاہتا ہوں۔ میں بہت جلد واپس آ جاؤں گا۔“

زرنجخت یہ کہہ کر اُٹھنے لگا لیکن حسان نے اُسے ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہوئے کہا: ”ٹھہریئے! آپ نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ ہرگز آپ کے ساتھ کس طرح پیش آیا تھا۔ گزشتہ رات میں دیر سے سونے کی ایک جگہ یہ بھی تھی کہ آپ ایک ظالم انسان کے مہمان تھے۔“

زرنجخت نے جواب دیا: ”ہرگز اب ہم پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت نہیں کرے گا۔ اُس کے نزدیک

سپہ سالار کے خط کی حیثیت شاہی فرمان سے کم نہ تھی۔ اُس نے وعدہ کیا ہے کہ ہماری ساری جائیداد اگر اکر کر دی جائے گی۔

حسان نے پوچھا: آپ کو یقین ہے کہ آئندہ اُس کے طرز عمل میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی؟
 زنجبخت نے جواب دیا: آبا جان اُسے قطعاً قابلِ اعتماد نہیں سمجھتے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ جب تک موجودہ سپہ سالار تبدیل نہیں ہوتا تو وہ ہم سے ساتھ بڑائی کی عزت نہیں کریگا۔ ہرگز نہ ہم پر اُس وقت نیابتی کی تھی جب اُسے اس بات کا یقین تھا کہ مدائن کے اونچے اہل انواروں تک ہماری فریاد نہیں پہنچ سکتی۔ لیکن مدائن میں شہنشاہ کے محافظ شکر کا سالار آبا جان کو اپنا بڑا بھائی سمجھتا ہے وہ آبا جان کا خط دیکھتے ہی اچھے اپنے ایک دوست کے پاس لے گیا جو لایہ کی جنگ میں حصہ لے چکا تھا اور بھائی جان کو اچھی طرح جانتا تھا۔ پھر یہ دونوں مجھے سپہ سالار کے پاس لے گئے اور انہوں نے ہرگز کے نام خط لکھ کر میرے حوالے کرتے ہوئے کہا: عام حالات میں میں ہرگز کے نام ایسا خط نہ لکھتا۔ مجھے معلوم ہے کہ ایران کا کوئی سردار اُس سے زیادہ غمخیز اور غمزدہ نہیں لیکن ہرگز کا علاقہ عرب کی سرحد سے ملتا ہے اور وہاں ایک ایسا انقلاب رونما ہو چکا ہے جس کے اثرات فرات کی زرخیز زمین تک پہنچ سکتے ہیں وہ اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہو سکتا کہ عربی سلطنت کی سرحدوں پر چند کامیاب حملے کر چکے ہیں۔ چنانچہ میں نے اُسے شہر دیا ہے کہ موجودہ حالات میں اُسے ان لوگوں کا تعاون حاصل کرنا چاہیے جو کسی خطرے کے وقت ہمارے کام آسکتے ہیں۔ میں نے تمہارے بھائی کی خدایات کا بھی ذکر کیا ہے۔ میں نے اشارہ اُسے یہ بھانے کی کوشش بھی کی ہے کہ مدائن کے کسی بااثر لوگ بالخصوص فوج کے وہ افسر جو دم کے خلاف جنگوں میں حصہ لے چکے ہیں بھانڈاؤ کے باپ پر تمہاری طرف سے کوئی سختی پسند نہیں کریں گے۔ ممکن ہے کہ میرے خط سے اُس کے بدیہ میں کوئی نرمی آجائے۔ لیکن اگر تم یہ دیکھو کہ اُس کا رویہ تبدیل نہیں ہوا تو میرا مشورہ یہی ہے کہ تم اُس کے ساتھ کبھی بجائے اپنے باپ کو مدائن لے آؤ۔ مدائن سے مدافعت ہوتے وقت میرا خیال یہی تھا کہ ہرگز جیسا بد مزاج آدمی سپہ سالار کے خط سے متاثر نہیں ہوگا اور جب تک میں شاہی محل کا دروازہ کھٹکھٹانے کے قابل نہیں ہوتا، ہماری پریشانیوں کی طرح رہیں گی لیکن ہرگز پر اس خط کا جو اثر ہوا وہ

میری توقع سے کہیں زیادہ تھا۔ وہ چاہنے کے لئے بیتاب تھا کہ مدائن کے دربار میں کتنے امراء ہمارے طرفدار ہیں لیکن میں نے اُسے یہ نہیں بتایا کہ میں کس لوگوں کے وسیلے سے سپہ سالار تک پہنچا ہوں کیونکہ میں یہ جانتا تھا کہ ایک یا دو آدمیوں کو فوج سے بھلا دیا اُس کے لئے کوئی بڑی بات نہیں نہیں۔ اُس نے مجھ سے یہ بھی پوچھا تھا کہ تم سپہ سالار کے پاس جانے کی بجائے سیدھے میرے پاس کیوں نہ آئے۔ میں نے اُسے جواب دیا کہ میں آپ کے ڈر تھا۔ پھر اُس نے پوچھا: تم مجھے ظالم سمجھتے ہو؟ میں نے جواب دیا: اگر میں آپ کو ظالم سمجھتا تو سپہ سالار کا خط لے کر بھی آپ کے پاس نہ آتا۔ لیکن ڈر تھا کہ شاید میں آپ تک رسائی حاصل نہ کر سکوں۔

حسان نے کہا: میں خوش ہوں کہ آپ اُس سے مطمئن ہو کر آئے ہیں۔

زنجبخت نے جواب دیا: مجھے صرف یہ اطمینان ہے کہ آبا جان کچھ عرصہ آرام سے یہاں رہ سکیں گے۔ لیکن مجھے یہ خوش فہمی بھی نہیں ہو سکتی کہ ہرگز جیسا انسان اپنی سرشت بدل سکتا ہے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ مجھے فوج میں ترقی کرنے کا موقع مل جائے اور اس کے بعد انہیں اپنے پاس لے جاؤں اس وقت میری حیثیت ایسی نہیں کہ مدائن میں اُن کے لئے کوئی اچھا سا مکان بھی حاصل کر سکوں پھر مجھے یہ بھی ڈر تھا کہ ہرگز کی دشمنی مول لینے کے بعد ہم اول تو اپنا گناؤں چھوڑ کر نہیں جاسکتے اور اگر ہم چھپ کر جاگنے کی کوشش بھی کریں تو بھی کسریٰ کی سلطنت کا کوئی گوشہ ہمارے لئے محفوظ نہیں ہوگا اور یہاں پہنچ کر جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ تورج کے قاتل آپ ہیں اور آپ کے چھوٹے بھائی کو کچھ دن اور یہاں رہنا پڑے گا تو میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ موجودہ حالات میں ہرگز کے ساتھ مصالحت کرنے کے سوا ہمارے لئے کوئی چارہ نہ تھا۔ اب اُس کے آدمی ہمارے گھر کا رخ نہیں کریں گے۔ میں ایک ہفتہ یہاں ٹھہرنا لیکن اگلے مہینے پھر دو چار دن کے لئے گھر آنے کی کوشش کروں گا۔ اس عرصہ میں اگر آپ واپس آکر سہیل کو یہاں سے لے نہ گئے اور میں نے اس کے لئے کوئی خطرہ محسوس کیا تو میں اُسے مدائن لے جاؤں گا۔ وہاں اس کی تعلیم و تربیت کا انتظام بھی ہو سکے اور ممکن ہے کہ بڑا ہو کر فوج کوئی اچھا عہدہ حاصل کرنے کے قابل ہو جائے اور پھر کسی روز آپ بھی محسوس کریں کہ مدائن کے

حالات آپ کے لئے بھی ناسازگار نہیں ہیں۔“

حسان نے کہا: اگر سہیل سفر کے قابل ہوتا تو میں آپ کو تکلیف دینا پسند نہ کرتا لیکن اب میرے لئے تنہا جانا ایک مجبوری ہے۔ بہر حال آپ کے متعلق زیادہ اطمینان محسوس کرتا ہوں۔“

آبا جان اس بات سے ناراض ہیں کہ میں نے ان کے بدترین دشمن کے ساتھ مصالحت کر لی ہے۔ لیکن موجودہ حالات میں میرے لئے اس کے سوا اور کوئی راستہ نہ تھا۔ اگر وہ میری غیر حاضری میں آپ کو بلا لیں تو آپ انہیں سمجھانے کی کوشش کریں۔“

زرنجبت یہ کہہ کر اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

ایک ساعت بعد حسان قباد اور زرنجبت کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھا ہوا تھا۔ سہیل نقابت بلیوٹ اوپر نہ آ سکا۔ اس لئے اس کا کھانا نیچے بھیج دیا گیا تھا اور ماہ بانو بھی اس کا جی بھلانے کے لئے نیچے جا چکی تھی۔ حسان پہلی مرتبہ قباد کے چہرے پر اطمینان کی جھلک دیکھ رہا تھا۔ وہ اس بات سے خوش تھا کہ مدائن میں زرنجبت کی کارگزاری نے حالات کا رخ بدل دیا ہے اور ہرمز جیسا سفاک آدمی اپنی روش تبدیل کرنے پر مجبور ہو گیا ہے لیکن اسے اس بات کا ملال تھا کہ شہنشاہ کے دربار میں اس کے خلاف آواز بلند کرنے کی بجائے صرف ایک نصیحت آئیر خط لکھنے پر اکتفا کیا ہے اور جب بحث کے دوران زرنجبت نے یہ کہا کہ اگر ہم ہرمز کو آئندہ کسی شکایت کا موقع نہ دیں تو وہ ہم پر کوئی زیادتی نہیں کرے گا تو قباد نے ہرمز کو جواب دیا۔

”زرنجبت ہم ایک بھڑے کی فطرت نہیں بدل سکتے۔ میں یہ مانتے کے لئے تیار ہوں کہ ہم بے بس ہیں لیکن یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ ہم اگر اپنی حالت پر قانع ہو جائیں اور ظلم کے خلاف آواز نہ اٹھائیں تو ہماری مصیبتیں ختم ہو جائیں گی اور وہ تلوار جو ہرمز نے سپہ سالار کے مشورہ پر نیام میں ڈال لی ہے چند دنوں میں ہفتوں یا مہینوں کے بعد دوبارہ ہمارے خلاف بے نیام نہیں ہوگی؟“

زرنجبت نے مضطرب ہو کر کہا: ”آبا جان! میں اس سے زیادہ کیا کر سکتا تھا؟“

”میں جانتا ہوں تم اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ مجھے یہ بھی توقع نہ تھی کہ تم اتنی جلدی سپہ سالار تک رسائی حاصل کر سکو گے، لیکن تمہیں اس بات کے مطمئن نہیں ہونا چاہیئے۔“

زرنجبت نے جواب دیا: ”میں قطعاً مطمئن نہیں ہوں آبا جان! لیکن میں اس تلخ حقیقت سے انکس نہیں بند نہیں کر سکتا کہ ہرمز ہمارا حاکم ہے اور اپنی تباہ شکایات کے باوجود موجودہ حالات میں ہم اس کا کچھ بگاڑ سکتے، اگر آپ یہاں رہنا چاہتے ہیں تو اس کی واحد صورت یہی ہے کہ ہم اس کا عتاب مول لینے کی کوشش نہ کریں اور اگر آپ مدائن جانا چاہیں تو بھی یہ ضروری ہے کہ ہم کوئی ایسی بات نہ کریں جس سے وہ ہمارا راستہ روکنے پر آمادہ ہو جائے۔ ہم کسی صورت میں بھی اس کے ساتھ جنگ نہیں کر سکتے۔ ہم بدقسمتی سے ایسے ملک باشندے ہیں جہاں طاقتور ہمیشہ صحیح اور کمزور ہمیشہ غلط ہوتے ہیں۔ آپ مجھے اس بات کا موقع دیں کہ میں مدائن کے دربار میں زبان کھولنے کے قابل ہو جاؤں پھر میں آپ کو یاس نہیں کروں گا۔“

زرنجبت یہ کہہ کر حسان سے مخاطب ہوا: ”آپ بتائیں اگر آپ میری جگہ ہوتے تو کیا کرتے؟“

حسان نے جواب دیا: ”مجھے معلوم نہیں کہ میں ان حالات میں کیا کرتا۔ تاہم میں آپ کی خبریاں سمجھ سکتا ہوں اور میرے خیال میں آپ کے لئے ہرمز کے ساتھ مصالحت کے سوا اور کوئی راستہ نہ تھا۔ اگر آپ ایک کمزور اور بے بس مہمان کی حیثیت اختیار کئے بغیر ایک طاقتور دشمن کے شر سے محفوظ رہ سکیں تو یہ آپ کی خوش قسمتی ہوگی۔ آپ کا گھر محفوظ ہے تو اس کے مکین بھی محفوظ ہیں اگر میرا بھائی چندین اور یہاں ٹھہرنے پر مجبور نہ ہوتا تو بھی میری یہی خواہش ہوتی کہ آپ ہرمز کے مظالم سے محفوظ رہیں۔“

زرنجبت نے اپنے باپ سے مخاطب ہو کر کہا: ”آبا جان! آپ کو معلوم ہے کہ اگر ہرمز آپ کی طرف سے کوئی معمولی سا خطرہ بھی محسوس کرے تو وہ آپ کو مدائن میں بھی پناہ لینے کا موقع نہیں دے گا؟“

”مجھے معلوم ہے۔“ قباد نے دل برداشتہ ہو کر کہا۔ ”اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میں خولہ کچھ کر دوں ہرمز کا دل میری طرف سے صاف نہیں ہوگا۔ تاہم میں یہ مانتے کے لئے تیار ہوں کہ موجودہ حالات میں تم اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ اب میں تھوڑی دیر آرام کرنا چاہتا ہوں۔ گزشتہ رات تم نے دو بیوقوف یہاں بھیج کر مجھے اتنا پریشان کیا تھا کہ میں ایک لمحہ کے لئے بھی آرام کی فیند نہیں ہو سکا۔“

قباد اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

زرنجبت اور حسان کچھ دیر خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے بالآخر زرنجبت نے کہا۔

حالات آپ کے لئے بھی ناسازگار نہیں ہیں۔“

حسان نے کہا: اگر سہیل سفر کے قابل ہوتا تو میں آپ کو تکلیف دینا پسند نہ کرتا لیکن اب میرے لئے تنہا جانا ایک مجبوری ہے۔ بہر حال آپ کے متعلق زیادہ اطمینان محسوس کرتا ہوں۔“

آبا جان اس بات سے ناراض ہیں کہ میں نے ان کے بدترین دشمن کے ساتھ مصالحت کر لی ہے۔ لیکن موجودہ حالات میں میرے لئے اس کے سوا اور کوئی راستہ نہ تھا۔ اگر وہ میری غیر حاضری میں آپ کو بلا لیں تو آپ انہیں سمجھانے کی کوشش کریں۔“

زرنجبت یہ کہہ کر اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

ایک ساعت بعد حسان قباد اور زرنجبت کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھا ہوا تھا۔ سہیل نقابت بلیوٹ اوپر نہ آ سکا۔ اس لئے اس کا کھانا نیچے بھیج دیا گیا تھا اور ماہ بانو بھی اس کا جی بھلانے کے لئے نیچے جا چکی تھی۔ حسان پہلی مرتبہ قباد کے چہرے پر اطمینان کی جھلک دیکھ رہا تھا۔ وہ اس بات سے خوش تھا کہ مدائن میں زرنجبت کی کارگزاری نے حالات کا رخ بدل دیا ہے اور ہرمز جیسا سفاک آدمی اپنی روش تبدیل کرنے پر مجبور ہو گیا ہے لیکن اسے اس بات کا ملال تھا کہ شہنشاہ کے دربار میں اس کے خلاف آواز بلند کرنے کی بجائے صرف ایک نصیحت آئیر خط لکھنے پر اکتفا کیا ہے اور جب بحث کے دوران زرنجبت نے یہ کہا کہ اگر ہم ہرمز کو آئندہ کسی شکایت کا موقع نہ دیں تو وہ ہم پر کوئی زیادتی نہیں کرے گا تو قباد نے ہرمز کو جواب دیا۔

”زرنجبت ہم ایک بھڑے کی فطرت نہیں بدل سکتے۔ میں یہ مانتے کے لئے تیار ہوں کہ ہم بے بس ہیں لیکن یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ ہم اگر اپنی حالت پر قانع ہو جائیں اور ظلم کے خلاف آواز نہ اٹھائیں تو ہماری مصیبتیں ختم ہو جائیں گی اور وہ تلوار جو ہرمز نے سپہ سالار کے مشورہ پر نیام میں ڈال لی ہے چند دنوں میں ہفتوں یا مہینوں کے بعد دوبارہ ہمارے خلاف بے نیام نہیں ہوگی؟“

زرنجبت نے مضطرب ہو کر کہا: ”آبا جان! میں اس سے زیادہ کیا کر سکتا تھا؟“

”میں جانتا ہوں تم اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ مجھے یہ بھی توقع نہ تھی کہ تم اتنی جلدی سپہ سالار تک رسائی حاصل کر سکو گے، لیکن تمہیں اس بات کے مطمئن نہیں ہونا چاہیئے۔“

میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ مجھے اپنے ایک بہت بڑی پریشانی سے بچالیا ہے اب مجھے مدائن واپس جاتے ہوئے یہ اطمینان ہو گا کہ آبا جان مجھ سے خفا نہیں ہیں۔ میری سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ میں ماہ بانو کا بھائی ہوں۔ لیکن اگر میں آبا جان کو یہ کہہ دیتا کہ ہمارے ساتھ ہرزہ کی دشمنی اُس کے لئے بھی خطرے کا باعث ہو سکتی ہے تو انہیں زیادہ تکلیف ہوتی۔ وہ اس اُمید پر مطمئن ہو گئے ہیں کہ میں کسی دن ہرزہ کے مظالم کا حساب بچانے کے قابل ہو جاؤں گا۔ لیکن میں اگر انہیں خوش کرنے کی بجائے سچی بات کہنے کی جرأت کرتا تو مجھے اس تلخ حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا کہ میں اگر کسریٰ کا سپہ سالار بن جاؤں تو بھی میرے ہاتھ ہرزہ کی گردن تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

حسان نے اپنے چہرے پر ایک غموم سُکرا ہٹ لاتے ہوئے کہا: "میں کسریٰ کا سپہ سالار بننے کے خواب نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن اس کے باوجود میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ جب تک ہرزہ کا عالیشان محل میرے گھر کی طرح دیوان نہیں ہو جاتا، مجھے چین نہیں آئے گا۔"

ماہ بانو کمرے میں داخل ہوئی اور اپنے بھائی کے قریب بیٹھتے ہوئے بولی: "آبا جان کہاں گئے؟" نہ نجات نے جواب دیا: "وہ اپنے کمرے میں چلے گئے ہیں انہیں آرام کی ضرورت تھی پھر وہ حسان سے مخاطب ہوا: "اب میں شروع سے لیکر آخر تک آپ کی سرگزشت سُنانا چاہتا ہوں۔"

"بہت اچھا، لیکن میری سرگزشت کی اہمیت اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ میں جہانزاد کا ہمسفر تھا۔ حسان نے یہ کہہ کر اپنے ماضی کی وہ داستان شروع کر دی جسے وہ کئی بار دہرا چکا تھا اور جب اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں یہ داستان ختم کی تو نہ نجات اور ماہ بانو کی آنکھوں میں آنسو پھلک رہے تھے۔"



حسان نے باقی دن اپنے بھائی کے ساتھ تہ خانے میں گزارا۔ غروب آفتاب سے کچھ دیر قبل زرخیت بھی اُن کے پاس آگیا اور وہ دیر تک باتیں کرتے رہے۔

پھر جب رات کا ایک پہر گزر چکا تھا تو حسان سُرنگ سے باہر گھوڑے کی باگ تھلے اپنے میزبانوں کو الوداع کہہ رہا تھا۔ سہیل جو پہلی بار سُرنگ کے راستے باہر نکلا تھا، زرخیت کا سہارا لیکر اپنے بھائی کی

طرف دیکھ رہا تھا۔ حسان نے قباد کی طرف مصلحے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو اُس نے کہا: "بٹیا! ہمیں اپنے بھائی کے متعلق پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ ہم دس کی حفاظت کی ذمہ داری لے چکے ہیں اور ہماری زندگی میں اس کا بال بھی بیکا نہیں ہو گا۔ اگر کوئی خطرہ پیش آیا تو ہم اُسے نہ نجات کے پاس مدائن بھیج دیں گے۔ میری یہی خواہش ہے کہ تم جلد واپس آؤ۔ لیکن تمہیں اپنے بھائی کی خاطر کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہیے۔ چند ہفتوں یا مہینوں سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم اگر دو سال بعد آؤ تو بھی سہیل کو یہ شکایت نہیں ہو گی کہ ہم نے اُسے خوش رکھنے کی کوشش نہیں کی۔"

قباد کے بعد حسان نہ نجات کی طرف متوجہ ہوا تو وہ مصافحہ کرنے کی بجائے بظلمت ہو کر بولا: "مگر میں نے تاجر اکثر مدائن آیا کرتے ہیں اور اگر آپ کسی قابل اعتماد آدمی کے ہاتھ اپنی خیریت کا پیغام بھیجنا چاہیں تو اُس کے لئے مجھے تلاش کرنا مشکل نہیں ہو گا۔ پھر اگر میں آپ کو یہ پیغام بھیجوں کہ آپ کے لئے مدائن آنے میں کوئی خطرہ نہیں تو آپ مجھ پر اعتماد کر سکتے ہیں۔"

"مجھے یقین ہے کہ ہماری آخری ملاقات نہیں ہو گی۔ حسان یہ کہہ کر سہیل کی طرف متوجہ ہوا اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا: "سہیل اتم اُداس تو نہیں ہو جاؤ گے؟"

"نہیں، اُس نے جواب دیا۔

ماہ بانو نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا: "سہیل میرا بھائی ہے اور میں اُسے اُداس نہیں مانتی ہوں۔"

حسان ایک نگاہ سے زیادہ ماہ بانو کی طرف دیکھنے کی جرأت نہ کر سکا۔ وہ جلدی سے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

چند ثانیے بعد اُسے نصیحت کرنے والے درختوں کی لوٹ میں اُس کے گھوڑے کی ٹاپ سُن رہے تھے۔

کسی دن واپس آنے کا موقع ملا تو آپ کے پاس ضرور ٹھہروں گا۔
 راہب نے کہا: تمہاری صورت دیکھ کر مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تم یا تو کسی خطرے سے بھاگ
 رہے ہو یا کسی مہم پر جا رہے ہو۔

حسان نے جواب دیا: میں اپنے ذاتی خطرات کو کئی منازل دور چھوڑ آیا ہوں بس وقت
 میری پریشانی کی وجہ یہ ہے کہ میرا چھوٹا بھائی پیچھے رہ گیا ہے۔ وہ ایک نیکدل ایرانی کی پناہ میں ہے
 لیکن اگر وہ بکڑا گیا تو ہمارا ایرانی حاکم اُسے بدترین سزا دینے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔
 راہب نے کہا: اگر تم عراق کے کسی عرب قبیلے سے تعلق رکھتے ہو تو میرے لئے یہ بھنا شکل
 نہیں کہ تم کس قسم کے حالات کا سامنا کر رہے ہو لیکن زمانے کے حالات تیزی سے بدل رہے ہیں
 اور وہ دن دور نہیں جب روم اور ایران کی سرحدوں کے عرب قبائل قیصر و کسریٰ کی غلامی کا جوا آوار
 کر چنکیں گے۔ اگر تم مظلوم اور بے بس ہو تو میں تمہیں یہ مشورہ سنا سکتا ہوں کہ اب ظالموں کا دھڑنا
 شروع ہونے والا ہے۔

حسان نے کہا: "میرا گھر لکھ کا دھیرن پکا ہے میرا باپ اور بھائی قتل ہو چکے ہیں میری
 بہن اپنی عرت بچانے کے لئے مکان کی چھت سے کود کر ہلاک ہو چکی ہے اور میں نے جس وطن کی عزت
 اور آزادی کے لئے تلوار اٹھائی تھی وہاں اب میرے لئے سر چھپانے کے لئے بھی کوئی جگہ نہیں آپ مجھے
 یہ سہی نہیں دے سکتے کہ زمانے کا کوئی انقلاب ان بھیڑیا خصلت انسانوں کی ذہنیت بدل دے گا جو
 ہماری بستیوں کو اپنی شکار گاہیں سمجھتے ہیں اپنے وطن میں میرے لئے دو ہی راستے تھے، ایک یہ کہ میں
 اپنے آپ کو اپنے بیرحم دشمنوں کے حوالے کر دوں۔ دوسرا یہ کہ میں زندہ رہوں اور انتقام کے لئے موزوں
 وقت کا انتظار کروں۔"

راہب نے کہا: اگر چند ظالموں کے خاتمے سے ظلم ختم ہو سکتا تو یہ مسئلہ بہت آسان تھا لیکن میں یہ
 محسوس کرتا ہوں کہ جو جنگل خارا دار جھاڑیوں سے بھرا ہوا ہو وہاں چند کانٹے مسل دینے سے کوئی فرق نہیں
 پڑتا مگر جن ظالموں کو قتل کر دے ان کی جگہ لینے کے لئے کئی اور اسلحہ موجود ہوں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے

باب

ایک دوپہر حسان صحرا کی ایک بستی سے باہر ایک خانقاہ کے دروازے کے سامنے کھڑا دیکھ کر
 گھوڑے سے اتر پڑا۔ اُس نے ڈول سے پانی نکال کر اپنی اور گھوڑے کی پیاس بجھائی، پھر راج کا توڑ پانی سے
 تر کر کے گھوڑے منہ پر چڑھا دیا اور پاس ہی ایک درخت کے ساتھ باندھ کر اُس کے قریب بیٹھ گیا تھوڑی
 دیر بعد وہ ٹانگیں پھیلائے اور گھڑا تھا کہ خانقاہ کے دروازے سے دو آدمی نکلے انھوں نے غور سے
 اور پانی لیکر واپس چلے گئے۔ کچھ دیر بعد ایک عمر رسیدہ راہب لاشی لیکتا ہوا باہر نکلا اور حسان کے قریب
 پہنچ کر بولا: بیٹا! تم کھانا کھاؤ گے؟

حسان نے جواب دیا: "میں پھلی بستی سے کھا چکا ہوں۔"
 "پانی لا دوں؟"

"ج نہیں پی بچا ہوں۔ اس کنوئیں کا پانی بہت میٹھا ہے۔"

راہب نے بے تکلفی سے اُس کے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھا: "تم کہاں سے آئے ہو؟"
 "میں عراق سے آیا ہوں بحرن میں میرا ماں رہتا ہے، میرا گھر اٹھک گیا ہے۔ اس لئے
 تھوڑی دیر کے لئے یہاں رک گیا ہوں۔"

"تم خود بھی کافی تھکے ہوئے معلوم ہوتے ہو۔ اگر یہاں کچھ دن قیام کرنا چاہو تو تمہارے آرام کا بندوبست
 ہو سکتا ہے۔ ہماری خانقاہ کے وسائل محدود ہیں لیکن مہمانوں کے لئے اس کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔"
 "میں آپ کا شکر گزار ہوں لیکن میرا ارادہ ہے کہ شام سے پہلے چند کوس اور طے کر لوں اگر مجھے

”تو پھر تم وہ نئی روشنی دیکھ سکو گے۔“

”معاف کیجئے میں آپ کی بات نہیں سمجھ سکا۔“

”روشنی دیکھنے کے لئے صرف آنکھیں کھولنے کی ضرورت ہوتی ہے مجھے یقین ہے کہ بحرین میں تم اُن لوگوں کو تلاش کر سکو گے جو تمہیں سلامتی کا راستہ دکھا سکتے ہیں۔ یہ لوگ اس دین کے علمبردار ہیں جس نے آقا لد غلام کمزور اور طاقتور عربی اور عجمی کا امتیاز مٹا دیا ہے۔ تم اپنے حال سے مایوس ہو۔ وہ تمہیں مستقبل کی روشنی دکھائیں گے۔ تم ظلم سے بھاگ رہے ہو اور وہ تمہیں ظلم کے خلاف سینہ سپر ہو کر سامنے آئیں گے۔ یہاں تم تنہا ہو اور وہاں پیچ کر تم یہ دیکھو گے کہ ایک عظیم قافلہ تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ پھر اس قافلے کے ساتھ سفر کرتے ہوئے تمہیں یہ محسوس ہوگا کہ تمہارے سر پر خدا کا ہاتھ ہے۔“

”آپ عربوں کے لئے دین کے متعلق کہہ رہے ہیں؟“

”ہاں میں اُس دین کے متعلق کہہ رہا ہوں جو اس دُنیا کے مقہور اور مجبور انسانوں کا آخری سہارا ہے۔ تم خوش قسمت ہو کہ تم جولان ہو اور اُس قافلے کے ساتھ سفر کر سکتے ہو جس کی منازل فرات اور دجلہ سے کہیں آگے ہیں میں اس عمر میں صرف اُس کے راستے کا غبار دیکھنے کی تمنا کر سکتا ہوں۔“

حسان نے کچھ سوچ کر کہا: ”میں خسرو پرور کی فوج کا سپاہی تھا اور مجھے ارمیاہ کی جنگ کے بعد رومیوں نے گرفتار کر لیا تھا میں اپنی قید کے طویل زمانے میں باہر کے حالات سے بخبر رہا ہوں۔ مدعی جہاد سے فرار ہونے کے بعد میں نے اپنے وطن کے راستے میں جن لوگوں کے ساتھ ملاقاتیں کی تھیں اُن کی کہانی عرب کے کچھ حالات معلوم ہوتے تھے لیکن جب وہ شام کی سرحد پر مسلمانوں کے حملوں کا ذکر کرتے تھے تو مجھے یقین نہیں آتا تھا۔ ایک رات میں نے ایک راہب کے پاس قیام کیا تھا اور اُس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ نبی مسیح نے عربوں میں ایک نئی روح پھونک دی تھی وفات پا چکا ہے اور کئی قبائل اُس کے دین سے منحرف ہو گئے ہیں۔ اُن کا اتحاد مسلمانوں کو چاروں طرف سے سمیٹ کر شرب کی بلادی میں پناہ لینے پر مجبور کر دے گا۔ پھر جب باغی قبائل چاروں طرف سے شرب پر یلغار کریں گے تو یہ لوگ ایک دن کے لئے بھی اُن کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ مہر لے شام سے گزرتے وقت مجھے بتو تم اور

کہ نئے بھڑے پرائے بھڑیلوں سے زیادہ خونخوار ثابت ہوں۔ کیا تم یہ محسوس نہیں کرتے کہ انسانیت کو ایک نئی روشنی کی ضرورت ہے اور بھیرس اور بھیریل کی یہ دُنیا کسی ایسے نظام کی محتاج ہے جو ہر ظلم کو پناہ دے سکتا ہو۔“

حسان نے ایک نو اس مسکراہٹ کے ساتھ عمر دس راہب کی طرف دیکھا اور کہا: ”اگر آپ مجھے عیسائیت کی تبلیغ کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو مایوسی ہوگی۔ میں کئی برس رومیوں کی قید میں رہ چکا ہوں اور یہ دیکھ چکا ہوں کہ قیصر کے غلام کسری کے زیادہ خوش قسمت نہیں ہیں۔“

راہب نے جواب دیا: ”جب میں نے نئی روشنی کا ذکر کیا تھا تو میری مراد کوئی ایسا دین نہیں تھا جس کے اصول اور ضابطے قیصر کی خود مہشات کے تابع ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ قانون جس کا اولین مقصد بادشاہوں کے اقتدار کی حفاظت ہو اس دُنیا کو دامن اور انصاف نہیں دے سکتا۔“

میں آقاؤں اور غلاموں کی دُنیا میں اپنی عمر کے ساتھ سال گزارنے کے بعد یہ سمجھ چکا ہوں کہ جب تک اس دُنیا میں ایک انسان پر دوسرے انسان کی بالادستی ختم نہیں ہوتی، ہم اسی طرح ظلم اور وحشت کی تاریکیوں میں بھٹکتے رہیں گے۔ شہنشاہیت قیصر کے ایوانوں سے نمودار ہو یا کسری کے تخت کی زینت ہو، وہ بہر حال ایک لعنت ہے۔ امن، عدل اور انصاف کے تقاضے صرف اُس آئین کی بالادستی سے پورے ہو سکتے ہیں جو طاقتور اور کمزور، ادنیٰ اور اعلیٰ، امیر اور غریب کا امتیاز مٹا سکا ہو۔ حسان نے پوچھا: ”اگر آپ کا ذہن کسی ایسے آئین کے متعلق سوچ سکتا ہے تو قیصر اور کسری اپنی سلطنتوں میں اُس کی بالادستی کیسے تسلیم کر لیں گے؟“

راہب نے جواب دیا: ”قیصر اور کسری اپنے قوانین اور اپنی خواہشات پر کسی دوسرے قانون کی بالادستی تسلیم نہیں کریں گے لیکن وہ جس نے ہمیں پیدا کیا ہے جس کے حکم سے رات کی تاریکی صبح کے اُجالے میں تبدیل ہو جاتی ہے اپنے بندوں کے حال سے غافل نہیں۔ تم نے کہا ہے کہ عراق کی زمین تمہارے لئے تنگ ہو چکی ہے اور تم بحرین جا رہے ہو۔“

”ہاں۔“

ہیں اور میری خیف ٹانگیں چند قدم سے زیادہ میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتیں میں اس خانقاہ کے دروازے پر بیٹھ کر اس قافلے کا انتظار کروں گا جس کی راہ کے غبار میں انسانیت کی ساری عظمتیں پوشیدہ ہیں لیکن تم جوان ہو۔ تم اپنے راستے کے پہاڑ، دریا اور صحرا عبور کر سکتے ہو۔ تم جنگ کے میدانوں میں اللہ کے ان بندوں کا ساتھ دے سکتے ہو جن کی نگاہوں کی ہیبت سے شیروں کے دل دہل جاتے ہیں۔

حسان نے پُر امید ہو کر کہا: مجھے معلوم نہیں کہ عرب میں اسلام کا مستقبل کیا ہے لیکن اگر عدل و مساوات کے علمبرداروں کا کوئی قافلہ عراق کی طرف روانہ ہوا تو میں یہ سوچے مجھے بغیر اس کے ساتھ چل پڑوں گا کہ ایران کی عظیم سلطنت سے جنگ کی صورت میں اسکی کامیابی کے امکانات کیا ہیں۔

راہب نے جواب دیا: جب تم اس قافلے کے ساتھ شامل ہو جاؤ گے تو تم یہ محسوس کرو گے کہ تمہارا ہر قدم فتح کی طرف اٹھ رہا ہے اور پھر آنے والے امداد میں امن اور آزادی کے متلاشی تمہارے قدروں کے نشان سے اپنا راستہ تلاش کریں گے۔

حسان نے اٹھتے ہوئے کہا: اب مجھے اجازت دیجئے، اگر مجھے نجات کا راستہ مل گیا تو میں کسی دن اظہارِ شکر کے لئے آپ کے پاس آؤں گا۔ لیکن اس وقت میری زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ اس کمن بھائی کو ایک ایسے دشمن سے نجات دلانا ہے جسے دنیا کی کسی طاقت کا خوف ظلم سے نہیں روک سکتا۔

راہب نے کہا: اب شام ہونے والی ہے تم آج رات یہاں نہیں ٹھہرو گے؟

”نہیں مجھے اجازت دیجئے اور میرے لئے یہ دعا کیجئے کہ میرا بھائی مجھے مل جائے۔“

”میں تمہارے لئے دعا کروں گا۔ تمہارا نام کیا ہے؟“

”مجھے حسان کہتے ہیں۔ آپ اپنا نام بتا سکتے ہیں؟“

راہب نے جواب دیا: ”میرا نام یوحنا ہے۔“

تھوڑی دیر بعد حسان عمر رسیدہ راہب کو خدا حافظ کہہ رہا تھا۔

حسان نے اپنے ماتوں کے ہاں پہنچتے ہی محسوس کیا کہ وہاں کسی بڑی ضیافت کا انتظام ہو رہا ہے۔

اہلِ یامر کی بغاوت کی اطلاع ملی تھی۔ پھر چند منازل طے کرنے کے بعد ایک بدوی نے مجھے یہ بتایا کہ بنو تمیم شکست کھا چکے ہیں لیکن یامر میں باغی قبائل کا ایک بہت بڑا لشکر موجود ہے بحرن نے بھی بغاوت کر دی ہے۔ ان حالات میں کوئی معجزہ ہی مسلمانوں کو تباہی سے بچا سکتا ہے۔

بڑے راہب نے حسان کے چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے کہا: ”بیٹا! بحرن پہنچ کر تم کی جڑ بٹا دیکھو گے۔ یمن کے طول و عرض میں باغیوں کے جھنڈے سرخوں ہو چکے ہیں یامر میں چالیس ہزار باغیوں کا لشکر نیست نابود ہو چکا ہے۔ سید جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا قتل ہو چکا ہے۔ بحرن میں جو مسلمان ابھی تک اپنے دین پر قائم ہیں ان کی تعداد باغیوں کے مقابلے میں بہت کم ہے لیکن جو لشکر یامر تک پہنچ چکا ہے اس سے ہمیں یہ توقع نہیں کھنی چاہیئے کہ وہ بحرن کے مسلمانوں کو اپنے حال پر چھوڑ کر واپس چلا جائے گا۔ پھر بحرن کے وہ قبائل جنہوں نے اسلام کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کیا ہے عرب کے دوسرے باغی قبائل سے زیادہ طاقتور نہیں ہیں۔“

حسان کچھ دیر راہب کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اس نے کہا: ”آپ عیسائی ہونے کے باوجود مسلمانوں کے طرف دار ہیں؟“

راہب نے جواب دیا: ”میں عیسائی ہونے کے باوجود ایک حقیقت پسند انسان ہوں اور اسلام اس دُنویٰ سب سے بڑی حقیقت ہے۔ جب کبھی اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ نمودار ہو چکا ہو تو ہم آنکھیں بند کر کے یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ ابھی صبح نہیں ہوئی۔ میری تمام دعائیں اللہ کے اُن نیک بندوں کے ساتھ ہیں جو اس زمین پر عدل و مساوات کے جھنڈے گاڑ رہے ہیں ایک تارک الدینا سے اس عمر میں یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ ظوار اٹھا کر اس قافلے میں شامل ہو جائے لیکن مجھے متے دم تک اس بات کا انتظار ہے گا کہ حجاز کا کوئی مسافر اس خانقاہ کے دروازے پر دستک دے اور میں یہ کورسے سینے سے لگاؤں کہ میں برسوں سے تمہارا منتظر تھا۔ اگر میں تمہارا ہم عمر ہوتا اور میرے قوی تمہاری طرح مضبوط ہوتے تو میں تم سے یہ کہتا کہ ہم دونوں اپنے اپنے توہمات کے سراب میں جھٹک رہے ہیں اگر تمہیں کسی سدا بہار خلیستان کی تلاش ہے تو میرے ساتھ چلو، لیکن مکہ اور مدینہ یہاں سے بہت دور

قیس بن ارقم کے کھنڈہ نما مکان کی چار دیواری سے باہر کھجودوں کے باغ میں کوئی ڈیڑھ سو گھوڑے بند ہوئے تھے وہ گھوڑے سے اتر آوا ایک کادی نے آگے بڑھ کر باگ پھڑتے ہوئے کہا: "مہمان کھانے پر بیٹھ گئے ہیں آپ اندر تشریف لے جائیں۔"

"یہ قیس بن ارقم کا گھر ہے نا؟" اُس نے سوال کیا۔

"جی ہاں یہاں ہی کا گھر ہے۔"

"اور مہمان کون ہیں؟"

"آپ نہیں جانتے آج یہاں علاقے کے سرکردہ لوگ جمع ہیں۔"

"میں اس اجتماع کی وجہ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔"

"اگر تمہیں وجہ معلوم نہیں تو تمہیں اند جانے کی ضرورت نہیں۔ اس موقع پر کسی اجنبی کو اپنی بستی کے اندر پاؤں نہیں رکھنا چاہیے۔"

"میں اجنبی نہیں ہوں یہ میرے ماٹوں کا گھر ہے۔"

"تمہارے ماٹوں کا گھر کیا تم سے عراق سے آئے ہو؟"

"ہاں۔"

"معاف کیجئے مجھے یہ شک ہوا تھا کہ آپ مسلمانوں کے جانوس ہیں۔ آپ کے ماٹوں کے

گھر حکم بن ضبیعہ کی دعوت ہے اور علاقے کے رئیس اُن کے ساتھ ملاقات کے لئے آئے ہوتے ہیں۔ حکم آپ کے ماٹوں اور دوسرے سرداروں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ لینے پر آمادہ کرنے کے لئے یہاں آیا ہے۔"

"حکم بن ضبیعہ کون ہے؟"

"وہ بحرین کے حکمران نعمان بن منذر کا دست راست اور اُن قبائل کا رہنما ہے جو مسلمانوں کو بحرین سے نکلنے کا عہد کر چکے ہیں بحرین کے غیر ملکی باشندے بالخصوص ایرانی تاجر بھی اُسے پسند نہا سمجھتے ہیں۔ حسان نے کہا: میں نے بوقتیم سید اور دوسرے باغیوں کے خلاف مسلمانوں کی فتوحات کی جو خبریں

میں نے سنی ہیں اگر وہ دست ہیں تو اہل بحرین کے لئے اُن کے خلاف جنگ کرنا خود کشی کے مترادف ہوگا اور مجھے یقین ہے کہ میرے ماٹوں اور اُن کے قبیلے کے لوگ ہلاکت کا راستہ اختیار کرنے والوں کا ساتھ نہیں دیں گے۔

نوجوان نے جواب دیا: اگر تم نے اپنے ماٹوں کو مسلمانوں کی قوت سے مرعوب کرنے کی کوشش کی تو مجھے اندیشہ ہے کہ وہ تمہیں اپنا بھانجا تسلیم کرنے سے بھی انکار کر دیں گے۔ وہ حکم بن ضبیعہ کا ساتھ لینے کا فیصلہ کر چکے ہیں اور اس دعوت کا مقصد یہ ہے کہ قبیلے کے جو عزیزین ابھی تک تذبذب میں ہیں انہیں حکم کے جھنڈے تلے جمع ہونے پر آمادہ کیا جائے۔ مجھے یقین ہے کہ جو لوگ یہاں جمع ہوئے ہیں

اُن میں سے کوئی یہ سنا پسند نہیں کرے گا کہ وہ مسلمانوں کی طاقت سے ڈر گیا ہے اور پھر بحرین کے حالات اتنے مایوس کن بھی نہیں۔ چار اولین مقصد مقامی مسلمانوں کو مغلوب کرنا ہے۔ اس کے بعد اگر حملہ سے مسلمانوں کے کسی لشکر نے ہم پر چڑھائی کی تو ایران کی عظیم سلطنت ہماری پشت پر ہوگی اور اگر کسی صورت یہ برداشت نہیں کرے گا کہ بحیرہ احمر سے دیکر خلیج فارس کے ساحل تک سارا عرب مسلمانوں کے قبضہ میں آجائے۔ بحرین کے بارہ حالات سے پریشان ہو کر مقامی مسلمان جوانوں کے قریب جمع ہو

چکے ہیں اور اُن کے گرد حکم بن ضبیعہ کے لشکر کا گھیرا بند سج چکا ہے۔ اگر حکم نے انہیں کسی تاخیر کے بغیر مغلوب کر لیا تو یہ فتح پورے عرب پر اثر انداز ہوگی اور وہ قبائل جو مسلمانوں کی گزشتہ فتوحات کے باعث بدل ہو چکے ہیں وہ دوبارہ اٹھ کھڑے ہوں گے۔"

حسان نے سوال کیا: بحرین میں مسلمانوں کا رہنا کون ہے؟

"اُن کے رہنا کا نام علان بن حضرمی تھا۔ وہ چند سال قبل مسلمانوں کے نبی کا ایچی بنکر آیا تھا اور اُس کی تبلیغ سے کئی قبیلے مسلمان ہو گئے تھے لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کے بعد ان کے بدلتے ہوئے حالات نے اُس کو واپس جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ اب اُس کی جگہ بنو عبد القیس کا ایک

با اثر سردار جادو بن معلی لے چکا ہے اور اُس کا سارا قبیلہ اپنے دین پر قائم ہے لیکن وہ شخص جسے حکم اور اس کے ساتھی سب سے زیادہ خطرناک سمجھتے ہیں ثنی بن حارثہ شیبانی ہے اگر وہ مسلمانوں کا

لے بحرین کا ایک قصبہ

نزدیک تو اب تک ہم انہیں نابود کر چکے ہوتے۔

”وہ کہاں ہے؟“

”اُس کی بستی یہاں سے چار منزل دور ہے لیکن ان دنوں وہ اپنے گھر قیام کرنے کی بجائے بحرین کے طول و عرض میں مسلمانوں کو منظم کر رہا ہے۔ وہ بلا جھجکاں سرداروں کی بستیوں میں چلا جاتا ہے جو نعمان اور عظم کے ساتھ شامل ہو چکے ہیں اور اب تک کوئی یا اثر سرداروں اور ان کے خاندانوں کو دوبارہ اسلام کے دائرے میں لا چکا ہے۔ ایک دن ہم یہ خبر سنتے ہیں کہ عظم نے فلاں علاقے کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا ہے تو چند دن بعد ہمیں یہ اطلاع ملتی ہے کہ متی بن حارث بھی اُس علاقے کے دورے پر روانہ ہو چکا ہے اور باغی قبائل از سر نو اسلام کی طرف راغب ہو رہے ہیں لیکن معاف کیجئے یہ باتوں کا وقت نہیں آپ اند جا کر مہانوں کے ساتھ کھانا کھائیں میں آپ کے گھوڑے کے لئے چارہ اور پانی کا انتظام کرتا ہوں۔“

حسان نے کہا: ”لیکن مدد جانے سے پہلے میں تم سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اگر ان لوگوں نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا تو تم کس کا ساتھ دو گے؟“
نوجوان نے جواب دیا: ”میں ذاتی طور پر مسلمانوں کے خلاف اپنے دل میں نفرت یا عداوت کا جذبہ محسوس نہیں کرتا لیکن آپ کا ماموں ہمارا سردار ہے اور اگر اُس نے مسلمانوں کے خلاف تلوار اٹھانے کا فیصلہ کر لیا تو میرے لئے اپنے قبیلے کا ساتھ چھوڑنا ناممکن نہیں ہو گا۔“

”میں نے برسوں سے اپنے ماموں کو نہیں دیکھا اور میرے لئے مہانوں کی بھیر میں انہیں پہچاننا اور بھی مشکل ہو گا۔ اب اگر وہ مہانوں کے ساتھ کھانے پر بیٹھ گئے ہیں تو مجھے اُن کے فارغ ہونے کا انتظار کرنا چاہیئے۔“
نوجوان نے کہا: ”کھانا ابھی شروع ہوا ہے۔ آپ میرے ساتھ اندر تشریف لے چلیں جب وہ فارغ ہو جائیں گے تو میں آپ کا تعارف کروا دوں گا۔ آئیے؟“

حسان اُس کے ساتھ کشادہ حویلی میں داخل ہوا اور شایانے کے نیچے وسیع دسرخوان پر ایک طرف بیٹھ گیا۔

بیشتر مہانوں کی گفتگو کا موضوع عیار کا خونریز معرکہ تھا۔ بعض دینی زبان سے اور بعض ذرا کھل کر

خالد بن ولید کی عظمت اور ان کے جھنڈے تلے لڑنے والے مجاہدوں کی شجاعت کا اعتراف کر رہے تھے لیکن جب بحرین کا ذکر آیا تو یہ لوگ ایک دوسرے کو کہہ کر تسلی دینے کی کوشش کرتے تھے کہ مسلمان اس طرف پیش قدمی کی حرات نہیں کریں گے۔ خطرے کے وقت عراق کے قبائل اور ایران کی عظیم سلطنت کی افواج ہماری پشت پر ہوں گی اور وہ ہمیں خشکی اور سمندر کے راستوں سے گھٹ بھیج سکیں۔ ایران کبھی یہ گوارا نہیں کرے گا کہ مسلمان بحرین کو روندتے ہوئے اُس کی سرحدوں تک پہنچ جائیں۔“

ٹھوڑی دیر بعد جب مہمان کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھو رہے تھے تو حسان کا استقبال کرنے والے نوجوان نے اُسے ایک معمر مکن قوی پہلی آدمی کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا: ”وہ آپ کے ملوایں۔“
حسان جھجکا ہوا اپنے ماموں کے پاس پہنچا اور مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا: ”ماموں جان! میں حسان بن عقبہ ہوں۔“

ایک ثانیہ کے لئے قیس بن ارقم کی نگاہیں حسان کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں پھر اُس نے ہاتھ پھیل کر اُسے گلے لگایا اور کہا: ”بیٹا! تم اتنی مدت کہاں غائب ہوئے۔ تمہارے باپ کی آخری اطلاع یہ تھی کہ تم لاہور پہنچے ہو لیکن پہلے یہ بتاؤ کہ تم کھانا کھا چکے ہو یا نہیں۔“
”میں کھانا کھا چکا ہوں۔“

”تم سر سے پاؤں تک اپنے باپ کی تصویر ہو۔ لیکن تمہارا سینہ اُس سے کشادہ اور قد اُس سے بڑا ہے۔ میرا خیال تھا کہ عقبہ کی طرح اُس کے بیٹے بھی ہمیں بھول گئے ہیں لیکن تم ایسے وقت آئے ہو جبکہ ہمیں تمہاری ضرورت تھی۔“ یہ کہہ کر قیس اپنے مہانوں کی طرف متوجہ ہوا۔ ”جانتے ہو کون ہے؟“
یہ سنا بھانچا ہے یہ کسری پر دینے کے جھنڈے تلے لڑ چکا ہے۔ یہ اُن عظیم معرکوں میں حصہ لے چکا ہے جہاں لاکھوں سپاہی ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہوتے تھے۔ ہمیں مسلمانوں کے ساتھ نبرد آزما ہونے کے لئے ایسے سپاہی کی ضرورت جو منظم افواج کے ساتھ لڑنے کا تجربہ رکھتا ہو اور اس نازک مرحلہ پر اُس کی آمد اس بات کا ثبوت ہے کہ قدرت کو اہل بحرین کی فتح منظور ہے۔“

حاضرین کی نگاہیں حسان پر مرکوز ہو چکی تھیں ایک سردار نے آگے بڑھ کر اُس کے ساتھ مصافحہ کیا اور

کی طرف متوجہ ہو کر اور آگے بڑھ کر بولا: بیٹا! تم بھی تھوڑی دیر آرام کرو۔ ہمیں شام کے وقت یہاں سے کوچ کرنا ہے۔ حکم بیٹا! تم اپنے بھائی کو اندر لے جاؤ، اتنی بھڑ میں اُسے آرام نہیں ملے گا۔

حسان نے کہا: "ماموں جان! میں نے آپ کو یہ نہیں بتایا کہ میں کن حالات میں یہاں پہنچا ہوں۔ میں مہانوں کے سامنے آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

قیس مضطرب سا ہو کر اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اُس نے کہا: "تم کوئی بُری خبر لائے ہو؟" حسان نے جواب دیا: "میں آپ کو یہ بتانے آیا تھا کہ ہمارا گھرا ایرانیوں کے ہاتھوں تباہ ہو چکا ہے۔ آبا اور سعد قتل ہو چکے ہیں۔ میری بہن نے اپنی عزت بچانے کے لئے خودکشی کر لی تھی اور میرا کس بھائی زخمی ہونے کے بعد ایک نیک دل آدمی کے گھر میں چھپا ہوا ہے۔"

قیس کچھ دیر کرب و اضطراب کی حالت میں خاموش کھڑا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا: "لیکن تم کسریٰ کی فوج میں تھے، پھر ایرانی تمہارے دشمن کیسے بن گئے؟"

حسان نے جواب دیا: "ایک عرب کسریٰ کے لئے جان کی بازی لگا کر بھی اپنے خاندان کو ایرانیوں کے مظالم سے نہیں بچا سکتا۔"

قیس نے کہا: "جب ایک کمزور آدمی قبول جاتا ہے کہ وہ ایک طاقتور کے ساتھ ملکر لینے کے لئے پیدا نہیں ہوا تو اُس کا انجام تباہی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ جب عقبہ آخری بار یہاں آیا تھا تو اُس کی باتوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ اُسے عراق کے قبائل پر ایرانیوں بالادستی پسند نہیں تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ اُس نے یہ کہا تھا کہ قبائلی سوا عراق کے تمام ایرانی زمیندار عرب کسانوں کے ساتھ انتہائی ظالمانہ سلوک کرتے ہیں اور وہ دن دور نہیں جب عرب قبائل اُن کے خلاف اُٹھ کھڑے ہونگے۔ میں نے اُسے یہ سمجھایا تھا کہ اگر کبھی ایسے حالات پیدا ہو جائیں تو تمہیں کسی صورت میں بھی باغیوں کا ساتھ نہیں دینا چاہیے۔ ایرانی سلطنت ایک پہاڑ ہے اور اس پہاڑ کے ساتھ ٹکرانے والوں کو سر ہونے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔"

پھر جب میں نے یہ سنا کہ تم کسریٰ کی فوج میں شامل ہو چکے ہو تو میں نے اطمینان کا سانس لیا

دوسرے اس کی تقلید کرنے لگے۔ ایک نوجوان جو چند قدم دور مہانوں کے ہاتھ دھلا رہا تھا، پانی کا گڑھ دوسرے آدمی کے ہاتھ میں تھما کر آگے بڑھا اور تذبذب کی حالت میں حسان کی طرف دیکھنے لگا۔ قیس نے کہا: "حکم! یہ تہلہ پھو پھو کا بیٹا ہے اور تمہیں اس سے بہت کچھ سیکھنا ہے۔" حکم نے مرعوب سا ہو کر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن حسان نے اُسے کھینچ کر لگے لگایا۔

خاندان کے دوسرے افراد باری باری حسان سے بغلیں ہونے لگے۔ پھر قیس حسان کو بازو سے پکڑ کر ایک قوی ہیکل آدمی کے سامنے لے گیا جس کے لباس سے امارت اور چہرے سے سفاکی و رعایا مترشح تھی۔ یہ ہمارے راہنما حکم بن ضبیعہ ہیں۔"

حکم نے حسان کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "میں تمہاری آمد کو ایک اچھا شگون سمجھتا ہوں۔ ہمیں تجربہ کار سپاہیوں کی بھید ضرورت ہے۔"

حسان نے کہا: "لیکن میں۔۔۔۔۔"

حکم نے اُسکی بات کاٹتے ہوئے کہا: "معاف کیجئے میرا مطلب نہیں کہ تم ایک عام سپاہی کی حیثیت سے ہمارے ساتھ شریک ہو گئے۔ اگر تم میدان جنگ میں اپنے ماموں کی توقعات پر پورا اُتر سکتے تو ہمیں ناشکر گزار نہیں پاؤ گے۔"

قیس نے کہا: "میں حسان کا امتحان لئے بغیر یہ اعلان کرتا ہوں کہ میرے خاندان کے لوگ اُسے اپنا سالار تسلیم کرتے ہیں۔"

حسان اپنے دل میں ناخوشگوار دھڑکنیں محسوس کر رہا تھا۔ وہ یہ کہنا چاہتا تھا کہ میں مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ لینے کے لئے نہیں بلکہ سر چھپانے کی جگہ کی تلاش میں یہاں پہنچا ہوں لیکن اتنے آدمیوں کے سامنے اُسے اپنے ماموں کی تذلیل گولہ باری تھی۔ اس لئے وہ خاموش رہا۔ تھوڑی دیر بعد چند مہان سا بان کے نیچے سنا ہے تھے اور باقی حویلی سے باہر درختوں کی چھاؤں میں جمع ہو رہے تھے۔

حسان ایک دیوار کے سائے میں اپنے ماموں کے بیٹے حکم اور اُس کے خاندان کے چند اور نوجوانوں سے باتیں کر رہا تھا۔ قیس مہانوں کی دیکھ بھال کے لئے حویلی کے اندر اور باہر چکر لگا رہا تھا۔ اچانک حسان

تھا کہ تم نے صحیح راستہ اختیار کیا ہے اور اب ایرانی حکومت اور تمہارے خاندان کے تصادم کا کوئی امکان نہیں ہے۔ مجھے یقین تھا کہ کسریٰ کی فوج میں نام پیدا کرنے کے بعد تم اپنے خاندان کے لئے بڑی سے بڑی مراعات حاصل کر سکو گے لیکن اب اگر تم مجھے خبر سنانے آئے ہو کہ ایرانیوں نے تم پر ظلم کیلئے تو میرا پہلا سوال یہ ہے کہ تمہارا ساتھ ان کی دشمنی کی وجوہات کیا تھیں؟ کیا تم نے کسی میدان میں پیٹھ دکھائی تھی یا تمہارے باپ نے پرویز کی شکست کے بعد یہ سمجھ لیا تھا کہ اب ایرانی اس قدر کمزور ہو چکے ہیں کہ عراق کے کسان بھی انہیں دھکے دے سکتے ہیں؟

ایک نانیہ کے لئے حسان کی رگوں کا سارا خون مٹ کر اُس کے چہرے پر آگیا اُس نے بڑی خشک سے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا: "مائیں جان! میں نے کسی میدان میں پیٹھ نہیں دکھائی اور میرے باپ اور بھائی نے بھی ایران کی سلطنت کے خلاف کوئی جرم نہیں کیا تھا۔ اُن کا گناہ صرف یہ تھا کہ وہ عرب ہونے کے باوجود اپنے انسانی حقوق کی حفاظت کرنا چاہتے تھے۔ حکمرانوں کے نظام کے جواز کے لئے یہ وجہ کافی نہیں کہ محکموں کے کمزور ہاتھ اُن کے گریبان تک نہیں پہنچ سکتے۔ آپ کو سارے واقعات سننے سے پہلے ہی فیصلہ نہیں کر لینا چاہیے تھا کہ ہم قصور وار ہیں یا آپ کو یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ میں اپنے باپ بھائی اور بہن کے قتل کا انتقام لینے کے لئے آپ کی امانت کا طلبگار ہوں میں جانتا ہوں کہ آپ میری کوئی مدد نہیں کر سکتے خصوصاً ان حالات میں جبکہ آپ مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے ایرانیوں کا سپہا رہا لینے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ اگر ایرانی مسلمانوں کے خلاف اہل بحریں کے حلیف بن جائیں تو بھی میرے دل میں اُرد کے خلاف نفرت اور عداوت کے جذبات کم نہیں ہوں گے۔ یہ اور بات ہے کہ اپنی کمزوری یا بے بسی کا احساس مجھ اُن کے خلاف سر اٹھانے کی اجازت نہ دے۔ تاہم میں آخری دم تک یہ نہیں بھولوں گا کہ میں اپنی زندگی کا ایک اہم ترین فرض پورا نہیں کر سکا۔ مائیں جان! میں یہاں اس لئے آیا ہوں کہ موجودہ حالات میں مجھے کوئی اور جاتے پناہ نظر نہیں آتی۔ لیکن میں آپ پر کوئی بوجھ نہیں ڈالوں گا۔"

قیس کی پریشانی نہایت کے گہرے احساس میں تبدیل ہو رہی تھی۔ وہ حسان کو مطمئن کرنے کے لئے

مزدوں الفاظ سوچ رہا تھا کہ حویلی سے باہر آدمیوں کا شور سنانی دیا اور وہ چونک کر دوکانے کی طرف دیکھنے لگا۔ ایک نانیہ بعد ایک نوجوان بھاگتا ہوا اندر آیا اور اُس نے بلند آواز میں کہا: "مثنیٰ ابن حارثہ آ رہا ہے۔" حویلی کے اندر ایک نانیہ کے لئے سناٹا چھا گیا۔ حطم بن ضبیعہ کے چہرے پر زردی آگئی۔ وہ تلوار سنبھال کر اٹھا لیکن آگے بڑھنے کی جرات نہ ہوئی۔ قیس بھاگ کر باہر نکلا اور دوسرے لوگ اُس کی تقلید کرنے لگے۔ اُن کی آن میں حویلی خالی ہو چکی تھی اور باہر باغ میں جمع ہونے والے مہمان اور میزبان ایک پریشان حال سوار پر سوالات کی بوجھا کر رہے تھے۔ "مثنیٰ کہاں ہے؟ تم اُسے کب دیکھا ہے؟ کہاں دیکھا ہے؟ اُس کے ساتھ کتنی فوج ہے؟ تمہیں یقین ہے کہ وہ اس طرف آ رہا ہے؟"

اور وہ پوری قوت سے چلا رہا تھا۔ خدا کی قسم وہ آ رہا ہے۔ وہ سیدھا اس طرف آ رہا ہے۔ اُس کے ساتھ چار سوار اور تھے۔ ممکن ہے کہ اُن کے پیچھے کوئی فوج آ رہی ہو۔ میں نے اُسے گاؤں کے جنوب میں پہاڑی کی چوٹی سے دیکھا ہے۔ میں اُس کا سفید گھوڑا کتے یا بڑے کچھڑے میں اُسے چھانے میں غلطی نہیں کر سکتا۔ قیس اپنی تلوار بلند کرتے ہوئے چلا آیا۔ اگر مثنیٰ کے ساتھ صرف چار آدمی ہیں تو وہ ہمارے لئے کسی خطرے کا باعث نہیں ہو سکتے لیکن اگر اُس کے پیچھے کوئی فوج آ رہی ہے تو ہمیں مقابلہ کے لئے تیار ہو جانا چاہیے۔ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ، صفیں باندھ لو۔ تیرا نانا آگے آجائیں۔"

حطم نے آگے بڑھ کر کہا: "اگر مثنیٰ اڑھائی کی نیت سے آ رہا ہے تو فوج پیچھے نہیں بلکہ اُس کے ساتھ ہونی چاہیے۔ ہمیں صرف چار آدمیوں سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ مثنیٰ کا مقصد ہمیں ڈرا دھمکا کر جنگ سے باز رکھنا ہے۔ لیکن تم اُس کی باتوں میں نہیں آؤ گے۔ قیس! اُس نے تم لوگوں کو بھڑکایا ہے۔ اس سچی کاٹخ کیا ہے۔ اب یہ تمہارا فرض ہے کہ وہ یہاں سے واپس نہ جاسکے۔ تمہارے بھانجے کو اپنی جرات کا ثبوت دینے کے لئے اس سے بہتر موقع نہیں مل سکتا۔"

باغ کے کونے سے کسی نے آواز دی: "وہ آ رہے ہیں۔" اور وہ دم بخود ہو کر اُس طرف دیکھنے لگے۔ چار سوار نمودار ہوئے۔ سب سے لگے سوار کا گھوڑا اُردو دھکی طرح سفید تھا اور دیکھنے والوں کو انسانی جاہ و جلال کے ایک پیکر عظیم کو پہچانتے میں دیر نہ لگی۔ گھوڑے کی طرح اُس کا عمار اور قبا بھی سفید تھی۔ کوئی سرقہ

کے فاصلے پر اُس نے رگ کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور پھر چائیک گھوڑے کو ایڑ لگا دی تو بڑا گھوڑا اچھلتا اور کودتا ہوا آگے بڑھا۔ تیراندازوں کی صف کے سامنے کوئی دس قدم دُور اُس نے گھوڑے کی باگ کھینچ لی۔ چند تانے بے پروائی سے اُدھر اُدھر دیکھا اور السلام علیکم کہہ کر گھوڑے سے کود پڑا۔ سامنے سے کوئی جواب نہ پا کر اُس نے اپنے گھوڑے کی باگ پچھلے سوار کے ہاتھ میں تھام دی اور ذرا بلند کوا میں کہا: "قیس میں تمہارے لئے اور تمہارے مہمانوں کے لئے سلامتی کا پیغام لایا ہوں۔"

قیس جو تیراندازوں کی صف کے پیچھے کھڑا تھا، آگے بڑھا اور بولا: "ثنی! یہی تمہاری طرف سلامتی کے پیغام کی ضرورت نہیں تم جس راستے سے آئے ہو، اُسی راستے سے واپس چلے جاؤ!"

ثنی نے جواب دیا: "میں اپنی مرضی سے آیا ہوں اور اپنی مرضی سے واپس جاؤں گا۔ تم بحرن کے صحراؤں اور پہاڑوں کا کوئی راستہ میرے لئے پسند نہیں کر سکتے۔ میں یہاں اس لئے نہیں آیا کہ میں تمہاری جنگی تیاریوں سے کوئی بڑا خطرہ محسوس کرتا ہوں۔ بلکہ میرے یہاں آنے کی وجہ یہ ہے کہ مجھے بحرن کی خاک پر بحرن کے باشندوں کا خون گرانا پسند نہیں۔ تم میں کے باغیوں کا حال سُن چکے ہو تم بنو قیم اور اہل یامام کا شر دیکھ چکے ہو۔ میں تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ جو قافلہ حجاز سے نودار ہوا ہے اُسکی منازل عرب کی سرحدوں سے کہیں آگے ہیں۔ فرزندِ اسلام محمد کی اپنی چٹانوں کو بائبل کہنے کے لئے اُٹھے ہیں عرب کے چند کانٹے انہیں ہراساں نہیں کر سکتے۔ تم نے اُس دین سے بغاوت کی ہے جس نے اہل عرب کو ذلت اور گمراہی کی پستیوں سے نکل کر انسانیت کی عظمتوں سے آشنا کیا ہے تم ہدایت کی روشنی سے آنکھیں بند کر سکتے ہو لیکن وہ بھیانک اُت واپس نہیں لاسکتے جس کے دامن میں ہمارے اسلاف کے لئے ظلم اور جہالت کے سوا کچھ نہ تھا۔"

قیس نے اضطراب کی حالت میں حطم بن ضبیص کی طرف دیکھا اور اُس نے آگے بڑھ کر کہا: "ثنی! یہ لوگ تمہاری باتوں میں نہیں آئیں گے انہیں معلوم ہے کہ تم اہل بحرن کی آزادی کے دشمن ہو تم یہاں اس لئے آئے ہو کہ جواں میں تمہارے ساتھی ہمارے محاصرے سے تنگ آ چکے ہیں لیکن لب باتوں کا وقت گزر چکا ہے۔ اب مسلمانوں کو نیست و نابود کرنا چاہئے بحرن کا مسلحین چاہے تم ان لوگوں کو جنگ

میں حصہ لینے سے باز نہیں رکھ سکتے۔ ہم محاصرے کو طول دینا نہیں چاہتے۔ اگر تم آج یہاں نہ آتے تو دو دن بعد جواں کے میدان میں ہماری ملاقات ہوتی۔ اب میں تمہارا واپس جانا پسند نہیں کروں گا ہم چاہتے ہیں مسلمان خونِ غراب کے بغیر ہتھیار ڈال دیں لیکن تم انہیں آخری دم تک لڑانے کی کوشش کر لو گے اس لئے اُن کی بھلائی اسی میں ہے کہ تمہیں جنگ میں حصہ لینے سے روک دیا جائے۔ اس وقت تم کم از کم ڈیڑھ سو آدمیوں کے تیروں کی زد میں ہو۔ بھاگنے کی کوشش بے سود ہے۔ میں تمہیں ہتھیار پھینکنے کا حکم دیتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں صرف جنگ کے اختتام تک قید میں رکھا جائے گا۔"

ثنی کا چہرہ غصے سے تھما اُٹھا، اُس نے حدت سے حطم کی طرف دیکھا اور کہا: "میں قیس کے گھر کو جنگ کا میدان بنانے کی نیت سے نہیں آیا لیکن اگر تم امن اور انسانیت کے معنی نہیں سمجھ سکتے تو میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ میں بھاگنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ ہم پانچ ہیں لیکن ہمارے ہتھیار مل کر نے سے پہلے تمہیں کم از کم اپنے بیس آدمیوں کی لاشیں اٹھانا پڑیں گے۔ پھر تمہیں یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ اس کے بعد جنگ ختم ہو جائے گی۔ ہمارے خون کے چند قطرے گرانے کے بعد قیس کے سارے خاندان کا ہڈوس زمین کی پیاس نہیں بجھا سکے گا۔"

حسان جو چند قدم دُور اپنے گھوڑے کے پاس کھڑا تھا بھاگ کر آگے بڑھا اور تیراندازوں کے سامنے ثنی کی دھال بن کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اُس نے ثنی اور اُس کے ساتھیوں کی طرف مڑ کر دیکھا اور بلند کوا میں کہا: "آپ پانچ نہیں چھ ہیں۔"

قیس جو پچھلے ہی تذبذب اور پریشانی کی حالت میں کبھی ثنی، کبھی حطم اور کبھی اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ رہا تھا اب ایک سکتے کی سی حالت میں کھڑا تھا۔ اُس کا بیٹا اور اُس کے دوسرے رشتے دار غصے کی حالت میں اپنے ہونٹ کاٹ رہے تھے۔

حسان نے کہا: "ماموں جان! میں نے دم اور دہان کی جنگ سے صرف ایک ہونٹ سیکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس اور صلح کا پیغام لانے والوں کے خلاف تلوار اٹھانے والے ہمیشہ خسارے میں ہوتے ہیں۔ ایلان پر اس لئے تباہی آئی تھی کہ پوینے صلح کے لئے ہر تلوار کی چٹیش ٹھکانے کی غلطی کی تھی۔"

میں مسلمانوں کے متعلق کچھ نہیں جانتا لیکن اگر ان میں کئی ایسے عورتیں جیسے چند اور لوگ موجود ہیں تو ان کو بچھڑانے کی فطرتی نہیں کرنی چاہیئے۔

غنی نے اطمینان سے حسان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "فوجوان! میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ لیکن قیس کے قبیلے کا کوئی آدمی مجھ پر حملہ نہیں کر سکتا۔ پھر وہ منافستہ آدمیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ "میں واپس جانا ہوں لیکن جانے سے پہلے تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میرے ساتھ صرف یہ چار آدمی نہ تھے۔ میں اپنے قبیلے کے پانچ سو جوانوں کے ساتھ جوائی کی طرف جا رہا تھا۔ راستے میں مجھے اطلاع ملی کہ اس سببی میں علاقے کے سردار جمع ہو رہے ہیں اور وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں ہمتہ لینے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ میں اپنے ساتھیوں کو راستے میں چھوڑ کر یہاں پہنچ گیا۔ اگر جنگ کی تیت ہوتی تو اب تک اس بارغ میں تمہاری فوجوں کے سوا کچھ نہ ہوتا لیکن میں یہ امید کر آیا تھا کہ میں تمہیں تباہی کے راستے سے روک سکتا ہوں۔ سبب میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لو۔ مسلمانوں کے ساتھ صلح یا جنگ کا فیصلہ کرنے کے لئے تمہیں ایک ہفتہ سے زیادہ نہیں ملے گا۔ جوائی کے قریب باغیوں نے جی مسلمانوں کا محاصرہ کر رکھا ہے ان کی مدد کے لئے مدینہ سے لشکر روانہ ہو چکا ہے۔ راستے میں جو قسم بھی جو کل تک اسلام کے بانی تھے، اس لشکر میں شامل ہو گئے ہیں اور یہ عظیم فوج جس کا ہر سپاہی صرف اپنی فتح یا شہادت پر ایمان رکھتا ہے ایک ہفتے کے اندر اندر جوائی پہنچ جائے گی اور میں تمہیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ اس کے بعد کیا ہوگا۔ صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اس کے بعد تم حکم پر فیصلہ جیسے لوگوں کے منہ سے جنگ کی باتیں نہیں سُنو گے۔ یہ تمہاری قسمتی ہے کہ تم بحریں پر اسلام کا پرچم نصب کرنے کی مساعرت محال نہیں کر سکتے لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ جب مسلمانوں کا لشکر ایران کی طرف بڑھے گا، جب صحرائی شہنشاہ کے ہاتھ عجم کے ظالم حکمرانوں کی قبائلی فوج ہے ہوں گے تو تمہارے بیٹے کسی میدان میں اپنی جگہ سے پیچھے ہٹنا پسند نہیں کریں گے۔ اہل عرب اللہ کے دین کی روشنی میں اپنے مستقبل کی مثالیں دیکھ چکے ہیں اور بحریں کا مستقبل جو کچھ مستقبل سے بڑھا نہیں ہو سکتا۔ قیس! میں تمہیں تباہی کے راستے سے روکنے کے لئے آیا ہوں میں تمہارا دشمن نہیں کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ آنیوالے لوگوں میں جب

تمہاری آئندہ نسلیں اپنے ماضی کی طرف دیکھیں تو وہ فخر سے یہ کہہ سکیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عرب کو اللہ کے دین کی طرف بلایا تھا تو اہل بحریں بھی ان کی آواز پر ایک کھنڈ والوں کے ساتھ تھے۔ جب اس بحر زمین پر خدا کی رحمتوں کی بارش ہو رہی تھی تو ہمارے اسلاف نے بھی اپنے دامن شلوارہ کر دیئے تھے اور جب مجاہدین اسلام مشرق و مغرب کی رزمگاہوں پر فتوحات کے جھنڈے نصب کر رہے تھے تو ہمارے آباؤ اجداد بھی عرب کے کسی قبیلے سے پیچھے نہ تھے۔

اسلام کسی خاندان یا قبیلے کا مذہب نہیں بلکہ یہ دین ہے جو اپنی برکات اور انعامات کی تقسیم میں عرب عجم کا امتیاز نہیں کرتا۔ اس کی فتح کسی ایک قبیلے یا قوم کی فتح نہیں ہوگی بلکہ عرب و عجم کے اسی کروڑوں انسانوں کی فتح ہوگی جو ظلم کے مقابلے میں عدل و انصاف، بدی کے مقابلے میں نیکی، فساد کے مقابلے میں امن اور سلامتی اور قبائلی اور نسلی عصبیتوں کے مقابلے میں انسانی اخوت اور مسالمت کے طلبگار ہیں۔ میں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں کہ تم انسان ہو اور انسان کے لئے سلامتی کا راستہ اسلام کے سوا اور کوئی نہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ کسی دن تم فخر و غرور کے ساتھ نہیں بلکہ شرم و زدامت کے ساتھ ان آیات کو یاد کرو گے اور تمہارا ضمیر زلزلت کرے گا کہ جب تمہارے سیلاب کی موجیں عجم کی سرحدوں کو چھو رہی تھیں تم اپنے ظلم و ستم کے درپے بند کر رہے تھے، میں اس دُعا کے ساتھ خلعت ہوتا ہوں کہ اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارا انجام تمہارے آغاز سے بہتر ہو۔

غنی کی خود اعتمادی کا یہ عالم تھا کہ اگر وہ کوئی قابل یقین بات کہہ دیتا تو کبھی کسی کو تو یہ دیکھ جاتا نہ ہوتی سب مہجرت کھڑے تھے۔ عجم انتہائی کرب کی حالت میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا لیکن کوئی اُس کے ساتھ آنکھ ملانے یا بات کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ غنی نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے باگ پکڑ لی اور اطمینان سے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ حسان نے کہا: "میں قیس کا بھانجا ہوں میرا وطن عراق ہے۔ میں اسلام کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ لیکن اگر آپ کو یقین ہے کہ عرب کے صحرائی شہنشاہ کے ہاتھ کسی دن عجم کے ظالم بادشاہوں کی قبائلی فوج سکیں گے تو میں آپ کا ساتھ دینا چاہتا ہوں۔"

غنی اسکر آیا: "تم اسلام کے بہت قریب آچکے ہو اور میں تمہاری ضرورت سمجھتا ہوں۔"

باب ۵

انگل شام ثنی بن عمارہ جو اسی سے دو منزل دور علاقے کے ایک با اثر رئیس کی بستی میں پرلوٹا لے ہوئے تھا اور بحرن کے طول و عرض سے کئی قبیلوں کے رضا کار اُس کے جھنڈے تلے جمع ہوئے تھے اُس کا بھائی معنی اور شیبانی قبیلے کے کئی اور رئیس اہل بحرن کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے بھاگ دوڑ کر رہے تھے۔ پٹاؤ کے قیام کے دوران ثنی کا بیشتر وقت اپنے قاصدوں کی کارگزاری کا حال سُنے لور اُنہیں آوازہ دیتا دینے میں صرف ہوتا تھا۔ ایک قاصد کسی دُور اُفتادہ بستی کے رئیس کو اُس کا پیغام پہنچانے کے بعد تھکا ہارا واپس آتا تو اُسے تازہ دم گھوڑا دینے کے بعد کسی اور ہم پر روانہ کر دیا جاتا۔ اپنی مہم میں کامیاب ہو کر وُٹنے والے ثنی کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ یا تحسین کے جذبات کو اپنے طویل سفر کی تکان بھوک اور سانس کا انعام سمجھتے تھے اور جب کوئی یہ اطلاع دیتا کہ فلاں قبیلے پر آپ کے پیغام کا کوئی اثر نہیں ہوا اور وہ غلوں کا ساتھ دینے پر رضد ہے تو ثنی اپنے بھائی یا کسی اور سردار کو پڑاؤ کی نگرانی کا فرض سونپ کر گھوڑے پر سوار ہوجاتا۔ اُس کے جان نثار اُس کا ساتھ دینے پر اصرار کرتے لیکن وہ اُنہیں یہ کہہ کر خاموش کر دیتا کہ اگر اللہ کو یہی منظور ہے کہ میں اپنے موطنوں کے ہاتھوں شہید ہو جاؤں تو تم میرے گورہی دیوانی کھڑی کنے بھی مجھے نہیں بچا سکو گے۔ لیکن اگر وہ مجھے اپنے دین کی خدمت کے لئے زندہ رکھنا چاہتا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے مغلوب نہیں کر سکتی۔ حسان جسے ثنی نے اپنے کشتہ خمیے میں بٹھرایا تھا، ہر آن یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس انسان کے وجود میں کوئی بے پناہ قوت اُسے اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ کسری کی فوج میں اُس نے وہ پُر شکوہ جرنیل دیکھے تھے جن کی سخت گیری اُن کے سپاہیوں کو گردنیں بھکانے پر مجبور کر دیا کرتی تھی لیکن سالار اور سپاہی کے

حسان نے بھاگ کر اپنا گھوڑا کھولا اور اُس پر سوار ہو گیا جب ثنی اپنے گھوڑے کی باگ موڑ رہا تھا تو ایک عرصہ سوار اپنے گھوڑے کو ایڑے لگا کر آگے بڑھا اور بلند آواز میں چلایا: ثنی! ٹھہرو!

جڑے سوار نے کہا: اگر میرے لئے توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا تو میں بھی تمہارا ساتھ دینا چاہتا ہوں۔ ثنی نے جوب دیا: اگر میں یہ محسوس کرنا کہ آپ کے لئے توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہے تو میں یہاں نہ آتا۔ میرے تین بیٹے اور قبیلے کے بیس اور آدمی یہاں موجود ہیں آپ اُنہیں ابھی ساتھ لے جائیں میں دو دن تک قبیلے کے باقی آدمیوں کے ساتھ پہنچ جاؤں گا۔

دو اور سرداروں نے اُس کی تعلیل اور تھوڑی دیر بعد جب ثنی ابلغ سے باہر نکل رہا تھا تو اُس کے پیچھے پانچ کی بجائے ساٹھ سوار تھے۔

قیس اور حطم نے ہمتے سافروں کی طرح ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔

ایک سوار نے آگے بڑھ کر کہا: میں حیران ہوں کہ تم نے المینان سے یہ سب باتیں کیسے بدھا کر لیں؟ اور حطم نے اُسے جواب دینے کی بجائے قیس پر برجم پڑا۔ تم اپنے آدمیوں کی بہادری پر فخر کرتے تھے اور ثنی کے سامنے تمہارے آدمی غلوں کی طرح کھڑے تھے تم نے اُنہیں تیر چلانے کا حکم کیوں نہ دیا؟ قیس نے جواب دیا: وہ ایک اچھی کی حیثیت سے آیا تھا اور میں نے اپنے آدمیوں کو لپٹی پر ساتھ لٹھنے کی ترتیب نہیں دی۔

حطم نے اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا: تم صاف کیوں نہیں کہتے کہ تم ڈر گئے تھے۔

قیس نے جگر جواب دیا: ثنی کو دیکھتے ہی میرے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ کاش اپنی قاتل جائز ہوتا۔ اب تمہاری صورت دیکھ کر بار بار میرے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ کاش وہاں قاتل جائز ہوتا تم کہتے تھے کہ نبوخذ القیس کو حجاز سے مکہ مد نہیں ملے گی اور تم یہی کہتے تھے تو تم اور یارانہ کے شکست خوردہ قبائل تہلے ساتھ شامل ہو جائیں گے اور پھر سارے عرب کے قبائل یکے بعد دیگرے تمہاری مدد کے لئے نکل پڑیں گے تم بوقوف ہو اور میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں اور میرے قبیلے کا کوئی آدمی مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شریک نہیں ہو گا۔

درمیان حقیقت اور محبت کا یہ رشتہ اُس کے لئے نیا تھا۔ یہاں دینی اور اعلیٰ کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ قیلولوں کے سوا اور عام لوگ ایک ہی دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے اور نماز کے لئے صفیں باندھتے وقت بھی وہ ایک ہی خانہ کے افراد کھائی دیتے تھے۔ حسان نے اس سے قبل ایران اور روم کی فوج کے جن سپاہیوں کو دیکھا تھا وہ فرصت کے ایام میں شراب نوشی، قمار بازی اور عیاشی سے جی بھلایا کرتے تھے اور ان کے مستقبل کے اُس باس کی بستیاں ان کی خشک گاہیں بن جایا کرتی تھیں لیکن غازیان اسلام کا ہر لمحہ جہاد کی تیاریوں اور فتح کے لئے دُعاؤں میں صرف ہوتا تھا۔ شراب اور خمر ان پر حرام تھا اور ان کا دہن ان گناہوں سے پاک تھا۔ انہیں غم کی سپاہیاء زندگی کا ایک لازمی جزو خیال کیا جاتا تھا۔

حسان کے نزدیک زلیخہ حیران کن بات یہ تھی کہ انسانی اخوت اور مساوات کے اُس رشتے کے باوجود جس نے اپنی اور اعلیٰ کی تفریق بیکسر مادی تھی۔ ان لوگوں میں ضبط و نظم کی کوئی کمی نہ تھی۔ ضمیر کی لامحدود آزادی کے باوجود ان کے فکر و عمل میں غایت درجہ کی یکسانیت تھی۔ اپنے سالار کا اپنی اشارہ بھی ان کے لئے ایک حکم کا درجہ رکھتا تھا۔ انہیں صرف اس اطمینان کی ضرورت تھی کہ ثنی انہیں سلامتی کا راستہ دکھا سکتا ہے اور اس اطمینان کے بعد وہ یہ سوچنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے کہ اس راستے پر قدم اٹھانے کے بعد کتنے دیباہ، پہاڑ اور صحرا عبور کرنے پڑیں گے۔ وہ اپنے اولوالعزمہ امہا کی کشادہ پیشانی پر فتح و نصرت کی بشارت دیکھ رہے تھے۔

چاندن گزر گئے اور اس عرصہ میں حسان کو ثنی کے ساتھ کھل کر باتیں کر لے کا موقع نہ ملا۔ کبھی کبھی وہ تھوڑی دیر کے لئے حسان کی طرف متوجہ ہوتا، اُس کا حال پوچھتا اور پھر اپنے کسی ساتھی کو اُس کے اہم خیال رکھنے کا حکم دینے کے بعد اپنے کام میں مصروف ہو جاتا۔ حسان خاموشی سے اپکے لئے میں بیٹھ کر اُن قاصدوں کے ساتھ ثنی کی گفتگو سنا جو ہر اُسے قریب جوار کے حالات سے باخبر رکھتے تھے۔ قاصدوں کی اطلاعات سننے اور انہیں نئی مہمات پر روانہ کرنے کے بعد ثنی ان قبائل کے نمایندگان سے ملاقات کرتا جو دوبارہ اسلام قبول کر رہے تھے۔ ان لوگوں کی ذہنی تطہیر، تحکیم اور بے لوث مبلغین کے سپرد تھی جن کی زندگی کا ایک لمحہ دین کی سرچندنی کے لئے وقف تھا۔ یہ لوگ انصار کا رُوس کو قرآن کا درس دیتے۔ رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات سناتے اور صحابہ کرام کے فضائل بیان کرتے تھے۔ حسان ان لوگوں کی صحبت میں بیٹھ کر ایسا محسوس کرتا کہ اُس کے سامنے علم و عرفان کی ایک نئی دنیا کے دروازے کھل رہے ہیں۔ اس دنیا کا ہر عین اُن غیر فانی مسرتوں سے بھرپور ہیں جن کی جستجو میں ظہور اسلام سے قبل تلاشیاں تھیں۔ ان گنت قافلے عرب و عجم کے بے نشان۔ استعموں پر دم توڑ چکے تھے۔ اسلام کا ماضی اور حال اُسے اپنی اپنی اور حال معلوم ہوتا تھا اور اسلام کے مستقبل کے متعلق خدا کے ان بندوں کی اُمیدیں اور دُعائیں اُسے اپنی اُمیدیں اور دُعائیں محسوس ہوتی تھیں۔

ایک رات ثنی کسی مہم پر گیا ہوا تھا اور رضا کار اُس کے خیمے کے قریب کھل فضا میں بیٹھے ایک مبلغ کی تقریر سن رہے تھے۔ جب مبلغ نے ظہور اسلام سے قبل اہل عرب کی ذہنی و مالی کا نقشہ کھینچنے کے بعد اللہ کی نعمتوں کا ذکر کیا جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں پر نازل ہوئی تھیں تو سامعین پر رقت طاری ہو گئی۔ تقریر کے اختتام پر جب حاضرین منتشر ہونے لگے تو حسان اپنی جگہ سے اٹھ کر بھاگتا ہوا مبلغ کے قریب پہنچا اور بلند آواز میں چلایا: "بھائیو! بھائیو! میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" وہ رُک کر اُس کی طرف دیکھنے لگے۔ حسان نے قد سے توقف کے بعد دوبارہ زبان کھولی تو جذبات کی شدت سے اس کی آواز لرز رہی تھی۔ اُس نے بڑی مشکل سے کہا: "بھائیو! تم سب گواہ ہو کہ میں اسلام قبول کر چکا ہوں۔ اور ان الفاظ کے ساتھ ہی اُس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا۔ لوگ بادی بادی آگے بڑھ کر اُسے گلے لگا رہے تھے، آگے مبارکباد دے رہے تھے اور وہ بار بار یہ کہہ رہا تھا: "بھائیو! میرے لئے دُعا کرو کہ میں اللہ کے راستے پر ثابت قدم رہ سکوں۔"



صبح کی نماز کے بعد حسان پڑاؤ سے باہر ایک ٹیلے پر کھڑا طلوع آفتاب کا منظر دیکھ رہا تھا۔ اچانک اُسے گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی اور پھر تھوڑی دیر بعد دائیں ہاتھ دوسرے ٹیلے کی اوٹ سے ثنی ابن حارث اور اُس کے تین ساتھی نمودار ہوئے۔ وہ جلدی سے اُترا اور ان کے راستے میں کھڑا ہو گیا۔ ثنی اُن کے قریب پہنچ کر گھوڑا روکا اور حسان نے شکایت کے لہجے میں کہا: "پڑاؤ میں آپ کے ساتھی بہت پریشان"

میں اُن کا خیال تھا کہ آپ شام سے پہلے واپس آجائیں گے۔ سادھی رات تک انتظار کرنے کے بعد چند سوار آپ کی تلاش میں روانہ ہو گئے تھے۔ کل تک مجھے آپ سے کچھ کہنے کا حق نہ تھا لیکن اب میں سلطان ہو چکا ہوں اور اگر ایک نو مسلم کے جذبات آپ کے لئے کوئی معنی رکھتے ہیں تو مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ موجودہ حالات میں آپ کی سلامتی بحریں کے مسلمانوں کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ اس لئے جب آپ پڑاؤ سے باہر نکلیں تو آپ کی حفاظت کا مناسب انتظام ہونا چاہیئے۔ بالخصوص جب آپ اسلام کے باغیوں کے پاس جائیں تو آپ کے ساتھ ایسے جانبازوں کی ایک معقول تعداد ہونی چاہیئے جو خطر کے وقت آپ کے لئے دھال اور تلواریں کا کام دے سکیں۔

فتنی اسکر اتا ہوا گھوڑے سے اُترا اور حسان کے ساتھ بنگلیہ ہو کر بولا: میں تمہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میں نے تمہیں پہلی بار دیکھتے ہی یہ محسوس کیا تھا کہ بحریں کے مسلمانوں کے لشکر میں ایک اچھے پیکار کا اخاذ ہونے والا ہے لیکن میں جس قدر تمہاری زبان سے کلمہ توحید سننے کا خواہشمند تھا اُسی قدر اس بات کا خواہاں تھا کہ تم میرے ساتھ کسی ذاتی حقیقت کے باعث نہیں بلکہ براہ راست اُس دین کی عظمت اور صداقت کا احراز کرو جس نے میرے جیسے لاکھوں انسانوں کو جہالت اور گمراہی کے تاریک گڑھوں سے نکال کر سلامتی کے روشن اور ہموار راستے پر ڈال دیا ہے۔ اب تم میرے بھائی ہو اور تمہیں اپنے جذبات کے اظہار کے لئے میری اجازت کی ضرورت نہیں لیکن تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ میری زندگی کسی دوسرے مسلمان سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ ہم سب ایک ہی راستے کے مسافر ہیں اور اس راستے پر چلنے کی اولین شرط یہ ہے کہ ہمارے دل موت کے خوف سے آزاد ہوں! اسلام ہمیں وہ مقصد حیات عطا کرتا ہے جس کے لئے جینا ایک سعادت اور مرنا ایک عظیم سعادت ہے۔ جب تم اللہ کے اُن نیک بندوں کے حالات سنو گے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں شاہراہ اسلام پر اپنے سفر کا آغاز کیا تھا تو تم اس حقیقت کو سمجھ سکو گے کہ ایک مومن کی زندگی کی یہی معراج ہے کہ وہ موت کے دروازے پر کھڑا ہو کر بھی حیاتِ ابدی کی مسکرائیں دیکھ سکتا ہو! اُس کے زخموں سے خون کے دھارے پھوٹ رہے ہوں لیکن اُسے یہ اطمینان ہو کہ وہ اپنی جنت کے سدِ بہار پھولوں کی آبیاری کر رہا ہے۔ تم نے ابھی تک خدا کے وہ برگزیدہ بندے نہیں دیکھے

جن کی نگاہیں جمالِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے روشن ہوئی ہیں۔ جب اُن کا قافلہ یہاں پہنچے گا تو تم یہ محسوس کرو گے کہ انسانی غصوں کے متعلق تمہارے بلند ترین تصورات اس قافلے کی راہ کے غبار میں گم ہو کر رہ گئے ہیں۔

فتنی یہاں تک کہہ کر کچھ دیر خاموش کھڑا رہا۔ پھر اُس نے گھوڑے کی باگ اپنے ایک ساتھی کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا: تم جاؤ میں یہاں سے پیدل آؤں گا۔

جب فتنی کے ساتھی وہاں سے چل دئے تو وہ دوبارہ حسان کی طرف متوجہ ہو کر بولا: ابھی تک میں نے کوئی ایسا کارنامہ سرا انجام نہیں دیا جس پر فخر کر سکوں۔ میں اگر اسلام کے باغیوں کی بستیوں میں جانے کے لئے پہرہ داروں کی ضرورت محسوس نہیں کرتا تو ایک سبب میرا یہ اطمینان بھی ہے کہ یہ لوگ میرے قبیلے کے انتقام کے خوف سے مجھ پر ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔ بحریں کے کسی قبیلے کا رئیس اپنے دامن پر میرے خون کے چھینٹے پسند نہیں کرے گا۔ تم اپنے ماموں کو دیکھ چکے ہو۔ وہ دوسرے قبائل کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کا خطرہ مول لینے کے لئے تیار تھا لیکن اُسے یہ گوارا نہ تھا کہ اُس کا اپنا گھر جنگ کا میدان بن جائے۔ مجھے اُس کی بستی میں داخل ہوتے وقت یہ اطمینان تھا کہ اگر حطم بن ضعیفہ باہر کے لوگوں کو خستعل کرنے میں کامیاب بھی ہو گیا تو بھی تمہارے ماموں کے خاندان کی تواریں میری حمایت میں بلند ہوں گی۔ میں حطم بن ضعیفہ کو قتل کیے کے بحریں کو ایک بہت بڑے فتنے سے نجات دلا سکتا تھا اور میرے لئے یہ کام مشکل بھی نہ تھا لیکن میں جانتا تھا کہ وہ قیس کا جہان ہے اور میری طرح وہ حطم کی حفاظت بھی اپنی ذمہ داری خیال کرتا ہے لیکن میری کامیابی میری توقع سے کہیں زیادہ تھی۔ قیس کی بستی میں جو لوگ جمع ہوئے تھے اُن میں سے اکثر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ لینے سے انکار کر چکے ہیں جب حطم وہاں سے بھاگا تھا تو صرف قیس آدمی اُس کے ساتھ تھے۔ تمہارے ماموں کی طرف سے مجھے یہ پیغام مل چکا ہے کہ وہ باغیوں کا ساتھ نہیں دے گا اور مجھے یقین ہے کہ مردوں کا ساتھ چھوڑنے کے بعد اُسے اسلام کی طرف لوٹنے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ کل میں نے ایک بااثر سردار کو اُس کے پاس بھیجا ہے۔ ممکن ہے کہ ایک دو دن تک میں تمہیں یہ خوشخبری سناسکوں کہ تمہارا

ماحول جارا ساقی بن چکا ہے مجھے اس بات کی غشی ہے کہ بحرن کے ہزاروں انسان باغیوں کی کوشش ہو رہے ہیں لیکن تمہیں نہیں سمجھنا چاہیے کہ میں صرف کامیابی کی امید پر یہ دور دھوپ کر رہا ہوں مجھے یقین ہے کہ اگر مجھے پے درپے مایوسیوں کا سامنا کرنا پڑا تو بھی میرا حوصلہ سست نہ ہوتا۔ اگر میرے ہاتھ میں دشمنوں کے نیزوں کی دلیوں کی کھڑی ہوئی اور میرے بعد دست مجھے یہ کہنے کہ تم زندہ واپس نہیں آؤ گے تو بھی میں اُن کے پاس ضرور جاتا۔ میں اُن کے اپنے سینے پر روکا اور نزع کے عالم میں بھی مجھے یا طہیان ہوتا کہ میری زندگی کا مقصد فدا ہو گیا۔ میں نے اپنے جسم اور ذہن کی ساری توانائی اللہ کے دین کا راستہ صاف کرنے میں صرف کر دی ہے۔ میرا خون اُس زمین پر بہا ہے جہاں اسلام کی فتح کے پرچم لہرائے جائیں گے اور قیامت کے دن میرے آگے بدر و احد اور میرے دائیں بائیں عجم کے میدانوں میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا بول بالا کرنے والے شہیدوں کی صفیں ہوں گی۔ شکست یا ناکامی اُن مجاہدوں کا مقصد نہیں جو اس دنیا کی عارضی زندگی کے ساتھ آخرت کی دائمی حیات کا سودا کرتے ہیں۔ موت صرف اُن کی شکست ہے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ اب چلو، مجھے دیر ہو رہی ہے۔

حسان اُس کے ساتھ چل دیا لیکن چند قدم اٹھانے کے بعد اُس نے کہا: میں نے سُن لے کہ جو لڑائی میں مسلمانوں کا محاصرہ کرنے والوں کی تعداد آئے دن بڑھ رہی ہے۔ آپ حجاز سے جس شکر کا انتظار کر رہے ہیں وہ کب پہنچے گا؟

غنی نے جواب دیا: "وہ زیادہ سے زیادہ چار دن تک پہنچ جائیں گے۔"

"کیا یہ درست ہے کہ باغیوں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ چکی ہے؟"

"ہاں یہ درست ہے لیکن اب اُن کی تعداد میں مزید اضافے کے امکانات ختم ہو چکے ہیں ہوا کا رخ بدل رہا ہے۔ گزشتہ پانچ دن میں حطم اور اُس کے ساتھیوں نے اپنی جماعت میں جتنے آدمیوں کا اضافہ کیا ہے، میں اُن سے دُگنے آدمیوں کو اپنے ساتھ ملا چکا ہوں۔"

"فرض کیجئے اگر حجاز سے آنے والی فوج چند دن تاخیر سے پہنچی اور اس عرصہ میں بھوک اور پیاس سے جاں لیٹ ہونے والے مسلمانوں نے ہتھیار ڈال دئے تو؟"

غنی نے جواب دیا: "میں ایسی باتیں فرض نہیں کیا کرتا۔ مجھ کے مجاہد میری توقع سے پہلے پہنچ جائیں گے اور جو عبد العتیس کے بہادری سے مجھے یہ توقع نہیں کہ کوئی بڑی سے بڑی آڑا تیش بھی نہیں مرتدوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دے گی۔"

وہ کچھ دیر خاموشی سے چلتے رہے۔ پھر غنی نے اپنا کمر حسان کی طرف دیکھا اور کہا: "مرتدین کے ساتھ ہمدی جنگ بہت جلد ختم ہو جائے گی۔ لیکن اس کے فوراً بعد فودے عرب کے اسلام کو پورے عجم کے کفر کو نبرد آنا ہونا پڑے گا۔"

حسان نے کہا: "جب ہمدی پہلی ملاقات ہوئی تھی تو میں یہ سُن کر بہت متاثر ہوا تھا کہ آپ لڑنے کے ساتھ بھی تصادم کا خطرہ مول لینے کے لئے تیار ہیں میری خوشی کی وجہ یہ تھی کہ حالت نے مجھے ایران کا دشمن بنادیا تھا اور میں صرف ایک رخم خوردہ انسان کے ذہن سے سوچا تھا لیکن جب میں ایک سپاہی کی حیثیت سے سوچا ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عرب کو ایران کے مقابلے میں کھڑا کر دینا یا عجم کا عظیم ترین ہجرہ ہو گا۔"

غنی نے جواب دیا: "تمہیں ہجرات کا قائل ہونے میں زیادہ عرصہ نہیں لگے گا اور میں نے یہ

نہیں کہا کہ عجم کی وسعت صرف ایرانی سلطنت تک محدود ہے۔"

حسان نے پریشان ہو کر سوال کیا: "آپ کا مطلب ہے کہ آپ بیک وقت روم اور ایران دونوں

کے ساتھ جنگ کرنا چاہتے ہیں؟"

"نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ روم اور ایران ہمارے ساتھ جنگ شروع کر چکے ہیں اور ہم اُن کی

فراورڈ کے جواب میں تلواریں اٹھانے پر مجبور ہو جائیں گے تم اس حقیقت سے بخیر نہیں ہو سکتے کہ

اسلام کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کرنے والے بیشتر وہ قبائل ہیں جو ایران یا روم کے زیر اثر ہیں

اور عرب کی سرحدیں اُس وقت تک محفوظ نہیں ہو سکتیں جب تک کہ شام میں قیصر اور عراق میں کسریٰ کا اتحاد

ختم نہیں ہو جاتا۔ بحرن میں مقامی قبائل اور غیر ملکی تاجروں کی امید پر مسلمانوں کے ساتھ لڑ رہے ہیں کہ ایران کی پشت پناہی کرے گا۔ قیصر اور کسریٰ یہ جانتے ہیں کہ عرب میں اسلام کی پُراس ترقی اُن کے اقتدار

کے لئے خطرناک ہے۔ اس لئے اُن کی کوشش یہ ہے کہ اپنی سرحدوں کے قبائل کی مدد سے اہل عرب کو خانہ جنگی میں مبتلا رکھا جائے۔ لیکن میرا ایمان ہے کہ ایران اور روم کی طاقت اُس دین کا راستہ نہیں روک سکتی جو خدا کی زمین پر خدا کا قانون نافذ کرنا چاہتا ہے۔ حجاز سے جو رحمت کی گھاٹا نمودار ہوئی ہے اُس کے بلالوں کی پرواز عرب کی فضاؤں تک محدود نہیں رہ سکتی۔ تم کہتے ہو کہ اگر اہل عرب ایران اور روم کے مقابلے میں کھڑے ہو سکیں تو یہ انسانی تاریخ کا عظیم معجزہ ہو گا اور میں یہ کہتا ہوں عرب میں اسلام کا ظہور ہی انسانی تاریخ کا عظیم ترین معجزہ ہے۔ آج سے چند برس قبل جو لوگ صرف ظاہری اسباب سے تاجخ انداز کے علوی تھے۔ اُن کے نزدیک ایرانیوں نے رومیوں کو ہمیشہ کے لئے مغلوب کر دیا تھا اور یہ بات اُن کی سمجھ سے بالاتر تھی کہ چند سال بعد نہ صرف رومی ایرانیوں پر غلبہ آجائیں گے بلکہ مکہ کے منجی مہر مہمود و محمود مسلمان بھی اپنے دشمنوں پر فتح حاصل کریں گے لیکن اللہ کا وعدہ پورا ہوا اور وہ جو معجزات پر ایمان نہیں رکھتے تھے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ رومیوں نے تباہی کے سنہری گڑھے سے نکل کر ایران کا غرور خاک میں ملادیا ہے اور پھر منجی مہر مسلمانوں نے کفار کے لشکر کو شکست دے کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ اُن پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ میرے دوست اگر میرے سامنے بحرین کے باغیوں کی سرکوبی کا مسئلہ نہ ہوتا تو میں آج چند جانبازوں کے ساتھ ایران کی طرف مسلمانوں کی فتوحات کا راستہ صاف کرنے میں مصروف ہوتا۔ اپنے وسائل کی کمی کے باوجود میرا ہر قدم اس یقین کے ساتھ اٹھتا کہ میری منزل مدائن ہے اور اگر میں راستے میں زخم کھا کر گر پڑوں تو میرے پیچھے وہ شکر نمودار ہو گا جس کا ہر سپاہی میری امیدوں اور میرے حوصلوں کا امین ہو گا۔

ثنیٰ کی گفتگو کے دوران حسان کے دل کی کیفیت یہ تھی کہ اگر وہ یہ کہہ دیتا کہ بحرین کی سب سے اوجی پہاڑی اٹھا کر سمندر میں پھینک دوں گا یا جلد اور فرات کا نسخ بدل دوں گا تو بھی اُسے یہ کہنے کی جسارت نہ ہوتی کہ آپ کوئی ناممکن بات کہہ رہے ہیں اُس نے پرویز کا جہاد و جلال دیکھا تھا، اُس نے ایرانی فوج کے ان نامور جرنیلوں کو دیکھا تھا جو حیر و اطلس کی قبائیں پہنتے تھے جنکی تلواروں کے دستے ہیروں سے مرصع ہوتے تھے اور اپنے سپاہیوں کی تعداد اور اسلحہ کی برتری کو اپنی فتوحات کا نشانہ

خیال کرتے تھے لیکن ظاہری شان و شوکت کے ان لوازمات کے بغیر بھی ثنیٰ ابن حارثہ کی شخصیت اُن سے کہیں زیادہ پُر شکوہ دکھائی دیتی تھی اور اُس کے چہرے پر عزم و یقین کی وہ روشنی تھی جس سے حسان کی جھلکیں نا آشنا تھیں اور اس روشنی میں اُسے اپنے مستقبل کی نئی منازل دکھائی دے رہی تھیں ثنیٰ ابن حارثہ کے ساتھ اس گفتگو سے پہلے اُسے یہ شکایت تھی کہ ابھی تک اُسے پوری تفصیل کے ساتھ اپنی داستانِ سنا کا موقع نہیں ملا۔ وہ ایک بہادر اور رحم دل انسان سے ہمدردی کا متمنی تھا لیکن اب اُسے اپنے ذاتی آرام و مصائب بے حقیقت معلوم ہوتے تھے۔ ثنیٰ کی رفاقت اُسے اپنی ذاتی خواہشات کے جزیرے سے نکال کر اُس وسیع دنیا میں لے آئی تھی جہاں آفاق گیری کے دلوں پرورش پا رہے تھے۔ اُس نے چاہا کہ سوال کیا۔ آپ کو یقین ہے کہ بحرین میں مرتدین کی سرکوبی کے بعد آپ کو دربارِ خلافت سے ایران کی طرف پیش قدمی کی اجازت مل جائے گی؟

ثنیٰ نے جواب دیا۔ ”مجھے معلوم نہیں میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ جب بحرین کے حالات اعتدال پر آجائیں گے تو مجھے چند سو یا چند ہزار ایسے رضا کار مل جائیں گے جو میرے ہم خیال ہوں گے۔ کم از کم میرے قبیلے کا ہر جوان میرا ساتھ دے گا اور ہم بلا تکلف عراق کے اُس علاقے کی طرف پیش قدمی کر دیں گے جس کی زمین سونا اگلتی ہے لیکن کسانوں کو اپنی محنت کے عوض لکھ کی روٹی نصیب نہیں ہوتی۔ ہم اُن عرب کاشتکاروں کے پاس آزادی، عدل اور مساوات کا پیغام لے کر جائیں گے جنہیں ایران کے حکمران باربروں کے جانور خیال کرتے ہیں۔ پھر جب ہم مدائن کا رخ کریں گے تو یہ لوگ ہمارے ہمسفر ہوں گے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ جب ہم اپنے سفر کا آغاز کریں گے تو دربارِ خلافت کا ردِ عمل کیا ہو گا لیکن مجھے یہ یقین ہے کہ صدیق اکبر کو ہماری تائید اور حمایت کا فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔“

حسان نے کہا۔ ”لیکن اگر ایران کا کوئی سالار کسریٰ کے حکم کے بغیر کسی محاذ پر ایرانی شروع کر دے تو اُسے بدترین سزا کا مستحق سمجھا جائے گا۔“

ثنیٰ نے جواب دیا۔ ”ایران کے سپہ سالار اور سپاہی صرف کسریٰ کی فتح کے لئے لڑتے ہیں لیکن ہم اپنے اللہ کے دین کی سرکوبی کے لئے جہاد کرتے ہیں پھر میں مسلمانوں کا سپہ سالار نہیں ہوں ابھی تک

مجھے ایک معمولی عہدہ دار کے اختیارات بھی حاصل نہیں ہوئے۔ حضرت ابو بکرؓ میرے اقدام کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ صرف یہ دیکھ کر کریں گے کہ میں نے اپنے طور پر جو ذمہ داری قبول کی ہے اُسے کس حد تک پورا کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ صدیق اکبرؓ کی نگاہیں مجھ سے کہیں آگے دیکھ سکتی ہیں اور جب وہ یہ سنیں گے کہ مجھ پر ایک جماعت اللہ کے دین کی سر بلندی کے لئے ایران کا رخ کر رہی ہے تو ان کی دُعائیں ہمارے ساتھ ہوں گی۔ مجھے صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ ایران سے قوت آزمائی کا موزوں ترین وقت یہی ہے اور مجھے یقین ہے کہ میں یہ ثابت کر سکتا ہوں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اس وقت شکر اسلام کی قیادت ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں ہے جس کا حجم کے پاس کوئی جواب نہیں ابھی تک میری اُس سے ملاقات بھی نہیں ہوئی لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ ایران کے متعلق اُس کے خیالات میرے خیالات سے مختلف نہیں ہو سکتے۔ وہ یقیناً میری تائید کرے گا۔

”وہ کون ہے؟“ حسان نے سوال کیا۔

”اُس کا نام خالد ہے۔ خالد بن ولید جو اپنی توار کی نوک سے عرب و عجم کے قدیم نقشے پڑھ کر پتہ چلنے رہا ہے جس کے جلدانہ کارناموں کی داستانیں شکست کے نقطے سے خالی ہیں اگر وہ بحرین کا باشندہ ہوتا تو اب تک ہم ایران کے راستے کی کئی منزلیں طے کر چکے ہوتے۔ میں اکثر یہ سوچتا ہوں اگر میری کوئی کارگزاری ہو تو اُس عظیم انسان کے چہرے پر ملکی سی مسکراہٹ بھی آجائے تو یہ میرے لئے بہت بڑا انعام ہوگا۔“

پڑاؤ قریب آچکا تھا اور غنی اب حسان کی بجائے اُن رضا کاروں کی طرف متوجہ ہو چکا تھا جو بھاگ بھاگ کر اُس کا زیر مقدم کر رہے تھے۔



تیسرے پہر ثنی بن حلدہ اور اُس کے ساتھی اپنے پڑاؤ میں قیس بن ارقم اور اُس کے خاندان کے ڈیڑھ سو سواروں کا استقبال کر رہے تھے۔ ان لوگوں کے پیچھے رسول کے مسلمان سے لے کر ہونے والی اونٹوں کا قافلہ آ رہا تھا۔

قیس نے گھوڑے سے اتر کر ثنی کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہا: ”جب آپ میری بستی نے نکل

اُٹھے تھے تو مجھے بھی شدت کے ساتھ اس بات کا احساس ہوا تھا کہ میں آپ کو کھانے کی دعوت نہیں دے سکا۔ مجھے انفس تھا کہ حکم جیسے لوگوں کے ساتھ مل کر میں ایک عرب کی مہمان نوازی کے آداب بھی قبول کیا تھا اب میں آپ کا حق یہاں لے آیا ہوں۔

ثنی نے جواب دیا: ”میں آپ کا شکر گزار ہوں لیکن رسول کی یہاں کی نہیں۔ آپ کی طرح دوسرے قبائل کے رؤسائے بھی انتہائی فیاضی کا ثبوت دیا ہے۔ مجھے ابھی اطلاع ملی ہے کہ علامہ بن حضری کا لشکر کل شام جواثی سے ایک منزل کے فاصلے پر پڑاؤ ڈال دے گا۔ ہم اُن کے استقبال کے لئے رات کے پچھلے پہر یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ اس لئے میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کا سامان یہاں اُتارنے کی بجائے وہاں بھیج دیا جائے۔ مدینے کے شکر کو خوراک کی زیادہ ضرورت ہوگی۔ علامہ بن حضری کے قیدم کا انتظام کرنے کے لئے چند آدمی عصر کی نماز کے بعد یہاں سے روانہ ہو جائیں۔ اگر آپ کے اونٹ بھی اُن کے ساتھ روانہ کرتے جائیں تو بہتر ہوگا۔ آپ کے آدمی یہاں آرام کر سکتے ہیں انہیں اونٹوں کے ساتھ جانے کی ضرورت نہیں۔ اونٹوں کی حفاظت کے لئے چند تازہ دم رضا کار بھیج دئے جائیں گے۔“

قیس نے جواب دیا: ”اگر مدینے کا شکر آ رہا ہے تو مجھے اس کے استقبال کے لئے ایک منزل کی بجائے تین منزل سفر کرنے میں بھی خوشی محسوس ہوگی۔ لیکن میرا بھانجا کہاں ہے؟“

”میں نہیں ہوں، ہاموں جان! حسان نے چند قدم دور فیما کاروں کے ایک گروہ سے نکل کر جواب دیا۔“

قیس نے مصافحہ کرنے کے بعد پیار سے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: ”تم مجھے سزا ہو کر بھاگ آئے تھے لیکن میں تمہارا شکر گزار ہوں تم نے ایک بوڑھے آدمی کو ہلاکت سے بچا لیا ہے۔“

حسان نے جواب دیا: ”میں بھی آپ کا شکر گزار ہوں میں بھٹکتا ہوا آپ کے پاس پہنچا تھا اگر اُس دن آپ کے ہاں ثنی بن حلدہ کے ساتھ میری ملاقات نہ ہوتی تو آج شاید میں یہاں نہ ہوتا۔“

قیس نے ثنی کی طرف متوجہ ہو کر کہا: ”میرا بھانجا روم و ایران کی جنگوں میں حصہ لے چکا ہے۔ آپ کی آمد سے پہلے میں اپنے ساتھیوں کو یہ مشورہ سنا رہا تھا کہ یہ نوجوان مسلمانوں کے خلاف جنگ میں میرے خاندان کی راہنمائی کرے گا۔ اب اسلام کا پرچم اُٹھانے کے بعد میں آپ سے درخواست کر رہا ہوں کہ

کریں میرے نزدیک عرب کا مستقبل اسلام کے مستقبل اور بحرن کے مستقبل عرب کے مستقبل سے جدا نہیں ہو سکتا اور جب ہم عرب کی سرحدوں سے ہٹ گئے تو ننگا ہوں کا رخ کریں گے تو صرف اہل بحرن ہی نہیں بلکہ عراق عرب کے قبائل بھی ہمارے ساتھ آئیں گے۔ پھر جب قافلہ حجاز ایران کی دھڑکیوں میں داخل ہو گا تو ہم یہ دیکھیں گے کہ جو رائے حق وہاں بھی ہماری راہ دیکھ رہے ہیں ہماری حالت اس دنیا کی سی ہوگی جو راستے کی تمام ندیوں اور نالوں کو اپنے آغوش میں لے لیتا ہے۔ ہمیں بحرن میں اسلام کا پرچم نصب کرنے کے لئے مزید خون بہانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ اب حطم بن ضبیعہ کو نئے حلیف نہیں ملیں گے اور اس کے پرانے حلیف بھی یکے بعد دیگرے اس کا ساتھ چھوڑ دیں گے اس نے اپنی قوت سے زیادہ ایوانوں کی اعانت کے بھروسے پر بغاوت کا جھنڈا بلند کیا تھا اور ایران کے موجودہ حالات ایسے نہیں کہ وہ بحرن میں ہمارے ساتھ اُٹھنے کی جرات کرے۔

نوعبدالقیس کے ایک سردار نے کہا: ہم پر مدین نے جو مظالم کئے ہیں وہ ناقابلِ بیان ہیں۔ ناہم میں ثنی بن حارث کی تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ ہمیں فیصلہ کن حملے صرف اسی صورت میں کرنا چاہئیں جبکہ باغیوں کے تاب ہونے کی کوئی امید باقی نہ رہے۔ یقین ہے کہ اگر ہم نے کامیابی کے ساتھ حارث جباری رکھا تو ان میں سے بہت کم ایسے ہوں گے جو شکست میں حطم کا ساتھ دینا پسند کریں گے۔

علاء بن حضری نے ثنی سے مخاطب ہو کر کہا: بحرن کے حالات آپ سے بہتر کوئی اور نہیں جانتا۔ اس لئے اگر آپ کا یہی فیصلہ ہے تو میں چند دن انتظار کرنے کے لئے تیار ہوں۔

دو دن بعد حطم بن ضبیعہ انہیں حالات کا سامنا کر رہا تھا جو اس نے محاصرے کے ایام میں نوعبدالقیس کے لئے پیدا کئے تھے۔ پڑاؤ میں اس کا ساتھ دینے والوں کی تعداد آٹھ دن کم ہو رہی تھی۔ ایک است حطم کے چند ساتھی فراہ ہو کر مسلمانوں کے پڑاؤ میں پہنچے اور انہوں نے اطلاع دی کہ اب حطم کے ساتھ صرف پانچ ہزار آدمی رہ گئے ہیں اور ان میں بھی زیادہ تر وہ ایرانی اور دوسرے غیر ملکی تاجر ہیں جنہیں ابھی تک یہ امید ہے کہ عراق میں سری کے باجگزاران کی اعانت کے لئے عربی انسل لوگوں کا شکر جمع کرے۔ ہیں آج یہ غیر ملکی جنس منا رہے ہیں اور پڑاؤ میں شراب کے دھڑیل رہے ہیں۔

اگر اسے کوئی اور ذمہ داری نہیں سوچ چکے تو میرے آدمیوں کو اس کی ضرورت ہے۔

ثنی نے جواب دیا: میں نے ابھی اس کا امتحان نہیں لیا۔ ناہم میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ یہ آپ کو یاروس نہیں کرے گا۔



ایک دن غروبِ آفتاب سے ایک ساعت قبل ثنی اور اس کے ساتھی جرات سے ایک منزل دُور علاء بن حضری کے شکر کا خیر مقدم کر رہے تھے۔ اس لشکر میں بنو قیس اور بنو حنیفہ کے وہ رضا کار بھی موجود تھے جن کے خاندان بغاوت کے ایام میں دین اسلام پر قائم رہے تھے۔ یہ لوگ راستے کی منازل میں مدینہ سے آنے والے لشکر کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ اس کے علاوہ مین کے چند سردار بھی اپنے اپنے قبیلے کے رضا کاروں کے ساتھ علاء بن حضری کے ہم لشکر تھے۔ رات کے پچھلے پہر علاء بن حضری فرج کے سالاروں کے ساتھ آئندہ حملے کی تجاویز پر بحث کر رہے تھے ثنی ابن حارث ان کے خیمے میں داخل ہوا اور اس نے فیصلہ کن پہلے میں کہا: ہم صبح حملہ نہیں کریں گے۔

حاضرین متعجب ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔ بالآخر علاء بن حضری نے کہا: کیا یہ ہو سکتا ہے کہ بحرن کے شہر کو دشمن کی تعداد نے پریشان کر دیا ہو؟

ثنی نے اطمینان سے بیٹھتے ہوئے جواب دیا: اگر مجھے اس بات کا یقین نہ ہوتا کہ ہم اس جنگ میں فتح حاصل کر چکے ہیں تو شام کی تاریکی مجھے تلوارِ پیام میں ڈالنے پر آمادہ نہ کرتی۔ میں باغیوں کو ان کی شکست کا اعتراف کرنے کی تہمت دینا چاہتا ہوں میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ میں ان میں سے زیادہ سے زیادہ ہمارے ہلکے ہاتھوں قتل ہونے سے بچ جائیں اور گراہی کا راستہ چھوڑ کر ہمارے ساتھ آئیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم چند دن دشمن کی رسد و ملک کے راستے کاٹنے اور آٹا دکا حملوں پر اکتفا کرتے رہیں تو ان میں سے اکثر حطم بن ضبیعہ کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ اس کے بعد ہم ایک ہی حملے میں حطم کے رہے ہوئے ساتھیوں کو کچل کر رکھ دیں گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ہمیں فیصلہ کن حملے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے اور یہی لوگ جو آج ہمارے دشمن ہیں کل دجلہ اور فرات کی وادیوں میں اسلام کے لشکر کا دستہ براول بننے میں محسوس

اس اطلاع کے قیودی دیر بعد جب باغیوں کے پڑاؤ سے شراب سے بدست آدمیوں کی سرخ پکار سنا دی دے رہی تھی تو مسلمانوں نے تین جانب سے حملہ کر دیا۔ باغیوں کی حالت تنگوں کے اُس انداز کی ہی تھی جسے اچانک آندھی کے تھڑھونکوں نے منتشر کر دیا ہو۔ تین ہزار آدمی رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر گرتے پڑتے ساحل کی طرف نکل گئے۔ آٹھ سو ہلاک اور زخمی ہوئے اور باقی آدمیوں نے رات بھر ادھر ادھر پھیلنے کی ناکام کوشش کی بعد صبح کی روشنی میں ہتھیار ڈال دئے۔ عظیم بن ضعیفہ کے علاوہ مرتدین کے چند اہل بااثر رہنما قتل ہو چکے تھے۔ اس جنگ کے بعد سمندر کے ساحل پر غیر ملکی تاجروں کا ایک قلعہ باغیوں کی آغری جائے پناہ تھا لیکن اگلی شام جب مسلمانوں کا لشکر باغیوں کے تقاب میں اس قلعے کے قریب پہنچا تو یہ لوگ دہاں سے کشتیوں پر سوار ہو کر جزیرہ دارین کا رخ کر رہے تھے۔ مسلمان رات بھر اس پاس کی بندرگاہوں سے کشتیاں تلاش کرتے رہے لیکن انہیں معلوم ہوا کہ غیر ملکی تاجروں کے زیر اثر مقامی ملاوٹ نے بھی اپنی کشتیاں باغیوں کے حوالے کر دی ہیں۔

اگلی صبح کے آفتاب کی ابتدائی کرنوں کے ساتھ غازیان اسلام اپنے گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہو کر سمندر کے کنارے صفیں باندھ رہے تھے۔ ابیر شکر یا چند سالاروں کے سوا کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ ان کی نمرل کہیں ہے۔ وہ صرف آنا جانتے تھے کہ انہیں صبح ہوتے ہی کوچ کرنا ہے۔ وہ صبح کی تروتازہ ہوا میں سمندر کی لہروں سے لطف اندوز ہو رہے تھے اور ان لہروں سے آگے ان کی نگاہیں ایک جزیرے کی جھلک دیکھ سکتی تھیں۔ علامہ بن حضری اور قتی بن حارث سب آگے کھڑے تھے اور سمندر کی لہریں ان کے خوبصورت گھوڑوں کے پاؤں پھوہری تھیں۔ اچانک وہ گھوڑوں کی باگیں موڑ کر شکر کی طرف متوجہ ہوئے۔ علامہ بن حضری نے بلند آواز میں کہا: "غازیان اسلام! بحیرین میں دشمنانِ دین کے پرچم سرنگم ہو چکے ہیں اللہ نے تمہارے صنوق و غلوص کو فتح کے انعامات سے نوازا ہے اب دشمنِ ظالمانہ میں پناہ لے چکا ہے۔ وہ بھٹا ہے کہ اس جزیرے کو اپنا مستقر بنا کر ہمارے ساتھ جنگ جاری رکھ سکے گا اور جب تک ہمارے درمیان یہ سمندر حائل ہے ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہمیں اس بات کا کوئی اندیشہ نہیں کہ چند ہزار باغی جاکے لئے کسی بڑے خطرے کا باعث ہو سکتے ہیں لیکن یہ لوگ ایران کے آزاد کاربن کر لقیانائے فتنوں کے دروازہ

کھول سکتے ہیں ہم ایران کو اس بات کا موقع نہیں دینا چاہتے کہ اس جزیرے کو اپنا بحری مستقر بنالے۔ یہ سمندر ہمارے درمیان حائل نہیں رہے گا۔ علامہ بن حضری یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔

ایک عرب نے کہا: "دارین فتح کرنے کے لئے ہمیں صرف چند کشتیوں کی ضرورت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم کوشش کریں تو مقامی ملاح ہمارے ساتھ تعاون پر آمادہ ہو جائیں گے۔"

علامہ بن حضری نے جواب دیا: "دارین فتح کرنے کے لئے ہمیں کشتیوں کی ضرورت نہیں یہ سمندر زیادہ گہرا نہیں مگر تم بہت سے کام لوگوں میں تمہیں یہ شردہ سنا سکتا ہوں کہ دارین کے ساحل پر اللہ کی نصرت تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ ہم ظہر کی نماز وہیں لو کریں گے۔"

ثنیٰ نے بلند آواز میں کہا: "مجاہدو! تم اپنے امیر کا حکم سن چکے ہو۔" جواب میں "اللہ اکبر! اللہ اکبر" کی صدائیں بلند ہوئیں اور اس کے ساتھ ہی ثنیٰ اور علامہ بن حضری نے باگیں موڑ کر گھوڑے سمندر میں ڈال دئے۔ پھر ایک آن کی آن میں پوڈی فوج سمندر میں کود چکی تھی اور اُبھرتا ہوا سمندر چلتی ہوئی لہروں میں انسانی عظمتوں کے پہاڑ دیکھ رہا تھا۔ تاریخ ہمیں صرف یہ بتاتی ہے کہ جب دارین میں پناہ لینے والے مرتدین نے یہ دیکھا کہ مسلمان اپنے گھوڑوں اور اونٹوں پر سمندر عبور کر رہے ہیں تو وحشت زدہ ہو کر بھاگ نکلے۔ لیکن کاش کسی توخ کی نگاہیں ان دلوں کی گہرائی تک پہنچ سکتیں جو فتنہ زدن اسلام کے عزائم اور حوصلوں کے زمین تھے۔

حفاظت کر سکتی ہیں شام کی سرحدوں پر مسلمانوں اور یسویوں کے ابتدائی معرکوں کے ساتھ قافلہ حجاز ان کھنڈ استوں پر گامزن ہو چکا تھا جو آگے چل کر یروش اور اجنادین کے میدانوں سے گزرتے تھے۔

ایرانیوں کے متعلق اگر مسلمان مطمئن نہیں تھے تو زیادہ پریشان بھی نہیں تھے یسویوں کے ہاتھوں عبرتناک شکست کھانے کے بعد ایران ایک اندرونی خلفشار میں مبتلا ہو چکا تھا اور مسلمانوں کو وہاں سے کسی فوری خطرے کا اندیشہ نہ تھا اور اگر وہ کوئی خطرہ محسوس کرتے بھی تو بیک وقت مشرق و مغرب کی دو عظیم سلطنتوں سے متصادم ہونا انہیں بعید از قیاس معلوم ہوتا تھا۔ لیکن حالات نے صدیق اکبرؑ کی خلافت کے پہلے سال ہی یہ ثابت کر دیا کہ روم کے عیسائی اور ایران کے مجوسی عرب میں اسلام کے عروج کو اپنے مستقبل کے لئے یکساں خطرناک سمجھتے ہیں۔ عراق کی سرحدوں سے قریب بن قبائل نے فتنہ ارتداد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا، ان میں سے اکثر ایرانی حکومت کے زیر اثر تھے۔ پھر بحریرہ سے یروش کی ایک کاہنہ سجاح بنت حارث بنت نبوت کا دعویٰ لیکر اٹھی اور اُس نے مدینہ پر چڑھائی کرنے کے ارادے سے عرب کے سرحد اور باغی قبائل کو ساتھ لے کر شمش کی لیکن نباج کے مقام پر اوس بن خزیمہ نے اُسے شکست دی اور اُسے مدینہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ ترک کرنے پر مجبور کر دیا۔ سجاح اس امید پر عرب میں داخل ہوئی تھی کہ باغی قبائل اسلامی سلطنت کے خلاف فیصلہ کن جنگ میں اُس کا ساتھ دیں گے لیکن اُسے یہ دیکھ کر مایوسی ہوئی کہ اسلام کے باغیوں کی اکثریت یمامہ کے جھوٹے نبی مسیلہ کے گرد جمع ہو چکی ہے چنانچہ اُس نے اپنی برتری کا لوہا منوانے کے لئے اپنی فوج کا رخ یمامہ کی طرف پھیر دیا۔ سجاح کو اس بات کا یقین تھا کہ مسیلہ کو شکست دینے کے بعد وہ باغیان اسلام کو اپنی طرف مائل کر سکے گی لیکن مسیلہ کذاب اُس کے ساتھ جنگ کا خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہ تھا۔ وہ یہ جانتا تھا کہ شکست کی صورت میں

لہ البحریرہ یا مسوپوٹیمیا۔ یہ علاقہ عراق کے شمال مغرب میں دجلہ اور فرات کے درمیان اُس مقام سے شروع ہوتا ہے جہاں یہ دریا ایک دوسرے سے بہت قریب ہو جاتے ہیں اور پھر اوپر کی طرف ان کا درمیانی فاصلہ بتدریج زیادہ ہونے لگتا ہے بالآخر یہ وسیع علاقہ اُس تنگ ادوی تک چلا جاتا ہے جہاں دجلہ اور فرات پھر ایک دوسرے سے اس قدر قریب آ جاتے ہیں کہ ان کے درمیان صرف چند میل کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔

باب

دالین کی فتح کے چند دن بعد علاء بن صفری واپس آ گئے اور بحرین کے نظم و نسق میں مصروف ہو گئے۔ خلیج فارس کے ساحلی علاقوں کی طرح باقی عرب بھی اندرونی فتنوں سے محفوظ ہو چکا تھا اور فرزندان توحید کا قافلہ نئے عزم کے ساتھ شاہراہ حیات پر دوڑ رہا تھا۔

شمال مغرب کی جانب عرب کی سرحد شام اور شمال مشرق کی سمت عراق سے ملتی تھی اور ان سرحدوں سے آگے قیصر و کسریٰ کی عظیم سلطنتیں شروع ہوتی تھیں جن کا پر شکوہ ماضی صدیوں کے مہن میں پھیلا ہوا تھا۔

زمانے کی محالیں عرب کو پہلی مرتبہ دنیا کے نقشے پر ایک سلطنت اور اہل عرب کو تاریخ کے صفحات میں ایک ملت کی حیثیت سے دیکھ رہی تھیں لیکن یہ سلطنت اور یہ ملت اپنی تاریخ کے ابتدائی دور ہی میں روئے زمین کی دو عظیم ترین طاقتوں کا سامنا کر رہی تھی۔

شام جس قدر حجاز سے زیادہ قریب تھا اُسی قدر اہل حجاز شام کے رومی حکمرانوں کے عزم سے باخبر تھے۔ روم اور ایران کی گزشتہ جنگ میں قیصرانی طاقت کا لوہا بانوا چکا تھا اور اُس کے لغت اولو اثر و سمع کا دائرہ اس قدر وسیع ہو چکا تھا کہ وہ کسی وقت بھی مسلمانوں کے لئے ایک خطرہ عظیم بن سکتا تھا۔ عرب کی سرحد پر رومی لشکر کی نقل و حرکت یہ ثابت کرنے کے لئے کافی تھی کہ قیصر کو صرف مسلمانوں کی قوت مدافعت کا خوف بھی پُر امن رہنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ چنانچہ غازیان اسلام نے فرزندان تثلیث کو مینے پر لیگا کرنے کا موقع دینے کی بجائے شام کی سرحدوں پر پیش قدمی کر کے یہ ثابت کر دیا کہ ان کی تلواریں ان کی

مرتین اُس کا ساتھ چھوڑ کر سب کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں گے اور اگر اُسے فتح حاصل ہوئی تو بھی وہ اس قدر کمزور ہو چکا ہوگا کہ اُس کے لئے مسلمانوں کا مقابلہ کرنا آسان نہیں ہوگا۔ چنانچہ اُس نے جنگ کی بجائے مصالحت کی گفتگو کی درخواست کی اور اس کے ساتھ ہی چند تحائف بھیج دئے۔ سبھار نے یہ درخواست قبول کر لی۔ دو چھوٹے بی بی نے جھوٹی نبی سے اپنی برتری کا لوہا منوالیا۔ دوسری ملاقات سیدہ کذاب کے کیمپ میں ہوئی اور پھر سبھار اپنے حریف کے ساتھ شادی کرنے کے بعد اس یقین اور اطمینان کے ساتھ واپس چلی گئی کہ جس مقصد کے لئے وہ عرب میں داخل ہوئی تھی اس کی تکمیل کے لئے شوہر زیادہ موزوں ہے۔

واقعات کی کڑیاں لانے کے بعد ہم ان نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ سبھار کا مقصد عرب کے اندرونی انتشار سے فائدہ اٹھانا تھا۔ وہ اور اُس کے پیروکار ایرانیوں کے زیر اثر تھے۔ اگر وہ عرب کے کسی گوشے سے نمودار ہوتی تو نبوت کے کئی اور چھوٹے دعویداروں کی طرح اسلامی سلطنت کے خلاف اُس کی بغاوت کی وجہ سمجھ میں آسکتی تھی لیکن اُس کا وطن مدینہ سے بہت دور تھا اور ابھی تک وہاں اس حد تک اسلام کے اثرات نہیں پہنچے تھے کہ وہ جھوٹی نبوت کے اعلان کے ساتھ ہی مدینہ پر چڑھائی کی ضرورت محسوس کرتی۔ اگر اُس کے دل میں شہرت اور اقتدار کی ہوس ہوتی تو اُس کا پہلا تصادم اپنے ایرانی حکمرانوں کے ساتھ ہونا چاہیے تھا۔ ان حالات میں ہمیں اُن لوگوں کی قیاس آرائی بے محل معلوم نہیں ہوتی جو سبھار کو ایرانی حکومت کی آواز کا سمجھتے ہیں۔ مدینہ کی طرف سبھار کی پیشقدمی سے قبل مسلمانوں کے ہاتھوں میں کی سرزمین پر ایرانیوں کے اقتدار کا خاتمہ ہو چکا تھا اور میں کا ایرانی گورنر اسلام قبول کر چکا تھا۔ پھر جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بحرن کے باغیوں کو بھی ایرانیوں کی پشت پناہی حاصل تھی تو یہ حقیقت اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے کہ اُس کی طرح ایران کی حکومت بھی اُن حالات سے غافل نہ تھی جو اسلام کی بدولت صحرائے عرب میں رونما ہو رہے تھے۔ فرق صرف یہ تھا کہ رومی حکومت نے مسلمانوں کو اپنی قوت کے مظاہروں سے مرعوب کرنے کی کوشش کی تھی اور مسلمان تلوار کے جواب میں تلوار اٹھانے پر مجبور ہو گئے تھے لیکن ایرانی حکمران ابھی تک سازشوں پر اکتفا کر رہے تھے۔ بحرن کی بغاوت کے خاتمے کے ساتھ نظر ابران سازشوں کے

دروازے بند ہو گئے تھے لیکن بحرن کا ایک سپاہی اور مدبر اسلام اور بحرنیت کا تصادم ناگزیر سمجھا تھا۔ یہ مجاہد ثنی بن حارثہ تھا جس کی نگاہیں شمال مشرق کے اُفق پر خطرناک اندھیوں کے آثار دیکھ رہی تھیں اُسے یہ یقین تھا کہ جب ایرانی حکومت اپنی اندرونی مشکلات پر قابو پالے گی اور اُس کی جنگی تیاریاں مکمل ہو جائیں گی تو اُسے عرب پر دھاوا بولنے کے لئے کسی بہانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ ایرانی معاشرہ جسکی بنیاد عدم مساوات پر رکھی گئی تھی براہ راست عرب کے اُس معاشرے سے تصادم تھا جو اخوت اور مساوات کا داعی تھا۔ ثنی بن حارثہ مدائن کو اُن غازیوں کے راستے کی ایک اہم منزل سمجھتے تھے جو اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کا بل بالا کرنے کے لئے میدان میں اُترے تھے۔ وہ یہ محسوس کرتے تھے کہ اگر ایران کے ساتھ ملکر لینے میں تسامح سے نہ دیا گیا یا اُسے جنگ کے لئے تیاری کا موقع دیا گیا تو چند سال بعد مسلمانوں کو انتہائی خطرناک حالات کا سامنا کرنا پڑے گا اور انہیں اس بات کا خدشہ بھی تھا کہ روم اور ایران کسی وقت بھی مسلمانوں کو ایک مشترکہ دشمن سمجھ کر متحد ہو سکتے ہیں ثنی بن حارثہ کسی تاخیر کے بغیر خلیفۃ المسلمین کو ایران کی طرف متوجہ کرنا چاہتے تھے اور اُن کے نزدیک اس کا آسان طریقہ یہی تھا کہ انہوں نے اپنے قبیلے کے جانبازوں کو جمع کیا اور عراق پر حملہ کر دیا۔ ابتدا میں سرحدی اہل کاہل اور زندہ داروں کو کسری کی سلطنت پر بحرن کے ایک قبیلے کی چڑھائی ایک مذاق معلوم ہوتی تھی لیکن جلد ہی وہ ایک غیر متوقع صورت حال کا سامنا کر رہے تھے۔ ثنی بن حارثہ اچانک سرحد کی کسی چوکی پر حملہ کرتے اور ایرانی سپاہیوں کو تتر بتر کر دیتے۔ پھر جب تک کسی بڑے مستقر سے ایرانی لشکر حرکت میں آتا وہ کوسوں دور کسی اور چوکی پر چڑھ دیتے۔ وہ عراق کے جغرافیائی خدوخال و اپنے ہاتھ کی لکیروں کی طرح جانتے تھے اور اُن کے ساتھ ایک ایسا لشکر تھا جو سامانِ رسد سے بے نیاز تھا۔ اُن کے عقب میں وہ صحرا تھا جس کی وسعتیں انہیں خطرے کے وقت پناہ دے سکتی تھیں اور سامنے وہ زرخیز علاقے تھے جہاں گھوڑوں کے لئے چارے اور سواروں کے لئے اناج کی کمی نہ تھی۔ عرب کسان اور چرواہے جنہیں ایرانی عمال اور جاگیرداروں نے زندگی کی تمام راحتوں سے محروم کر دیا تھا۔ ان مٹھی بھر جانباڑوں کو اپنا نجات دہندہ خیال کرتے تھے۔

برزان سرحدی علاقوں کا حاکم تھا جہاں سے بحرن کے مجاہدوں کی پیشقدمی کا آغاز ہوا تھا۔

وہاں سینکڑوں ایسے تھے جو اعلانیہ دین اسلام قبول کر چکے تھے اور ہزاروں ایسے تھے جنہیں کھلے بندوں مسلمانوں کا ساتھ دینے کے لئے مناسب وقت کا انتظار تھا۔



حسان اُس مرد مجاہد کا ہم سفر تھا جسے قدرت نے سائرس اور ذارا کے جانشینوں کی سلطنت کی طرف اسلام کے لشکر کا راستہ صاف کرنے کے لئے منتخب کیا تھا۔ سپاہیہ کھیل اُس کے لئے بنے نہ تھے۔ وہ روم و ایران کے عظیم معرکوں میں حصہ لے چکا تھا اور جنگ کے قواعد سے پوری طرح باخبر تھا۔ لیکن ثنی بن حارثہ کی رفاقت میں بحرین سے عراق کا رخ کرتے ہوئے جب وہ ایک آزمودہ کار سپاہی کے ذہن سے سوچتا اور اسباب اور نتائج کی کڑیاں ملنے کی کوشش کرتا تو اُسے یہ بات ناقابل یقین محسوس ہوتی کہ مٹھی بھر نمازیوں کی یہ جماعت عراق میں ایرانیوں کے اقتدار کے لئے کوئی بڑا خطرہ پیدا کر سکے گی۔ اُس نے عجم کے وہ سپہ سالار دیکھے تھے جو شاہی شان و شوکت کے ساتھ جنگ کے میدانوں کا رخ کیا کرتے تھے۔ جن کا ذاتی سامان کسی نیل گاڑیوں اور اونٹوں پر لاداجاتا تھا۔ اُسے یہ بات عجیب معلوم ہوتی تھی کہ ایک قبیلہ کا رئیس ایک عظیم سلطنت کے ساتھ ٹکر لینے کے لئے نکلا ہے اور اُس کی فوج کی تعداد پانچ سو سوار سے زیادہ نہیں اور وہ بھی ایسے جنہیں کسی فوری خطرے کی صورت میں پیچھے سے رسد یا کمک ملنے کی کوئی امید نہیں ہو سکتی جہاں نے اتنی بڑی مہم کے لئے اتنی قلیل اور بے سرو سامان فوج پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی اور نہ وہ اُس عزم و یقین سے آشنا تھا جس کی روشنی سے ان جبری انسانوں کی نگاہیں لبریز تھیں۔ انتہائی پریشانی کی حالت میں بھی جب وہ اس لشکر کے قائد کی طرف دیکھتا تو اُس کے دل میں ایک ناقابل تسخیر دلولہ کروٹیں لینے لگتا اور اُس کے ساتھ جھپٹنے اور مرنے کی خواہش تمام آرزوؤں اور سارے اندیشوں پر غالب آجاتی۔ ابتدا میں وہ ثنی کی ہم گیر شخصیت سے متاثر ہوا تھا اور اُس کے دل میں عقیدت اور احترام کے جذبات ایک ایسے راہنما کا خراج تھے جس نے اُسے انسانیت کی نئی غلطیوں سے آشنا کیا تھا لیکن عراق میں چند محروکوں کے بعد وہ یہ

کا دائرہ اختیار جنوب میں صحرا کے کنارے سے لے کر فرات کے ڈیلٹائی علاقے اور خلیج فارس کے شمالی کنارے میں کاظم اور خیر سے لے کر مغرب کی جانب حیرہ کی حدود تک پھیلا ہوا تھا۔ اپنے اقتدار کی حفاظت کے لئے یہ معرود اور ظالم حاکم دس ہزار تربیت یافتہ سپاہی میدان میں لاسکتا تھا اور بوقت ضرورت ایرانی جاگیردار جن پر ہرز کو بالادستی حاصل تھی، اُسے مزید افواج ہتیا کر سکتے تھے۔

ثنی بن حارث ہرز کو اپنے راستے کی پہلی دیوار سمجھتے تھے لیکن وہ یہ بھی جانتے تھے کہ وہ ایک انتہائی قلیل لشکر کے ساتھ کسی کھلے میدان میں ہرز کی افواج کے ساتھ ٹکر نہیں لے سکتے اور اُن کی پیروی کا مقصد بھی یہ نہیں تھا۔

انہوں نے ایک باقاعدہ جنگ لڑنے کی بجائے اکاؤنٹوں سے ایران کی قوت کا بھرم کھول دیا تھا۔ انہوں نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ اگر عراق کے محکوم قبائل کے دلوں سے ایرانی حکمرانوں کی قوت کا خوف اٹھ جائے تو انہیں مسلمانوں کے ساتھ اپنا مستقبل وابستہ کرنے پر آمادہ کیا جاسکتا ہے۔

ثنی کی پہلی کامیابی یہ تھی کہ انہوں نے ہرز کو اپنے لامحدود وسائل کے باوجود مدافعتیہ جنگ لڑنے پر مجبور کر دیا۔ اور اُن کی دوسری کامیابی یہ تھی کہ مقامی عرب اپنے ایرانی آقاؤں کی بجائے مسلمانوں کے ساتھ تعاون کر رہے تھے۔

ثنی بن حارث کا لشکر سرحد کے چرواہوں اور کسانوں کی جس بستی سے گزرا تھا، وہاں ہر چھلے ہوئے چہرے امید کی روشنی سے جگمگا اٹھتے تھے۔ تین ماہ کے عرصہ میں ثنی بن حارثہ نے کسی علاقے پر قابض ہونے یا وہاں دو چار دن سے زیادہ ٹھہرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ تاہم اُس نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ فتوحات جو اُس نے مقبوضہ اور مظلوم انسانوں کے دلوں پر حاصل کی ہیں، بستیوں، شہروں اور قلعوں کی فتوحات سے زیادہ اہم ہیں ان مجاہدوں کے ساتھ دین اسلام کے مبلغ تھی اور جب سرحد کے ایرانی جاگیردار اپنی بستیوں کو غیر محفوظ سمجھ کر اندرونی علاقوں کی طرف بھاگ نکلتے تو وہاں تبلیغ کے راستے کھل جاتے۔ اور مجاہدین کا لشکر کسی اور منزل کی طرف روانہ ہو جاتا۔

تین ماہ کے عرصے میں ثنی بن حارث نے جن راستوں پر اپنے قدموں کے نشان چھوڑے تھے

محسوس کر رہا تھا کہ قدرت نے مثنیٰ کو جس مقصد کی تکمیل کے لئے منتخب کیا ہے وہ اُس کی ذات سے زیادہ بلند اور اہم ہے اور اُس کی ہمت اور خود اعتمادی اور اُس کی غیر معمولی کامیابیاں صرف اُس جلدہ مستقیم پر گامزن ہونے کا نتیجہ ہیں جسے صرف دین حق کا پرچم اٹھانے والے مجاہدوں کی نگاہیں دیکھ سکتی ہیں۔ عراق کی سرحد میں داخل ہوتے وقت جب اُس کے ایک ساتھی نے کہا تھا: حسان تم عراق کے حالات سے زیادہ واقف ہو تمہارے خیال میں ہماری مہم کی کامیابی کے امکانات کیا ہیں تو اُس نے بلا توقف یہ جواب دیا تھا: مجھے معلوم نہیں یہ مٹھی بھر مجاہد کس امید پر وہاں جا رہے ہیں۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ مثنیٰ کی رفاقت میں آگ کے سمندر میں کود سکتا ہوں۔

لیکن اب وہ اپنے دل میں یہ کہا کرتا تھا کہ مثنیٰ کے ہاتھ میں اللہ کے دین کا پرچم ہے اور اللہ کی نصرت اُس کے ساتھ ہے۔ میں نے گزشتہ چند مہینوں میں قدرت کے جو عجوبے دیکھے ہیں ان کے بعد اگر مجاہد ہوا میں اُڑنے اور پانی کی سطح پر دوڑنے لگیں تو بھی مجھے تعجب نہیں ہوگا۔

باب

مثنیٰ ابن حارثہ دس مجاہدوں کے ساتھ قبیلہ تغلب کے ایک سردار کے پاس مقیم تھا اور اُس کے دوسرے ساتھی حسب معمول اُس پاس کی چند بستیوں کے عرب کافروں اور چرواہوں کے مہلن تھے۔ مثنیٰ کے میزبان نے عربوں کی روایتی مہمان نوازی کا ثبوت دیتے ہوئے اُس کے لئے اپنا سکونت مکان خالی کر دیا تھا۔ یہی کامیاب مکان تین گنا کمرے پر مشتمل تھا اور اُس کے گرد دیوار تھی۔ باہر عمارتوں طرف کھجوروں کے باغ قبیلے کے کسانوں اور چرواہوں کے چھوٹے چھوٹے گھوڑے اور مکانات تھے۔ ایک دن طلوع آفتاب کے وقت مثنیٰ ابن حارثہ مکان کے صحن میں ٹہل رہا تھا۔ اُس کے چہرے پر رنج و ملال کے آثار تھے۔ دیوار کے ساتھ ایک چھپرے کے نیچے چند گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ پاس ہی ایک چٹائی پر چند نوجوان بیٹھے تھے۔ مثنیٰ نے کسی گہری سوچ سے سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا اور ان سے مخاطب ہو کر پوچھا: ”معنی کہاں ہے؟“

ایک نوجوان نے جواب دیا: ”وہ اندر چلے گئے ہیں۔“

”اُسے بلاؤ۔“

نوجوان بھاگتا ہوا مکان کی طرف بڑھا اور تھوڑی دیر بعد مثنیٰ ابن حارثہ کے سامنے اُس کا حوالہ سال بھائی کھڑا تھا۔ شکل و صورت اور قد و قامت کے اعتبار سے معنی میں اپنے بڑے بھائی کی تمام امتیازی خصوصیات موجود تھیں۔

مثنیٰ نے کسی تمہید کے بغیر کہا: حسان ابھی تک نہیں آیا اور ہم اُس کا مزید انتظار نہیں کر سکتے۔

میں اُس کی تلاش میں جا رہا ہوں۔ صرف ایک آدمی میرے ساتھ ہو گا۔ اگر شام تک میری طرف سے کوئی حکم نہ ملے تو یہاں سے کوچ کر دو اور صبح ہونے تک سرحد پر جو بکر کی آخری بستی میں پہنچ جاؤ اور وہاں میرا انتظار کرو۔ باقی ساتھیوں کو یہ پیغام بھیج دو کہ وہ غروب آفتاب کے بعد روانہ ہو جائیں اور صبح تک وہاں پہنچ جائیں۔ اُن کے لئے الگ الگ راستے اختیار کرنا زیادہ مناسب ہو گا۔

معنی نے کہا: "بھائی جان! کل ہم نے جو سوار حسان کی تلاش میں روانہ کئے تھے وہ سب باؤس ہو کر واپس آ گئے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ اُس نے خود نمائی کے شوق میں آپ کی ہدایات کی پروا نہیں کی اور ہم اپنے اٹھ بہترین آدمی کھو بیٹھے ہیں۔"

ثنی نے جواب دیا: "حسان اس قدر نادان نہیں مجھے یقین ہے کہ وہ بلاوجہ کوئی خطرہ عمل نہیں لے گا۔ لیکن اُسے عین دن قبل واپس آ جانا چاہیئے تھا۔ رات میں یہ سوچ رہا تھا کہ ہم نے اُسے پیدل بھیج کر غلطی کی ہے۔ اگر دشمن کے سواروں نے کسی جگہ انہیں گھیر لیا تو اُن کے لئے بچ سکلنا آسان نہیں ہو گا۔" ثنی نے کہا: "انہیں اس سے پیدل بھیجا گیا ہے کہ دشمن کو اُن کی سرگرمیوں کا پتہ نہ چل سکے اور واپس آنے میں اُن کی تاخیر کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ کسی غیر متوقع خطرے کے پیش نظر کسی عرب کے گھر چھپ گئے ہوں گے۔"

معنی نے کہا: "لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کسی عرب نے انعام کے لالچ میں انہیں ایرانیوں کے حوالے کر دیا ہو۔"

ثنی نے جواب دیا: "یہ ہو سکتا ہے لیکن اگر میں نے حسان کو پہچاننے میں غلطی نہیں کی تو وہ بدتر حالات میں بھی اپنے ساتھیوں کو بچانے کی کوشش کرے گا۔ سنو شاید کوئی آ رہا ہے۔"

دونوں بھائی گھوڑے کی ٹاپ مٹ کر حویلی کے دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔ ایک سرپٹ سوار اندر داخل ہوا اور ثنی کو دیکھتے ہی بلند آواز میں چلایا: "جناب وہ آ گئے ہیں۔"

ثنی دروازے کی طرف بڑھا لیکن سوار نے گھوڑے سے کودتے ہوئے کہا: "جناب وہ گھوڑوں کو پانی پلانے کے لئے نہر پر رک گئے ہیں۔"

ثنی نے قدرے مضطرب ہو کر سوال کیا: "لیکن وہ ہیں کون؟"

سوار نے جواب دیا: "جناب میں حسان اور اُس کے ساتھیوں کا ذکر کر رہا ہوں۔ وہ سب آ گئے ہیں۔ انہیں دور سے دیکھ کر ہمیں یہی شبہ ہوا تھا کہ شاید ایرانیوں کا کوئی دستہ اس طرف آ رہا ہے اور ہم نہر کے پار گھات لگا کر بیٹھ گئے تھے۔ لیکن انہوں نے اصراراً ایک سوار آگے بھیج دیا۔ ہم نے گھوڑوں کے متعلق پچھا تو معلوم ہوا کہ یہ غنیمت کا مال ہے۔ اُن کے پاس اپنی سوار کی علاوہ پانچ گھوڑے فالتو بھی ہیں۔" ثنی نے اپنے بھائی کی طرف توجہ ہو کر کہا: "جو لوگ ہم مانا نہیں جاتے وہ زیادہ عرصہ جلا ساتھ نہیں دے سکیں گے۔ تم تمام سالاروں کو پیغام بھیج دو آج رات کوچ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں اور حسان کو یہاں آ ہی میرے پاس بھیج دو، میں اُس کے ساتھ علیحدگی میں چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"



تھوڑی دیر بعد ثنی ایک تنگ درتچے کے سامنے کھڑا کرتے سے باہر بھاگ رہا تھا۔ حسان اندر داخل ہوا اور "اسلام علیکم" کہہ کر چند قدم دور کھڑا ہو گیا۔ ثنی نے وعلیکم اسلام کہہ کر ایک تازی کے لئے اُس کی طرف دیکھا اور منہ پھیر دیا۔

حسان نے قدرے توقف کے بعد کمرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا: "جناب میرے تمام ساتھی بحیرت واپس آ گئے ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے،" ثنی نے غصے کی حالت میں حسان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "اور مجھے یہ اطلاع بھی مل چکی ہے کہ تم خالی ہاتھ واپس نہیں آتے۔"

حسان کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن ثنی کے تیردیکھ کر اُس کو زبان کھولنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ثنی نے قدرے توقف کے بعد کہا: "شاید میں تمہیں اس بات کا یقین نہیں دلا سکا کہ ہم ایک ایسی سلطنت کے خلاف جنگ شروع کر رہے ہیں جس کے وسائل ہم سے کئی گنا زیادہ ہیں۔ ہمارا مقصد اپنی برتری ثابت کرنا نہیں بلکہ اللہ کے دین کا بول بالا کرنا ہے اور اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے ہمیں جس قدر جرأت اور ہمت کی ضرورت ہے اُسی قدر نظم اور ضبط کی بھی ضرورت ہے۔ اگر میں تمہاری شجاعت کا امتحان لینے کی ضرورت

وقت سے میدان میں آجائے گا۔ پھر اگر پیچھے ہٹنا پڑا تو ہرگز جیسے لوگ ہمارا ساتھ دینے والوں کو نہیں کر رکھ دیں گے۔ مقامی عرب ہماری گزشتہ کامیابیوں پر بہت خوش ہیں لیکن سردست انہیں یہ سمجھنا مشکل ہے کہ ہم ایران کی طاقت کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ بین ان عرب سرداروں سے مل چکا ہوں جن کے عزیز ہرگز کے مظالم برداشت کر رہے ہیں اور ان کی یہی رائے تھی کہ اگر ہم نے ایران کے خلاف ایک باقاعدہ جنگ کی تیاریوں کے بغیر ہرگز کے علاقے میں پیش قدمی کی تو مقامی عرب پوری جرات کے ساتھ ہمارا ساتھ نہیں دے سکیں گے۔ ایرانیوں کو ہماری تعداد کا صحیح علم نہیں ہے وہ اس علاقے میں اتنا عرصہ ہماری سرگرمیاں برداشت نہ کرتے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ایک بہت بڑی فوج ہمارے پیچھے آ رہی ہے۔ بین ان عربوں سے مل چکا ہوں جو مدائن کے حالات سے باخبر ہیں۔ بنو قریظہ کی ایک بستی کے رئیس نے مجھے بتایا تھا کہ ہمارے حملوں کے باعث جو ایرانی بھاگ کر مدائن پہنچے ہیں انہوں نے وہاں اپنی کمزوری یا بُردی کا اعتراف کرنے کی بجائے ہماری تعداد کے متعلق انتہائی مبالغہ آمیز داستانیں بیان کی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایران کی حکومت اتنا عرصہ ہمارے خلاف کوئی اقدام نہیں کر سکی لیکن ہرگز جیسے لوگ ایرانی حکومت کو زیادہ عرصہ خاموش نہیں بیٹھنے دیں گے اس نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ مدائن سے ایک بہت بڑی فوج میری مدد کے لئے آ رہی ہے اور میں بہت جلد عراق میں داخل ہونے والے مسلمانوں کو ایسی سزاؤں کا کہ وہ دوبارہ اس طرف اٹھ کر دیکھنے کی جرات نہ کر سکیں۔ مجھے یقین ہے کہ عراق کی سرزمین میں جو سیت اور اسلام کی فیصلہ کن جنگ ناگزیر ہے لیکن کاش یہ اطمینان بھی ہو تاکہ آپ دوبارہ خلافت کو اس جنگ کے لئے آمادہ کر سکیں گے اور ضرورت کے وقت مدینے سے کوئی بڑا لشکر ہماری مدد کے لئے پہنچ جائے گا۔ آپ کو مدینے سے کوئی اطلاع نہیں ملی ہو اب تک ہمارے بلچلی کو واپس آجانا چاہیے تھا۔

غنی نے جواب دیا: "کل مدینے سے ایک آدمی ہمارے ایچی کا خط لے کر یہاں پہنچا تھا اور اُس نے یہ لکھا ہے کہ اے ابھی تک رہا خلافت ہماری درخواست کا کوئی حوصلہ افزا جواب نہیں ملا۔" حسان کے چہرے پر ادا می چھا گئی اور وہ چند ثانیے خاموشی سے اپنے راہنما کی طرف دیکھا۔

غنی نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا: "گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ حاتم بن عمر نے مجھے بذات خود خلیفہ المسلمین کی خدمت میں حاضر ہونے کا مشورہ دیا ہے اور میں اس یقین کے ساتھ اُن کے پاس جا رہا ہوں کہ وہ میری درخواست رد نہیں کریں گے۔"

"آپ کب جا رہے ہیں؟"

غنی نے جواب دیا: "مجھے صرف تمہارا انتظار تھا۔ میری غیر حاضری میں لشکر کا پوراؤ سرحد کے قریب ہو گا لیکن ہم دشمن کو یہ تاثر نہیں دیں گے کہ ہم پیش قدمی کا ارادہ ترک کر کے پیچھے ہٹ گئے ہیں ہماری تبلیغی اور فوجی سرگرمیاں بدستور جاری رہیں گی اور ہم ایرانیوں کو دوبارہ اس علاقے میں پاؤں جانے کا موقع نہیں دیں گے۔ ہمارے سوار چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں پیش قدمی کرنے کے بعد واپس آجایا کریں گے۔ اس صورت میں اگر ایرانیوں کی طرف سے کوئی بڑا خطرہ پیش آیا تو ہمیں صحرا کے دامن میں پناہ مل سکے گی۔ ہمارا مقصد ان عربوں کے حوصلے قائم رکھنا ہے جن کے دل ایرانیوں کے جبر و استبداد سے نجات حاصل کرنے کی امید پیدا ہو چکی ہے اور یہ مقصد اُسی صورت میں پورا ہو سکتا ہے جب کہ ہم اپنے عمل سے یہ ثابت کریں کہ ہم اُن کے دوست اور ہمدرد ہیں۔ میری عدم موجودگی میں معنی تمہارا رہنا ہو گا اور مجھے تم سے توقع ہے کہ تم اُس کے لئے ایک اچھے مشیر ثابت ہو گے۔ اگر مجھے واپس آ کر یہ معلوم ہو کہ تم نے صرف گھوڑے حاصل کرنے کے لئے کوئی خطرہ مول لیا ہے تو مجھے بہت افسوس ہو گا۔"

حسان نے جواب دیا: "یہ میری غلطی تھی کہ میں نے اتنے ہی آپ کو گھوڑوں کے متعلق نہیں بتایا۔ ورنہ آپ کو یہ تکلیف نہ ہوتی کہ میں نے آپ کی حکم عدولی کی ہے۔ میرے ساتھی اس بات کے گواہ ہیں کہ ہم نے گھوڑے حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ چند انسانوں کی وادری کے لئے ایرانیوں سے اُچھے کا خطرہ مول لیا تھا۔ واپسی پر ہم نے راستے کی ایک بستی میں قیام کیا تھا۔ ہمارا امیر جان بنو بکر کے ایک خاندان کا رئیس تھا۔ ہم دوپہر کے وقت اُس کے باغ میں آرام کر رہے تھے کہ دو سوار جن میں سے ایک زخمی تھا، وہاں پہنچے اور انہوں نے ہمارے امیر جان سے فریاد کی کہ علاقے کے ایرانی جاگیردار کے ملازم اُس کی بستی میں لوٹ مار کر رہے ہیں اور اس ظلم کی وجہ یہ ہے کہ جاگیر دار نے لگان زیادہ

کر دیا ہے اور گاؤں کے کسان اپنا پیٹ کاٹ کر بھی اُس کے مطالبات پورے نہیں کر سکتے۔ زخمی نوجوان ہمارے میزبان کا بھانجا تھا۔ اُس نے یہ بتایا کہ ایرانیوں نے میرے باپ کے علاوہ چند آدمیوں کو گرفتار اور تین آدمیوں کو قتل کر دیا ہے اور میں ایک ایرانی کو قتل اور دوسرے کو زخمی کرنے کے بعد بھاگ آیا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد ایک اور سوار وہاں پہنچ گیا اور اُس نے یہ اعلان دی کہ ایرانیوں نے گاؤں کو آگ لگا دی ہے اور مردوں کے علاوہ چند عورتوں کو بھی گرفتار کر لیا ہے۔

یہ سب جس پر ایرانیوں نے حملہ کیا تھا، ہماری قیام گاہ سے چھ کوس دور تھی لیکن لوگوں کے خوف ہراس یہ عالم تھا کہ وہ اپنے عزیزوں کی خبر لینے کی بجائے وہاں سے بھاگنا چاہتے تھے۔ میں نے انہیں ملائمت کی اور یہ سمجھایا کہ مظلوم کی نجات ظالم سے ڈر کر بھاگنے میں نہیں بلکہ اُس کا مقابلہ کرنے میں ہے۔ قویاً پچاس آدمی ہمراہ ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے۔ غروب آفتاب کے وقت جب جاگیر واد اور اُس کے ساتھی جب شراب سے مدہوش تھے ہم نے اُن پر حملہ کر دیا۔ اُن کی تعداد بیس سے زیادہ تھی جاگیر واد گیارہ آدمیوں کی لاشیں چھوڑ کر بھاگ نکلا لیکن ہمارے حملے سے قبل ہمارے میزبان کے بہنوئی اور سب کے آٹھ آدمیوں کو بھانسی دی جا چکی تھی۔ ہمیں ایک نوجوان لڑکی کی لاش بھی ملی اور استفسار پر معلوم ہوا کہ اُس نے ایرانی زمیندار کا منہ فوج لیا تھا۔ اس واقعہ کے بعد سب کے ایرانیوں کے انتقام کے خوف سے بھاگنا چاہتے تھے اور میرے ساتھیوں کی راتے بھی یہی تھی کہ اب اُن کا وہاں رہنا ناممکن ہے۔

چنانچہ رات کے وقت جب ہم وہاں سے روانہ ہوئے تو کوئی آٹھ سو نساؤں کا قافلہ ہمارے ساتھ تھا۔ ان میں سے تین سو کے قریب حیرہ کی طرف اپنے رشتہ داروں کے پاس چلے گئے اور باقی جن کے لئے اور کوئی جائے پناہ نہ تھی، ہمارے ساتھ آ گئے۔ ابتدائی منازل میں ہمیں اس بات کا خدشہ تھا کہ اگر ایرانیوں نے ان لوگوں کا بھجپا کیا تو ہمارے لئے ان کی حفاظت کرنا آسان نہیں ہوگا۔ چنانچہ تین روز ہم چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں مختلف راستوں پر سفر کرتے رہے۔ دن کے وقت ہمیں مقامی چرواہوں اور کسانوں کے گھروں میں پناہ مل جاتی تھی اور غروب آفتاب کے بعد ہم اگلی منزل کا رخ کرتے تھے۔ ان مہاجرین میں سے جن کے پاس گھوڑے تھے، انہیں یہ ہدایت دی گئی تھی کہ وہ پیدل سفر کرنے والوں سے چند میل پیچھے

رہیں اور اگر عقبے کوئی خطرہ پیش آئے تو وہ بھاگ کر پیدل سفر کرنے والوں کو خبر دلوا کر دیں اور میرے ساتھیوں کا یہ فرض تھا کہ چند کوس آگے رہ کر یہ معلوم کریں کہ جو گروہ اُن کے پیچھے آ رہے ہیں اُن کے لئے دن کے وقت کس بستی یا جنگل میں رُکنا یا کون سے راستوں پر رات کا سفر زیادہ محفوظ ہوگا۔ خوش قسمتی سے ان لوگوں کو کسی جنگل میں پناہ لینے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ مقامی لوگ ہر جگہ اُن کے لئے اپنے گھروں کے دروازے کھول دیتے تھے۔ بنواس کی بستیوں میں داخل ہونے کے بعد میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اب یہ لوگ کل شام تک یہاں پہنچ جائیں گے۔ میں ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر سکا کہ میرا یہ اقدام کس حد تک غلط یا درست ہے لیکن جب میں نے ایک زخمی نوجوان کی فریاد سنی تھی تو میں نے صرف یہ سوچا تھا کہ اگر میری جگہ ثنی بن جاوے تو وہ کیا کرتے اور پھر میں نے اپنے دل میں یہ اطمینان محسوس کیا تھا کہ میں وہ مقدس فرض ادا کر رہا ہوں جو ہر مسلمان پر عائد ہوتا ہے۔ اس کے بعد جب مجبوراً اور بے بس انسانوں کا ایک قافلہ میرے ساتھ چلنے پر آمادہ ہو گیا تو پھر بھی میرے ضمیر کی آواز یہی تھی کہ تم ان لوگوں کو اس حالت میں نہیں چھوڑ سکتے۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ آپ ان لوگوں کے لئے کیا کر سکتے ہیں۔ بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ اُن کے ساتھ عورتیں اور بچے بھی ہیں تاہم میں یہی محسوس کرتا ہوں کہ میں نزدیک رات کے مسافروں روشنی کے اُس مینار کے سامنے لے آیا ہوں جو انہیں سلامتی کا راستہ دکھاسکتا ہے۔ ثنی نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا: ”مہاجرین میں سے جو لوگ لڑائی کے قابل ہیں اُن کے متعلق مجھے کوئی پریشانی نہیں وہ مجاہدین کے ساتھ رہ سکتے ہیں لیکن عورتوں بچوں اور بوڑھوں کے لئے ہمارا ساتھ دنیا مشکل ہوگا۔ اُن کی حفاظت کا ایک طریقہ یہ ہے کہ انہیں بحرین بھیج دیا جائے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اُن کی حفاظت کی ذمہ داری اُس علاقے کو سونپ دی جائے۔ اگر مقامی لوگ انہیں اپنی بستیوں میں پناہ دینے پر آمادہ ہو گئے تو ہمارا کام آسان ہو جائے گا۔ میں اُن سے کہوں گا کہ جبکہ ایرانیوں کی پیشقدمی سے اس علاقے کو کوئی خطرہ پیش نہیں آتا تو وہ مہاجر عورتوں بچوں اور بوڑھوں کو اپنے گھروں میں جگہ دیں۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ ایران کی حکومت اس علاقے کے باشندوں کے خلاف بہت جلد کوئی فیصلہ کن اقدام کرے گی۔ ایرانیوں کو صرف ہمدی پیشقدمی کا خوف ہی جاہلیت سے باز رکھ سکتا ہے۔ ان حالات میں“

میرا ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہونا اور بھی ضروری ہو جاتا ہے۔

حسان نے کہا: خدا کرے کہ آپ صدیق اکبرؓ کو اپنا بھتیجا بنا سکیں۔ ورنہ عراق کا کوئی گوشہ عرب قبائل کے سب سے محفوظ نہیں ہوگا اور عراق کے حریت پسندوں کو کچلنے کے بعد جب ایرانی لشکر بحرن اور یمن کا رخ کرے گا تو ہمیں انتہائی خطرناک صورت حال سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اگر ہمیں کسی محاذ سے پیچھے ہٹنا پڑا تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ قبائل جنہوں نے فتنہ ارتداد کی سرکوبی کے بعد اپنا مستقبل اسلام سے وابستہ کر لیا ہے ہماری حمایت سے دستکش ہو جائیں۔

فتنی نے کہا: اسلام اور جو صیت کی فیصلہ کن جنگ عرب میں نہیں بلکہ ایران میں لڑی جائیگی۔ ابو بکر صدیقؓ نے اُس وقت اسلام کے شکر کو شام کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا تھا جبکہ اہل مدینہ کو چاروں طرف سے باغیوں کی یلغار کا خطرہ تھا اور اب میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ اہل فدان کو عرب پر چڑھ دھونے کا موقع دیں گے۔ بالخصوص ایسے حالات میں جبکہ جزیرہ نما کے عرب میں ارتداد کا فتنہ ختم ہو چکا ہے اور مسلمان پوری خود اعتمادی کے ساتھ دشمنان دین کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ میں انہیں یہ بتانے کے لئے جارہا ہوں کہ اگر ہم نے ایران کی طرف پیش قدمی نہ کی تو ایرانی عرب پر چڑھائی کرنے میں تاخیر سے کام نہیں لیں گے۔ عدم کی طرح ایران کے ساتھ بھی ہماری جنگ ناگزیر ہے۔ اللہ کا دین معرے عرب کی برصغیر تک محدود ہو کر نہیں رہ سکتا۔ بدینہ میں اس مسئلہ پر بحث نہیں ہوگی کہ اسلام اور جو صیت کے درمیان امن یا جنگ کے امکانات کیا ہیں بلکہ وہاں صرف یہ مسئلہ زیر بحث آئے گا کہ ایران پر حملہ کرنے کے لئے یہ وقت موزوں ہے یا نہیں۔ مجھے صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ ایران کے حالات ہماری طرف سے فوری اقدام کے متقاضی ہیں۔

حسان نے کہا: خدا کرے کہ آپ کی یہ توہات پوری ہوں اور جب آپ مدینہ سے واپس آئیں تو میں یہ خوشخبری سنوں کہ ایران کو جس قافلے کا انتظار ہے وہ آپ کے پیچھے آ رہا ہے لیکن مجھے بار بار یہ خیال آتا ہے کہ کیا ہماری حکومت ایک وقت دو محاذوں پر لڑنے پر آمادہ ہو جائے گی؟

”اگر ہم اس زمین پر اللہ کے دین کی نصرت کے طلبگار ہیں تو ہمیں ایک وقت کی محاذوں پر سینہ سپر

ہونا پڑے گا۔ ہمارا نصب العین پورے کفر کو شکست دینا ہے اور ہمارے نزدیک اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کفار ایک متحدہ محاذ بنا کر ہمارے سامنے آتے ہیں یا مختلف محاذوں سے۔ میں ایک لمحہ کے لئے بھی اس خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہو سکتا کہ جب ہم رومیوں کے مقابلے میں کھڑے ہوں گے تو ایران موقع سے فائدہ اٹھا کر ہمارے عقب پر حملہ نہیں کرے گا۔ ہم اُس وقت کا انتظار نہیں کریں گے جبکہ چکی کے دیو پاٹ آپس میں مل جائیں اور ہمیں پیسے نہ دے دیں۔ میں پہلی بار مدینہ جارہا ہوں وہاں میری ملاقات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن جلیل القدر صحابیوں سے ہوگی جن کی نگاہیں ہر رفت سے آگے دیکھ سکتی ہیں۔ میرے لئے نہیں سمجھنا، مشکل نہیں ہوگا کہ ایران کے حالات ہماری پیش قدمی کے لئے کتنے سازگار ہیں اور بس انسان جو صدیوں سے ظلم اور دہشت کی تاریکیوں میں بھٹک رہا ہے اس کی امیدیں غلطوں اور دلوں کے ساتھ حجاز کے ترقی پر ایک نئی صبح کی روشنی دیکھ رہا ہے۔ میں کبھی بھی مجھے یہ خیال آتا ہے کہ شاید وہ ایک اجنبی کی بات کو زیادہ اہمیت نہ دیں لیکن خالد بن ولید جیسے اولوالعزم مجاہد کے متعلق سوچتے ہوئے مجھے یہ اطمینان محسوس ہوتا ہے کہ وہ میری بات سمجھ سکیں گے اور جب میں اُن کے سامنے دجلہ اور فرات کے زرخیز میدانوں کا نقشہ پیش کروں گا تو اُن کی نگاہیں کوہ البرز سے آگے دیکھ رہی ہوں گی میں یہ جانتا ہوں کہ اگر میں ہاں نہ بولتا تو بھی ظلمت کہ زیادہ دیر اسلام کی روشنی سے محروم نہیں رہے گا میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ زندگی کی شاہراہ پر آخری قدم اٹھاتے ہوئے مجھے یہ اطمینان ہو کہ بدر و خنین کا قافلہ مدائن کے راستے پر گامزن ہو چکا ہے اور اس راستے کی چند نازل کے چراغ میں نے اپنے خون سے روشن کئے ہیں۔

فتنی انہیں تک کہہ کر رُک گیا اور درتے سے باہر بھاگنے لگا۔ چند ثانیے بعد اُس نے دوبارہ مرکز حسان کی طرف دیکھا اور کہا: ”حسان! مجھے معلوم نہیں کہ خدا کی زمین کی سرحدیں کہاں ختم ہوتی ہیں اور جب اللہ کے پیامبروں کا لشکر اس طرف آئے گا تو میں کہاں تک اُس کا ساتھ دوں گا۔ ممکن ہے کہ میں اُن کے ساتھ اُفق کی پہلی لکیر سے بھی آگے نہ جاسکوں لیکن جب مدائن کے ایوانوں پر اسلام کے پرچم ہلنے لگیں گے تو میری رُوح وہاں موجود ہوگی اور جب غازیان اسلام مدائن سے آگے نئے شہروں اور بستیوں کا رخ کریں گے تو میں وہاں بھی اُن کا استقبال کروں گا۔ پھر جب تک زمین کی حدود ختم نہیں ہوں گی اللہ

جب تک قائد حجاز کا سفر جاری رہے گا، میری روح ان لمبی سڑکوں سے ہلکا رہے گی جو اللہ کی راہ پر قدم اٹھانے والوں کا مقدر ہیں۔ قیامت تک اسلام کے غازیوں کی فتوحات میری فتوحات ہوں گی اور قیامت تک جبر و استبداد کے قلعے سمار کرنے اور انسانیت کے پرچم بلند کرنے والوں کی سرتیں میری ہونگی۔ جب شئی نے اپنی بات ختم کی تو اُس کے ہونٹوں پر ایک مغرب سکرابٹ کھیل رہی تھی حسان عفیت اور محبت کے جذبات کے اظہار کے لئے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن کوئی موزوں الفاظ اُس کی زبان پر نہ آ سکے۔ اُس نے قدسے وقف کے بعد پوچھا: آپ کب جا رہے ہیں؟

منیٰ نے جواب دیا: "غروب آفتاب کے وقت روانہ ہو جاؤں گا۔ تم معنی کو بولاؤ؟"

حسان جلدی سے باہر نکل گیا اور منیٰ پھر عقی درپچھ کے پاس جا کر باہر بھاگتے نکلا۔ تھوڑی دیر بعد معنی اور حسان کے میں داخل ہوئے۔ منیٰ نے مڑ کر اپنے بھائی کی طرف دیکھا اور کہا: "معنی میں آج غروب آفتاب کے بعد روانہ ہو جاؤں گا اور اپنے ساتھ صرف دو سوار لے جاؤں گا لیکن روانہ ہونے سے قبل میں یہ اطمینان چاہتا ہوں کہ کل صبح تک ہمارے تمام ساتھی مرحوم کے قریب اپنے لئے پڑاؤ میں پہنچ جائیں گے۔ لیکن ایرانیوں کو یہ احساس نہیں ہونا چاہیے کہ ہم نے یہ علاقہ خالی کر دیا ہے۔ مقامی لوگوں کے حوصلے بلند رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ چند سوار اس علاقے میں گشت کرتے رہیں اور ان سے رابطہ قائم رکھیں۔ جب مولدہل کا ایک دستہ واپس آئے تو اُس کی جگہ دوسرا دستہ روانہ کر دیا جائے۔ اس ضرورت کے بغیر لڑائی سے اجتناب کیا جائے اور لڑائی کی صورت میں اگر ہمارے آدمی ایک جگہ سے ہٹنے پر مجبور ہو جائیں تو چند میل فاصلہ کسی دوسرے مقام پر حملہ کر دیا۔ بظاہر اس بات کا کوئی خدشہ نہیں کہ ایرانی چند ہفتوں تک ہمارے خلاف کسی بڑے پیمانے پر کارروائی شروع کر دیں گے لیکن اگر میری غیر حاضری میں ایسی صورت پیدا ہوگی تو تمہیں چند کوسں اور پیچھے اُن چوراہوں کی بستیوں میں پناہ مل سکے گی جو ابھی تک ایرانیوں کے تسلط سے آزاد ہیں حسان کے تھے اُن مہاجرین کا قافلہ آدبا بے جنہیں حالات نے اپنے گھر بار چھوڑ کر پر مجبور کر دیا ہے۔ اُن کی حفاظت تمہاری اولین ذمہ داری ہے تم فوراً اس پاس کی بستیوں کے سرکردہ لوگوں کو جمع کرو بھائی میرے کردہ اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کو چند دنوں یا چند ہفتوں کے لئے اپنے

گھروں میں پناہ دے سکیں گے۔ جو لوگ لڑائی کے قابل ہیں وہ تمہارے ساتھ پڑاؤ میں رہ سکیں گے لیکن عورتوں اور بچوں کے لئے ہمیں اُن لوگوں کو تکلیف دینا پڑے گی۔ ہمارے گشتی دستوں کا یہ فرض ہوگا کہ وہ لشکر کو دینا تے فرات کے کناروں تک ایرانیوں کی نقل و حرکت سے بائبر رکھیں تاکہ اگر کوئی خطرہ پیش آئے تو مہاجرین کو بروقت سرحد سے اگے کسی محفوظ جگہ پہنچا دیا جائے۔ یہ بات لشکر کے چند انتہائی ذمہ دار آدمیوں کے سوا کسی پر ظاہر نہیں ہونی چاہیے کہ میں مدینہ جا چکا ہوں اگر مقامی باشندے میرے متعلق کسی پریشانی کا اظہار کریں تو انہیں یہ کہہ دینا کافی ہوگا کہ میں کسی خفیہ مہم پر جا چکا ہوں۔ مناسب وقت آئے پرچہ انہیں سارے حالات معلوم ہو جائیں گے تو کسی کو شکایت نہیں ہوگی کہ ہم نے بلاوجہ اُن سے کوئی راز پھیلنے کی کوشش کی ہے۔ حسان تمہارے ساتھ رہے گا اور مجھے یقین ہے کہ میری غیر حاضری میں یہ ایک چھاشیر ثابت ہوگا۔



بیس دن بعد ایک دوسرا سائڈنی سوار لشکر کے پڑاؤ میں داخل ہوا اور ان کی آن میں مجاہدین اپنے اپنے خیموں سے نکل کر اُس کے گرد جمع ہوئے۔ یہ سوار اُن آدمیوں میں سے ایک تھا جنہیں منیٰ اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ مجاہدین پوچھ رہے تھے: "منیٰ کہاں ہیں؟" تم کہاں سے آئے ہو۔ وہ کب آئیں گے؟ تم اتنے دن کہاں تھے؟ سوار نے نیچے اتر کر اطمینان سے جواب دیا: "منیٰ بخیریت ہیں وہ بہت جلد واپس آجائیں گے اور تمہیں ایک خوشخبری سنائیں گے معنی کہاں ہیں؟"

حسان عجم کو ادھر ادھر بٹاتا ہوا تیزی سے آگے بڑھا اور سوار کا ہاتھ پکڑ کر بولا: "میرے ساتھ آؤ؟" سوار پھر لمبے بغیر اُس کے ساتھ چل دیا۔

معنی چند قدم دُور اپنے خیمے سے باہر کھڑا تھا۔ قاضی نے آگے بڑھ کر اُسے السلام علیکم کہا اور اپنے قبیلے سے ایک کاغذ نکال کر پیش کر دیا۔

معنی نے سوال کیا: "بھائی جان کب آئیں گے؟"

"انہیں شاید دو ہفتے اور مدینہ میں ٹھہرنا پڑے۔"

”اچھا اندر چلو“

وہ خیمے میں داخل ہوئے اور معنی خط کھول کر اہمیان سے چٹائی پر بیٹھ گیا۔ ثنی لے نکھا تھا۔
 ”عزیز بھائی! میں خلیفہ ابو بکر سے مل چکا ہوں اور انہیں عراق کے حالات سے آگاہ کرنے میں مجھے
 کوئی وقت پیش نہیں آئی۔ مجھ کا پورا نقشہ ان کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ تاہم عراق پر شیعہ کی کا فیصلہ کرنے
 سے پہلے وہ خالد بن ولید سے مشورہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ چنانچہ انہیں یہ حکم بھیج دیا گیا ہے کہ وہ میامہ سے
 مدینہ پہنچ جائیں۔ اب میں ان کی راہ دیکھ رہا ہوں۔“

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے میری درخواست سننے کے بعد مدینہ کے جن اہل الرائے لوگوں کا مشورہ
 طلب کیا تھا، انہوں نے پوری گرجوشی کے ساتھ میری تجاویز کی حمایت کی ہے۔

ان بزرگوں کی محفل میں مجھے ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی اجنبیت کا احساس نہیں ہوا۔ ان میں سے
 بعض ایسے بھی ہیں جو پورے ایران کے نشیب و فراز سے واقف ہیں اور جب میں ان سے یہ پوچھتا ہوں کہ عراق
 کی طرف شیعہ کی کس بلے میں خالد بن ولید کی رائے کیا ہوگی تو وہ یہ کہتے ہیں کہ خالد کی رائے ہم سے مختلف
 نہیں ہو سکتی خلیفہ المسلمین خالدؓ سے یہ نہیں پوچھیں گے کہ کس کی حکومت کے متعلق ہمارا طرز عمل کیا ہونا چاہیے۔
 وہ یہ جانتے ہیں کہ اسلام اور عجمیت کا معرکہ ناگزیر ہے۔ خالد بن ولید صرف اس لئے بلاتے گئے ہیں کہ وہ ایک
 عظیم فوجی رہنما ہیں اور جنگ کے متعلق ان کے انداز نے کبھی غلط ثابت نہیں ہوئے۔ وہ یہ بتا سکیں گے کہ عراق کی ہم
 کے لئے ہمیں کتنی فوج کی ضرورت ہے اور اس فوج کو منظم کرنے میں کتنا عرصہ لگے گا۔ ایران کے حالات فوری
 شیعہ کی لئے سازگار ہیں یا نہیں کچھ عرصہ انتظار کرنا پڑے گا مجھے یقین ہے کہ خالد بن ولید کسی توقع کے بغیر عراق
 پر فوج کشی کا مشورہ دیں گے اور میرے اس یقین کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس سے قبل کسی مرحلہ پر ظاہری اسباب
 کا بہار نہیں لیا بلکہ ہر معرکہ میں یہ ثابت کیا ہے کہ جب غازیان اسلام شہادت کے طلبگار ہو کر میدان میں
 آتے ہیں تو اللہ کی نصرت ہر قدم پر ان کا ساتھ دیتی ہے۔

اب تم اپنے ساتھیوں کو یہ خبر دے سکتے ہو کہ تمہیں اللہ کی بارگاہ سے اس شکر کا دست ہراول بننے کا
 شرف عطا ہونے والا ہے جس نے بدر کے میدان میں اپنی فتوحات کا آغاز کیا تھا۔ تم عراق کے مجبور و متہمسرا ناول
 کو بھی یہ پیغام دے سکتے ہو کہ وہ جنہوں نے اللہ کی زمین پر عدل و انصاف کے پرچم بلند کرنے کی ذمہ داری قبول
 کی ہے تمہارے حال سے قافل نہیں ہے۔

باب

ایک صبح حسان ریت کے ایک ٹیلے پر کھڑا تھا۔ جنوب مغرب کی سمت اس ٹیلے سے نیچے ایک کشادہ
 وادی میں کہیں کہیں کھجوروں کے جھنڈ اور چرواہوں کی بستیاں دکھائی دیتی تھیں اور اس سے آگے ان پر پہاڑیوں
 کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا جو مددنگاہ تک پھیل ہوئی تھیں شمال مشرق کی جانب ایک تدریجی نشیب اس
 ہموار اور سرسبز میدان سے جا ملتا تھا جسے دریائے فرات کی نہریں سیراب کرتی تھیں اور اسی نشیب پر کوئی
 دو میل دور راہ حق کے ان مسافروں کا پرواز نظر آتا تھا جو انتہائی بے چینی کے ساتھ اپنے قافلہ سالار کا انتظار
 کر رہے تھے۔

گزشتہ دس دن سے حسان کا معمول یہ تھا کہ وہ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر سیر کے بہانے پر او سے
 نکلتا اور بھاگتا ہوا اس ٹیلے پر جا پہنچتا، پھر دیر تک وادی سے آگے ان بلند ٹیلوں کی طرف منگلی بازو کر
 دیکھتا رہتا جو افق پر ایک دیوار کی شکل اختیار کر لیتے تھے جب مغرب کی جانب پھیلے ہوئے سائے سننے لگتے
 اور صبح کی خوشگوار ہوائیں ملنی محسوس ہونے لگتی تو وہ دل پر بوجھ محسوس کرتا ہوا واپس چل پڑتا، ابھی کبھی وہ
 گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتا اور وادی سے آگے کسی زیادہ بلند ٹیلے پر پہنچ کر ثنی ابن حارثہ کی راہ دیکھتا۔

کچھ دیر بلند ٹیلوں پر نگاہ دوڑانے کے بعد وہ بدول سا ہو کر زمین پر بیٹھ گیا اور نرم ریت پر اپنی انگلی
 سے لکیریں کھینچنے لگا پھر اس نے ہاتھ پھیر کر لکیریں مٹا دیں اور اٹھ کر دوبارہ ٹیلوں کی طرف دیکھنے لگا چند
 تانیے بعد وہ واپس مڑنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ جنوب مشرق کی سمت اسے ایک بلند ٹیلے کے دامن میں اُونٹوں کا
 اور گھوڑوں کی ایک بوہم سی جھنک دکھائی اور اس کے ساتھ ہی پیچھے سے کسی کی آواز سنی۔ ”حسان!

تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ اُس نے ٹکڑ کر دیکھا تو چند قدم دوڑ معنی ابن حارثہ اور اُس کے دو اور ساتھی گھوڑوں پر سوار تھے۔ میں اُن کی راہ دیکھ رہا تھا۔ اُس نے اپنے دل کی دھڑکن پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیا۔ وہ کہہ رہے ہیں اہل یثرب فرج کے ساتھ آرہے ہیں۔ کیا تم خواب تو نہیں دیکھ رہے؟ معنی نے کہا۔ حسان نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ میرا خواب غلط نہیں ہو سکتا! اُس ٹیلے کی طرف دیکھئے؟ معنی اور اُس کے ساتھی چند ثانیے دم بخود ہو کر حسان کے ہاتھ کے اشارے کی طرف دیکھتے رہے بالآخر معنی نے کہا۔ میرا خیال ہے کہ تم اب بھی ایک خواب دیکھ رہے ہو۔

حسان نے جواب دیا۔ نہیں، نہیں یہ خواب نہیں مجھے یقین ہے کہ میں نے کئی گھوڑے اور اونٹ دیکھے ہیں۔ وہ بہت دور تھے اُس بلند ٹیلے کے دامن میں اب وہ اگلے ٹیلوں کی اوٹ میں جا چکے ہیں آپ تھوڑی دیر انتظار کریں تو آپ کو خواب اور حقیقت کا فرق معلوم ہو جائے گا۔ معنی نے کہا۔ لیکن اُس طرف مدینے کا نہیں بلکہ بحرین کا راستہ ہے۔ اگر تم نے واقعی کوئی لشکر دیکھا ہے تو ممکن ہے کہ ایرانی طویل چکر کاٹنے کے بعد ہمارے عقب میں پہنچ گئے ہوں۔ نہیں اگر وہ ایرانی ہوتے تو مقامی عرب ہمیں یقیناً خرد کر دیتے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ بحرین سے کوئی قافلہ ہماری مدد کے لئے آ رہا ہو۔

معنی کے ایک ساتھی نے کہا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم نے جو اونٹ اور گھوڑے دیکھے ہیں وہ کسی چرواہے کی ملکیت ہوں۔

حسان نے جواب دیا۔ چرواہے اپنے جانوروں کو اُن بے آب و گیاہ ٹیلوں پر سیکر نہیں جاتے۔ معنی نے کہا۔ لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کوئی بدوی قبیلہ صحرا سے نکل کر اس طرف آ رہا ہو۔ حسان نے جواب دیا۔ میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے آخری ٹیلے کے دامن میں اونٹوں اور گھوڑوں کی ہلکی سی جھلک صرف اُس وقت دیکھی تھی جبکہ وہ اگلے ٹیلوں کے پیچھے رُپوش ہو رہے تھے اور مجھے یہ دیکھنے کا موقع نہ مل سکا کہ اُن پر سوار بھی تھے یا نہیں بہر حال یہ میرا دم نہیں تھا۔

مثنیٰ کے دوسرے ساتھی نے کہا۔ حسان! میرا خیال ہے کہ تم نے ہرنوں کے رویہ کو دیکھا ہو گا۔

حسان نے قدرے بڑا کر جواب دیا۔ میں ہرن کو اونٹ یا گھوڑا سمجھنے کی غلطی نہیں کر سکتا پھر ہرن رات کے وقت پانی اور چارے کی تلاش میں نکلتے ہیں اور طلوعِ صبح سے قبل واپس صحرا میں چلے جاتے ہیں۔

معنی نے اپنے ایک ساتھی سے کہا۔ تم واپس جاؤ اور مجاہدوں سے کہو کہ وہ تیار ہو جائیں ممکن ہے کہ ہمیں کسی غیر متوقع صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑے۔

سوار نے گھوڑے کی باگ موڑ کر ایڑ لگادی اور معنی اور اُس کا دوسرا ساتھی گھوڑوں سے اتر پڑے۔ کچھ دیر بعد وادی سے آگے ایک ٹیلے کی چوٹی پر یکے بعد دیگرے چند سوار نمودار ہوئے اور حسان نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔ وہ آگئے! وہ آگئے! سوار تھوڑی دیر ٹیلے کی چوٹی پر رُکے اور پھر آہستہ آہستہ نیچے اترنے لگے اور اُن کی جگہ گھوڑوں اور اونٹوں کے سواروں کی نئی ٹولیاں ٹیلے کی چوٹی پر نمودار ہونے لگیں۔

وہ کچھ دیر کھڑے رہے پھر معنی کے ساتھی نے کہا۔ جناب ہمیں واپس جانا چاہیے ممکن ہے کہ وہ ایرانی ہوں حسان تم میرے پیچھے بیٹھ جاؤ جلدی کرو۔

حسان نے ٹکڑ کر دیکھے بغیر جواب دیا۔ بھائی وہ ایرانی نہیں ہو سکتے، اگر وہ ایرانی ہوتے تو تم اس جھوپ میں اُن کے خود اُن کی درمیں اور دھالیں چمکتی ہوتی دیکھتے۔ پھر جو شکر اچانک حملہ کرنا چاہتا ہو وہ دن کی روشنی میں اتنی بلندی سے دشمن کے سامنے نہیں آتا۔ وہ سیدھے اس طرف آ رہے ہیں اور یہ مجھ سے کچھ دور ہے کہ جب وہ یہاں پہنچیں گے تو صرف پڑاؤ میں ہمارے ساتھی ہی نہیں بلکہ دور دور کی بستیوں کے لوگ بھی انہیں دیکھ سکیں گے۔

معنی کے ساتھی نے کہا۔ اگر اُن کی تعداد ہم سے کسی گنا زیادہ ہو تو اس سے کیا فرق پڑے؟ حسان نے جواب دیا۔ اُن کی تعداد دو ہزار سے زیادہ نہیں دیکھتے اونٹوں کی آخری قطار ٹیلے سے پچھلے اتر رہی ہے اور اس کے پیچھے کوئی اور گھوڑا یا اونٹ دکھائی نہیں دیتا۔ جو فوج لڑائی کے لئے آ رہی ہو وہ اس طرح پیش قدمی نہیں کرتی۔ میں ایران کی فوج میں رہ چکا ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ اُن

کی صفوں کی ترتیب کیا ہوتی ہے؟

معنی کچھ دیر اور تذبذب کی حالت میں کھڑا رہا۔ جب سواروں کا اگلا گروہ ولایت کے درمیان پہنچ گیا تو حسان نے بلند آواز میں کہا: "اُن کا لباس دیکھئے وہ یقیناً عرب ہیں اور اُن کے ساتھ وہ ساز و سامان نہیں جو ایرانی افواج کے ساتھ دیکھا جاتا ہے۔"

معنی نے اچانک گھوڑے کی پیٹھ پر کود کر اپنے ساتھی کی طرف دیکھا اور کہا: "تم اپنا گھوڑا احسان کو دے دو، ہم کچھ دُور آگے جائیں گے۔"

حسان نے بھاگ کر اُس کے ہاتھ سے باگ پکڑ لی اور گھوڑے پر سوار ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔ نیچے اتر کر وادی میں کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ آنے والے قافلے سے کوئی نصف میل دُور رک گئے اور معنی نے حسان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "سب اگلا سوار میرے بھائی کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا لیکن اس لشکر کی تعداد مجھے دیر ہزار سے زیادہ معلوم نہیں ہوتی۔"

حسان نے جواب دیا: "مجھے یقین ہے کہ آپ کے بھائی حسن عظیم لشکر کی رہنمائی کر رہے ہیں، اُس کا بیشتر حصہ ابھی تک ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے۔"

معنی نے جواب دیا: "نہیں اگر وہ مدینہ سے کوئی بڑی فوج لیکر آتے تو ہمیں چند دن قبل اطلاع مل جاتی۔ حسان کچھ دیر خاموش رہا۔ بالآخر اُس نے کہا: "میرا خیال ہے کہ آپ کے بھائی نے ہمیں بھانپ لیا ہے۔ دیکھئے وہ سیدھے اس طرف آ رہے ہیں۔"

معنی نے کچھ کہے بغیر اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ تھوڑی دیر بعد یہ دونوں ثنی بن حارثہ کے سامنے کھڑے تھے اور اس چہرے کی فاحشہ مسکراہٹ میں اپنے اُن گنت سوالات کا جواب پا رہے تھے۔

ثنی نے مُڑ کر پیچھے آنے والے قافلے کی طرف دیکھا اور پھر اُن کی طرف متوجہ ہو کر کہا: "ان لوگوں نے ساری رات سفر کیا ہے، تم واپس جاؤ اور اُن کے لئے کھانے کا بندوبست کرو۔ میرا راستہ دیکھنے کے لئے تمہیں پڑاؤ سے اتنی دُور آنے کی ضرورت نہ تھی۔"

معنی نے یوجھا۔ ہمیں کتنے آدمیوں کا انتظام کرنا پڑے گا۔

ثنی نے جواب دیا: "میرے ساتھ اٹھارہ سو آدمی آئے ہیں۔"

"باقی لشکر کتنی دُور ہے؟"

ثنی نے جواب دیا: "مدینہ کی فوج ابھی تک روانہ نہیں ہوئی۔ یہ لوگ بحرن سے آئے ہیں لیکن تمہیں پریشانی نہیں ہونا چاہیے۔ میرا اولین مقصد عراق میں پیش قدمی کے لئے امیر المسلمین کی اجازت حاصل کرنا تھا اور اس مقصد میں کامیاب ہونے کے بعد میں نے بحرن کا راستہ اختیار کیا تھا۔ یہ مجاہدین سے آئے ہیں اور ان میں سے بیشتر ہمارے اپنے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں باقی قبائل کے سربراہوں کو خطبات بھیج چکا ہوں اور مجھے اُمید ہے کہ چند دنوں تک بحرن سے مجاہدین کے مزید قافلے ہمارے ساتھ آئیں گے۔ پھر انشاء اللہ ہم خالد بن ولید کی قیادت میں مدائن کا رخ کریں گے۔ اب تم اپنے ساتھیوں کو یہ خوشخبری سنا سکتے ہو کہ خالد بن ولید بہت جلد آ رہے ہیں۔"



چند دنوں میں عراق کی سرحد پر جمع ہونے والے لشکر کی تعداد آٹھ ہزار تک پہنچ چکی تھی اور اس کے ساتھ ہی ثنی بن حارثہ کو یہ اطلاع مل چکی تھی کہ خالد بن ولید دس ہزار مجاہدین کے ساتھ مدائن سے روانہ ہو چکے ہیں۔ پھر ایک دن طلوع آفتاب کے وقت ثنی بن حارثہ اور اُس کے ساتھی خالد بن ولید کے لشکر کا خیر مقدم کر رہے تھے۔ بحرن کا ہر سپاہی اور ہر سالار خالد بن ولید کو قریب دیکھنے اور اُس کے ساتھ ہمکام ہونے کے لئے بیابان تھا لیکن ثنی کے ضبط و نظم کا یہ عالم تھا کہ اگر اُس پاس کے نیلے حرکت میں آجاتے تو بھی انہیں اپنی صفوں سے باہر نکلنے کی جرات نہ ہوتی لیکن جب انسانی جاہ و جلال کا یہ پیکر صفوں کا معائنہ کرنے کے بعد ثنی اور چند سرداریوں کے ساتھ ایک خیمے کے اندر داخل ہوا اور معنی نے انہیں متشربونے کا حکم دیا تو وہ بھلے گئے اور سرت کے نعرے بلند کرتے ہوئے اپنے نئے ساتھیوں سے بغلیں ہونے لگے۔

حسان لشکر اسلام کے عظیم رہنما کو قریب دیکھنے اور اُس کے ساتھ ہمکام ہونے کے لئے بچپن سے تھا۔ وہ دیر تک اُس خیمے کے آس پاس گھومتا رہا جہاں خالد بن ولید اور ثنی بن حارثہ کسریٰ کی سلطنت

کے نقشے پر نئی لکیریں کھینچ رہے تھے۔ وہ کسریٰ کے سپاہی اور قیصر کے قیدی کی حیثیت میں عجم کی وہ عظیم افواج دیکھ چکا تھا جن کے ساز و سامان کی حفاظت کرنے والوں کی تعداد بھی اس لشکر سے زیادہ ہو سکتی تھی۔ اُسے یہ اُمید نہ تھی کہ خالد بن ولید کی نسبت بڑی فوج لے کر آ رہے ہیں۔ تاہم یہ دس ہزار انسان اُس کی توقع سے بہت کم تھے۔ اچانک کسی نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "اب آپ کو زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔"

حسان نے مڑ کر دیکھا یہ ثنیٰ کا تیسرا بھائی مسعود تھا جو ایک ہفتہ قبل بحرین سے بچا پس بھاگا اور اس کے آخری دستے کے ساتھ یہاں پہنچا تھا۔ مضبوط اعضا کے اس بلند قامت اور خوش وضع نوجوان کی عمر بیس سال سے زیادہ نہ تھی۔

حسان نے کہا: "آپ کو یقین ہے کہ خالد بن ولید عراق کی تسخیر کرنے لے اس فوج کو کافی سمجھتے ہیں اور وہ کسی تاخیر کے بغیر حملہ کر دیں گے۔"

مسعود نے جواب دیا: "مجھے یقین ہے کہ خالد بن ولید دشمن کو تیاری کا توقع نہیں دیں گے۔ اگر وہ یہاں اُن کے بجائے گھوڑے سے اترے بغیر ہمیں چکر دیتے کہ آج غروب آفتاب سے پہلے میں عراق کے فلاں علاقے پر قبضہ کرنا چاہتا ہوں تو بھی مجھے تعجب نہ ہوتا۔"

"لیکن میرا خیال ہے کہ اب وہ پیش قدمی سے پہلے مدینے سے مزید لشکر کی آمد کا انتظار کریں گے۔ وہ عیار سے یلغار کرتے ہوئے یہاں پہنچے ہیں اتنے طویل سفر کے بعد ویسے بھی انہیں آرام کی ضرورت ہے۔"

"نہیں اگر انہیں مدینہ سے مزید فوج کا انتظار ہوتا تو وہ چند دن اور عیامہ ہی میں قیام کرتے۔ عیامہ سے ان کی اچانک واپسی اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ کسی تاخیر کے بغیر عراق پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔"

"لیکن گزشتہ ہفتے عیامہ سے اُن کا ایسی یہ پیغام لے کر آیا تھا کہ انہوں نے دربار خلافت کو ملک بھیجنے کے لئے لکھا ہے اور جب تک مدینہ سے کوئی جواب نہیں آتا وہ عیامہ ہی میں قیام کریں گے۔"

مسعود نے جواب دیا: "خلیفہ نے مدینے سے جو حکمت بھیجی تھی وہ خالد کی روانگی سے پہلے یا پہنچ گئی تھی۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ ان دس ہزار آدمیوں میں ملک کے دستے بھی شامل ہیں؟"

مسعود بن حارثہ مسکرایا: "خلیفہ نے خالد کی درخواست پر صرف ایک آدمی بھیجنے کی ضرورت محسوس کی تھی۔"

"صرف ایک آدمی؟"

"ہاں۔"

"اور وہ کون ہے؟"

"اُس کا نام قعقاع بن عمرو تمیمی ہے اور اُسے روانہ کرتے وقت دربار خلافت نے خالد بن ولید کے ایچی کو یہ کہا تھا کہ جس لشکر میں قعقاع بن عمرو موجود ہو اُسے شکست نہیں ہو سکتی۔"

"عام کا بھائی؟ وہ کہاں ہے؟"

"میرے خیال میں آپ بھی اُسے دیکھ چکے ہیں۔ وہ سفید گھوڑے پر سوار تھے اور انہوں نے خالد بن ولید کے ساتھ پڑاؤ کا معائنہ کیا تھا۔ اُس وقت مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ کون ہیں تاہم انہیں دیکھتے ہی میں نے یہ محسوس کیا تھا کہ وہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہو سکتے جب وہ امیر لشکر کے ساتھ حصے کے اندر چلے گئے تو مجھے عیامہ کے ایک مجاہد نے یہ بتایا کہ وہ قعقاع بن عمرو ہیں جنہیں خلیفہ نے خالد بن ولید کی اعانت کے لئے بھیجا ہے۔"

حسان نے کہا: "میں انہیں غور سے نہیں دیکھ سکا، جب وہ میرے قریب گزرتے تھے تو میری ساری توجہ خالد بن ولید کی طرف تھی۔ اگر خلیفہ ابو بکر انہیں ایک فوج کا نمائندہ خیال کرتے ہیں تو وہ یقیناً غیر معمولی انسان ہوں گے۔"

مسعود نے کہا: "میں نے اُن کے متعلق حیرت انگیز باتیں سنی ہیں۔ مدینے کے لشکر کا ایک سالار یہ کہہ رہا تھا کہ اگر قعقاع بن عمرو خالی ہاتھ شہروں کے کچار میں گھس جائے تو مجھے تعجب نہیں ہوگا۔"

حسان نے کہا: "میں ایران کو شیروں کا کچا نہیں سمجھتا۔ تاہم یہ ضرور سمجھتا ہوں کہ دنیا کی ایک عظیم سلطنت پر فتح حاصل کرنے کے لئے ہمیں کافی لشکر کی ضرورت ہے۔"

اپنی زندگی کی سب سے بڑی سعادت سمجھوں گا۔

لیکن ہم بلاوجہ تمہاری جان خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتے، کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تمہاری جگہ اس علاقے کے کسی قابل اعتماد آدمی کو بھیج دیا جائے۔ مقامی قبائل سے کئی رضاکار یہ ذمہ داری قبول کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔

حسان نے جواب دیا: ہرگز کے پاس آپ کا پیغام لے جانے والے ہر شخص کی زندگی کیسے محفوظ اور یکساں غیر محفوظ ہوگی اور میں آپ کو یہ اطمینان دلا سکتا ہوں کہ ہرگز کی بستی میں مجھے پہچاننے والا کوئی نہیں ہوگا اور وہ مجھے صرف آپ کے ایلچی کی حیثیت سے دیکھے گا اور پھر اگر اس نے آپ کے ایلچی پر ہاتھ پائی کی جسارت کی تو بھی کسی اور آدمی کی نسبت میرے بچ نکلنے کے امکانات زیادہ ہوں گے۔ راستے کے ان قبائل سے واقف ہوں جن پر کسی خطرے کے وقت بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ میں یہ دعویٰ بھی کر سکتا ہوں کہ میں آپ کو ہرگز کے شکر کے متعلق حوالہ دلاؤں گا کہ وہ کسی اور آدمی کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ خالد بن ولید نے کہا: بہت اچھا تم غروب آفتاب کے بعد یہاں سے روانہ ہو جاؤ اور جلد از جلد واپس آنے کی کوشش کرو۔

حسان نے جواب دیا: اگر میں اسی وقت روانہ ہو جاؤں تو غروب آفتاب سے قبل کافی فاصلہ طے کر سکوں گا۔ ابتدائی منزل کے راستے کی بستیوں میں دن کے وقت بھی مجھے کوئی خطرہ نہیں۔ بہت اچھا تم اپنا گھوڑا تیار کرو، تھوڑی دیر تمہیں یہاں داخل جائے گا۔

حسان خیمے سے باہر نکل گیا۔ اور خالد بن ولید اپنے کاتب کو خط لکھنے میں مصروف ہو گئے ہرگز کے نام اس مختصر خط کا مضمون یہ تھا: اگر تمہیں اس کی خواہش ہے تو اسلام لے آؤ بصورت دیگر ذی شہر جو یہ دنیا قبول کر لو۔ اگر تمہیں یہ بھی منظور نہیں تو پچھتاؤ گے کیونکہ تمہیں ان لوگوں سے سابقہ پڑے گا جو زندگی سے تیری محبت کے مقابلے میں موت سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد میر شکر کے خیمے سے باہر مثنیٰ ابن حارثہ اور اس کے بھائی حسان کو رستہ کر رہے تھے۔

مسعود نے جواب دیا: اس بات کا فیصلہ صرف خلیفہ ابو بکرؓ ہی کر سکتے ہیں۔ ایران میں اسلام کا پرچم بلند کرنے کے لئے ہمیں کتنے لشکر کی ضرورت ہے۔ ہر دست میں آپ کو یہ اطمینان دلا سکتا ہوں کہ جب کسی میدان میں ہمیں زیادہ لشکر کی ضرورت محسوس ہوگی تو ابو بکرؓ صدیقؓ ہمیں بلوئیں نہیں کریں گے۔



مثنیٰ ابن حارثہ خیمے سے باہر نکلا اور اس نے اس پاس جمع ہونے والے سپاہیوں سے تہوہ پوچھ کر کہا: حسان کہاں ہے؟ اسے تلاش کرو۔

سپاہی حسان کو آوازیں دیتے ہوئے ادھر ادھر پھیل گئے۔ پھر تھوڑی دیر بعد حسان بھاگتا ہوا خیمے کے قریب پہنچا اور مثنیٰ نے اسے دیکھتے ہی کہا: حسان تمہیں ایرش کر کے یاد فرمایا ہے۔

حسان بلا توقف خیمے کے اندر داخل ہوا۔ خالد بن ولید مثنیٰ ابن حارثہ، قحطلع بن عمرو اور بحر بن کے چند شیوخ چٹائی پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ خالد بن ولید کے سامنے ایک نقشہ پھیلا ہوا تھا۔

مثنیٰ نے کہا: یہ حسان ہے۔ خالد بن ولید نے نظر اٹھا کر حسان کی طرف دیکھا اور پھر نقشہ لپیٹ کر ایک طرف رکھتے ہوئے کہا: تم کسریٰ کی فوج میں تھے؟

”جی ہاں!“

”تم دوسروں کی قید میں بھی رہ چکے ہو؟“

”جی ہاں!“

”بیٹھ جاؤ!“

حسان ادب سے خالد بن ولید کے سامنے بیٹھ گیا۔

خالد نے قد سے توقف کے بعد کہا: تم ہرگز کے پاس میرا پیغام لے جانے میں کوئی خطرہ تو محسوس نہیں کرو گے؟ ہم نے سنا ہے کہ وہ بہت ظالم ہے اور تمہاری گرفتاری کے لئے انعام کا اعلان کر چکا ہے۔ حسان نے جواب دیا: اگر میں اسے یہ پیغام دے سکوں کہ تمہارا یوم حساب قریب ہے تو اسے

مثنیٰ نے اُس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "جنان اب میں تمہیں اپنے عزیزوں کا حال معلوم کرنے سے منع نہیں کروں گا۔ تم انہیں یہ مژدہ سنا سکتے ہو کہ تمہارے آرام و مصائب کا زمانہ گزر چکا ہے۔ اگر حالات سازگار ہوں تو تم اُس نیک دل ایرانی کے پاس بھی جا سکتے ہو جس نے مصیبت میں تمہیں سہارا دیا تھا لیکن تمہیں جلد واپس آنا چاہیئے اور بلاوجہ کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہیئے۔ جب حسان گھوڑے پر سوار ہونے لگا تو خیمے سے ایک بلند قامت انسان نمودار ہوا اور اُس نے کہا: "ظہر وہ"

حسان رگ گیا۔ یہ پر شکوہ آدمی جس کے پورے وجود سے زندگی اور توانائی کے چشمے پھوٹ رہے تھے، آگے بڑھا اور اُس نے مصطفیٰ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا: "میرا نام قعقاع ہے اور مجھے کسی ایسے آدمی کی تلاش تھی جو عمر کے فنونِ حرب سے واقفیت رکھتا ہو۔ میں تم سے کئی سوال پوچھنا چاہتا تھا لیکن مجھے کچھ کہنے کا موقع نہ ملا۔ اب میں تمہارا وقت ضائع نہیں کروں گا۔"

حسان نے کہا: "آپ سے باتیں کرنے کا مجھے کم اشتیاق نہیں میں بہت جلد واپس آؤں گا اور پھر وائٹن کے راستے ہمیں باتیں کرنے کے لئے بہت سے گاہیں مل سکتی ہیں۔"

حسان قعقاع کے ساتھ مصافحہ کرنے کے بعد گھوڑے پر سوار ہو گیا اور تھوڑی دیر بعد اُسے نصبت کوئے والے شمال مشرق کی طرف غبار کی ایک ہلکی سی ٹکیر دیکھ رہے تھے۔

باب

ایک صبح ہرمز کے محل کے ایک کشادہ کمرے میں چند سرکردہ ایرانی زمیندار اور فوجی افسر جمع تھے۔ بیکرہ حریر کے پردوں اور بیش قیمت قالینوں سے آراستہ تھا۔ حاضرین ایک طرف کوئی دو ہاتھ بلند چوڑے پرسوں نے اور چاندی سے آراستہ مسند کی طرف دیکھ رہے تھے۔

ایک دیوہیکل آدمی جس کے لباس میں شاہانِ عجم کی ساری خصوصیات موجود تھیں، مسند کے عقب سے نمودار ہوا اور حاضرین نے اُن کو تعظیم کے لئے سر جھکا دئے۔ وہ مسند پر بیٹھ گیا اور دو جیشی غلام جن کے ہاتھوں میں برچھے تھے اُس کے دائیں بائیں کھڑے ہو گئے۔ ہرمز نے قوسے وقف کے بعد ایک فوجی افسر سے مخاطب ہو کر کہا: "ایک عرب کی آمد کا مسئلہ اس قدر اہم نہ تھا کہ تم صبح ہوتے ہی میرا دروازہ کھٹکھٹانا شروع کر دیتے، تمہیں معلوم ہے کہ ان دنوں ہم زیادہ اہم معاملات پر توجہ دے رہے ہیں۔ افسر نے جواب دیا: "عالیجاہ! اگر مجھے اپنی ذمہ داری کا احساس نہ ہوتا تو میں آپ کے آرام میں خلل ہونے کی بجائے اُس کا سر قلم کر دیتا۔"

ہرمز نے غضب ناک ہو کر پوچھا: "وہ ابھی تک زندہ ہے؟"

"عالیجاہ! میں نے محسوس کیا تھا کہ اُسے قتل کرنے کے لئے مجھے آپ کی اجازت کی ضرورت ہے۔ وہ آپ سے ملاقات پر حاضر تھا اور مجھے اُس کی گفتگو سے محسوس ہوا تھا کہ وہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں مسلمانوں کے سپہ سالار کی طرف ایک اہم پیغام لایا ہوں اُس نے ہمیں خالد بن ولید کا خط دکھا کر دھکیاں دی تھیں اور ہم آپ کے حکم کے بغیر ایک لٹھی پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتے تھے۔"

ہرمز نے گنج کو پوچھا: وہ خط کہاں ہے؟

افسر آگے بڑھا اور اُس نے ہرمز کو خالد بن ولید کا خط پیش کر دیا۔

ہرمز نے جلدی سے خط کھول کر پڑھا اور اُس کے وجود کی ساری ہیبت اُس کے چہرے پر سمٹ آئی۔ وہ چلایا: اُس عرب کو پیش کر دو!

افسر نے کراں پہرے داروں کو اشارہ کیا جو دروازے کے سامنے کھڑے تھے اور جلدی سے باہر نکل گئے۔

چند تانے مکرے میں خاموشی طاری رہی، پھر ہرمز حاضرین سے مخاطب ہوا: تمہاری غفلت اور بُردی کے باعث اب مسلمانوں کو جرات بھی ہو گئی ہے کہ اُن کی لپٹی ہمیں دھکیاں دینے کے لئے یہاں تک پہنچ جاتے ہیں۔

فرج کے ایک اور افسر نے جواب دیا: جناب والا! مسلمانوں کی یہ جرات سرحد کے اُن غنڈوں کی کوتاہیوں کا نتیجہ ہے جو بحرین کے ٹھٹی بھڑادیوں کو اپنے علاقوں سے دُور نہیں رکھ سکے۔ اگر وہ بُردی اور بے حسی کا مظاہرہ کرتے تو آج ان ننگے اور بھوکے صحرا نشینوں کو ہماری طرف دیکھنے کی جرات نہ ہوتی لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر انہوں نے ذرا اُگے بڑھنے کی کوشش کی تو اُن کا ہر قدم تباہی کی طرف اُٹھے گا۔ ہم اپنی سرحدی بستیوں کی حفاظت ہی نہیں کریں گے بلکہ مکہ اور مدینہ کی دیواروں تک اُن کا پیچھا کریں گے۔

”تم نے خالد بن ولید کا نام سنا ہے؟ ہرمز نے حکمت سے افسر کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

”ہاں جناب اُس کے متعلق بہت کچھ سُن چکا ہوں لیکن میرا خیال ہے کہ اگر وہ ایک سپاہی کی نگاہ کے ساتھ ہونے لگے اور بھوکے عربوں کو اپنے صحراؤں کی حدود سے آگے بڑھنے کا مشورہ نہیں دے گا۔

ہرمز کے تلخ ہونے پر افسر نے یہ پیغام بھیجا ہے کہ وہ ننگے اور بھوکے عرب

بہت جلد یہاں پہنچنے والے ہیں۔

محل پر تھوڑی دیر کے لئے سنا ہوا تھا۔ پھر ایک ایرانی سردار نے کہا: جناب خالد کی کارگزاری

قنّی سے مختلف نہیں ہوگی۔ یہ لوگ سرحد کے چند دُور افتادہ بستیوں میں لوٹ مار کرنے کے بعد بھاگ جائیں گے لیکن ہمارے علاقے میں قدم رکھنے کی جرات نہیں کریں گے۔

”یہ خط اُن کی جرات کا پہلا ثبوت ہے اور اگر یہ واقعی خالد نے لکھا ہے تو تمہیں زیادہ دیر اُس کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔“ ہرمز یہ کہہ کر فرج کے افسروں کی طرف متوجہ ہوا: اب ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ میں تین دن کے اندر خالد کی فرج کی تعداد کے متعلق صحیح معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

ایک بوڑھے سردار نے کہا: جناب میری التجا ہے کہ آپ خالد کے لپٹی کے متعلق کوئی فیصلہ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لیں اگر اُسے قتل کر دیا گیا تو مسلمانوں کے ساتھ آپ کی جنگ ناگزیر ہو جائے گی۔

ہرمز نے تھلا کر جواب دیا: میں یہ توقف نہیں ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ ان صحرا نشینوں کو ہماری قوت کا احترام ہی جنگ سے باز رکھ سکتا ہے اور جب خالد کا لپٹی واپس جائے گا تو وہ یہ نہیں کہہ سکے گا کہ

ہم اُس کی دھکیلوں کو کوئی اہمیت دیتے ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ جب وہ یہاں آئے تو تمہارے چہروں پر خوف و ہراس کی بجائے مسکراہٹیں دیکھے۔ ہم کسریٰ سے کمک حاصل کئے بغیر چالیس ہزار جوان میدان میں لا سکتے ہیں لیکن خالد کے لپٹی کو ہمیں یہ تاثر دینے کی کوشش کرنی چاہیئے کہ اگر مسلمانوں نے اس طرف پیش قدمی کی تو اُن کے ہاتھ میں قدم قدم پر انسانوں کی دیواریں کھڑی ہوں گی۔

حسان نگی تلواریں کے پہرے میں کمرے کے اندر داخل ہوا اور ہرمز کی مسند کے سامنے سناں کھڑا ہوا۔ ہرمز نے اُس پر سر سے پاؤں تک نظر دوڑائی اور پھر المیہ من سے کہا: اگر تم ایک چور کی طرح یہاں آتے تو تمہیں محل کے دروازے پر دستک دینے کا موقع نہ ملتا۔ تمہاری سزا موت ہے۔

حسان نے جواب دیا: اگر مجھے موت کا خوف ہوتا تو تمہارے پاس خالد بن ولید کا خط پہنچانے کی ذمہ داری قبول نہ کرتا۔

ہرمز بولا: تمہارا خیال ہے کہ میں مسلمانوں کی قوت سے خائف ہو کر اُن کا دین قبول کر لوں گا۔

حسان نے جواب دیا: ہمارا مقصد تمہیں قوت سے مرعوب کرنا نہیں بلکہ سلاحتی کا راستہ دکھانا ہے۔ میں تمہارے ساتھ بحث نہیں کروں گا۔ میں اس یقین کے باوجود یہاں آ گیا ہوں کہ تمہارا اور حساب

قرب آچکا ہے اور قدرت تمہیں سلامتی کا راستہ دیکھنے کا موقع نہیں دے گی۔

ہرمز نے بڑی شکل سے اپنا عقد ضبط کرتے ہوئے کہا: تمہارے سپہ سالار نے یہ لکھا ہے کہ ہم جس قدر زنگی سے محبت کرتے ہیں اسی قدر مسلمانوں کو موت سے سخت ہے۔ تم اسے پہلی طرف سے پیغام دے سکتے ہو کہ اگر اس کے سپاہی مرنا چاہتے ہیں تو ہم انہیں مایوس نہیں کریں گے۔

آپ کا مطلب ہے کہ آپ کو ہماری کوئی پیش کش منظور نہیں ہے؟

ہرمز نے جواب دیا: تم غلط کو یہ پیغام دے سکتے ہو کہ میں تمہاری بے مینی سے اس کا انتظار کر رہا ہوں۔

خان مسکرایا: آپ کو زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ ہمارے گھوڑوں کی رفتار بہت تیز ہے۔

ہرمز چلایا: اسے جاؤ اور اگر غروب آفتاب کے بعد ہمارے علاقے میں نظر آئے تو اس

کی گھنٹا اڑا دو۔

رات کے وقت قباد اپنے بستر پر پڑا ہوا تھا۔ گزشتہ دو ہفتوں کی شدید فطالت نے اسے بچہ

لاغر کر دیا تھا۔ ایک عمر رسیدہ طبیب جو غروب آفتاب سے تھوڑی دیر قبل وہاں پہنچا تھا، قباد کے بستر کے

قرب ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ ماہ بانو دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے اپنے باپ کے

قرب بیٹھتے ہوئے طبیب سے سوال کیا: اب ان کی طبیعت کیسی ہے؟

طبیب نے جواب دیا: جی پراسرار مرض اتنے جلدی ٹھیک نہیں ہوتے، تاہم مجھے یقین ہے

کہ میری دوا اثر کرے گی۔

قباد نے آنکھیں کھول کر ماہ بانو کی طرف دیکھا اور پھر طبیب کے چہرے پر نظریں گارتے ہوئے

کہا: میرا خیال ہے کہ میں کافی دیر سویا ہوں اور میرا درد بھی بہت کم ہو چکا ہے۔

طبیب نے جواب دیا: آپ نے صرف ایک پیر رام کیا ہے۔ تھوڑی دیر تک میں آپ کو ایک

اور دوا دوں گا اور اس کے بعد آپ صبح تک آرام کی نیند سو سکیں گے۔

قباد نے کہا: میرا خیال تھا کہ آپ کو میرے بیٹے نے مدائن بھیجا ہوگا لیکن ماہ بانو کہتی تھی کہ

آپ حیرہ آتے ہیں مجھے اس وقت بہت تکلیف تھی۔ اس لئے میں آپ سے باتیں کر سکا۔

طبیب نے جواب دیا: میں حیرہ کے والی کے حکم پر یہاں آیا ہوں۔ انہوں نے مجھے بتایا تھا

کہ آپ کا بیٹا شہنشاہ کی محافظ فوج میں ملازم ہے اور اس فوج کے سالار اعلیٰ کی خواہش تھی کہ میں

کسی تاخیر کے بغیر آپ کے علاج کے لئے روانہ ہو جاؤں۔

سالار اعلیٰ آپ کو جانتا تھا؟

جی ہاں وہ حیرہ کے حاکم کے دوست ہیں اور ایک مرتبہ جب وہ بیمار ہوئے تھے تو مجھے

ان کے علاج کے لئے مدائن بھیجا گیا تھا۔ اس کے بعد سے جب کبھی ان کا کوئی دوست یا عزیز بیمار

ہوتا ہے تو وہ مجھے بلا لیتے ہیں۔

قباد نے کہا: میں حیران ہوں کہ مدائن میں اتنے با اثر آدمی تک رسائی حاصل کرنے کے بعد

بھی آپ حیرہ میں رہنا پسند کرتے ہیں۔

طبیب مسکرایا: میں حیرہ کے حاکم کا غلام ہوں لیکن اگر میں ان کا غلام نہ ہوتا تو بھی اپنی

خوشی سے مدائن میں رہنا پسند نہ کرتا۔ میں عیسائی ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ ایک عیسائی کے

لئے مدائن کے حالات سازگار نہیں۔

قباد نے غور سے ان کی طرف دیکھا اور کہا: تم ایرانی نہیں ہو اور شاید تم عرب بھی نہیں ہو۔

طبیب مسکرایا: جناب آپ درست کہتے ہیں میرے والدین یونانی تھے اور وہ انطاکیہ میں

آباد ہو گئے تھے جب شہنشاہ نوشیرواں نے انطاکیہ فتح کیا تو ہمیں غلام بنا کر مدائن لایا گیا۔ میری ماں

راستے ہی میں چل بسی۔ میری عمر اس وقت تین سال تھی جب میں نے ہوش سنبھالا تو معلوم ہوا کہ میں

اور میرا باپ ایران کی فوج کے ایک افسر کے غلام ہیں انطاکیہ میں میرا باپ ایک کامیاب طبیب تھا اور

مدائن پہنچنے کے بعد بھی اس کے ہونہر لوگوں سے پوشیدہ نہ رہے۔ ہمارے آقا کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی سیر

باپ نے اس کا علاج کیا اور ان کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ اس کے بعد ہماری حالت غلاموں سے بہتر تھی۔

جب میری عمر بیس سال ہوئی تو میرا باپ چل بسا لیکن موت کے قبل وہ مجھے طے متعلق بہت کچھ سکھا چکا تھا۔

چند سال بعد میرے آقا کا لڑکا حیرہ کا حاکم مقرر ہوا اور میں اُس کے ساتھ وہاں چلا گیا۔ پرویز کی شکست کے بعد تمام غلاموں کو آزادی مل گئی۔ لیکن میں نے حیرہ چھوڑنا پسند نہ کیا۔ حیرہ کا والی مجھ پر بہت ہرین ہے۔ وہ میرے مذہبی معاملات میں مداخلت نہیں کرتا اور میں نے سنا ہے کہ آپ بھی عیسائیوں سے نفرت نہیں کرتے۔ قباد نے جواب دیا۔ ”مجھے صرف اُن عیسائیوں سے نفرت ہے جو کسریٰ کی رعایا ہونے کے باوجود قصیر کو زیادہ قابل احترام سمجھتے ہیں لیکن جو عیسائی ایرانی سلطنت کے وفادار ہیں، انہیں میں نے کبھی شکایت کا موقع نہیں دیا۔“

طیب نے کہا: ”اگر کسریٰ اور قصیر کے مشیر آپ کی طرح رواداری سے کام لیتے تو دنیا روم ایران کی گزشتہ جنگوں کی ہون کیاں نہ دیکھتی۔ لیکن اب مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنے اندر دہناک ماضی سے سبق سیکھ چکے ہیں اب وہ مذاقت اور قسطنطنیہ میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جنہیں مستقبل کے امن اور دوستی میں اپنی بقا اور سلامتی نظر آتی ہے۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ مشترکہ خطرے کا احساس بہت جلد روم اور ایران کو متحد ہونے پر مجبور کر دے گا۔“

قباد نے کہا: ”اگر مشترکہ خطرے سے تمہارا مطلب مسلمانوں کا خطرہ ہے تو میں کم از کم کسریٰ کے متعلق اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ وہ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے زمینوں کے تعاون کی ضرورت محسوس نہیں کرے گا۔ میں یہ جانتا ہوں کہ مذاق کی محلاتی سازشوں کے باعث ایران کافی کمزور ہو چکا ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ عراق میں ایرانی رؤساء کے نظام کے باعث مقامی عرب دل برداشتہ ہو چکے ہیں اور خطرے کے وقت بعض قبائل ہمارا ساتھ نہیں دیں گے لیکن میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ عرب کے مسلمان کسی میدان میں ایران کی فوجی قوت کا مقابلہ کر سکیں گے۔ وہ صرف اس اطمینان کے ساتھ ہمارے سرحدی علاقوں پر چھڑ چھاڑ کرتے ہیں کہ صحرائوں کی زمینیں اُن کی پشت پر ہیں اور جب انہیں کسی باقاعدہ لشکر کا سامنا کرنا پڑے گا تو وہ اطمینان سے پیچھے ہٹ جائیں گے۔ آپ کو ثنی بن عارضہ کے حملوں سے متاثر نہیں لینا چاہیے کہ عرب کے خاندان بدوش ایران کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے کے قابل ہو گئے ہیں۔“

طیب مسکرایا۔ ”عرب پہلی بار ایک سلطنت کی شکل اختیار کی ہے اور اہل عرب پہلی بار ایک

قوم کی حیثیت سے نمودار ہوئے ہیں اور مجھے اُس دین کی قوت سے خوف محسوس ہوتا ہے جس نے چند برس کے اندر اندر وہاں کے تمام قبائل کو اپنے انگوٹھ میں لے لیا ہے۔ حیرہ سے روانہ ہوتے وقت میں نے یہ خبر سنی تھی کہ عربوں کی ایک فوج دومۃ الجندل کا رخ کر رہی ہے اور آج راستے کی ایک بستی سے گزرتے ہوئے مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ اُن کا دورہ لشکر ہنایاں سے صرف چند منازل دور پڑاؤ ڈال چکا ہے۔“

قباد نے اطمینان سے جواب دیا۔ ”یہ لشکر گزشتہ چند مہینوں میں ہماری سرحد پر کئی حملے کر چکا ہے اور مجھے اُس کے متعلق کوئی پریشانی نہیں۔ ہم انہیں دریائے فرات کا پانی پینے سے نہیں روک سکتے۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ وہ باقاعدہ جنگ کی صورت میں کسی محاذ پر ثابت قدم رہ سکیں۔“

طیب نے کہا: ”میں نے راستے میں جس شکر کی آمد کے متعلق سنا ہے، اُس کا امیر خالد بن ولید ہے۔ اور خالد کے متعلق یہ مشہور ہے کہ اُس نے ابھی تک کسی میدان میں شکست نہیں کھائی۔ یہاں کی جنگ میں اُس کے ہاتھوں سیلر کے چالیس ہزار سپاہیوں کی عبرتناک تباہی ایک معجزے سے کم نہ تھی۔“

قباد نے کہا: ”میں مسلمانوں کے متعلق یہ تو مان سکتا ہوں کہ وہ اپنے اتحاد اور ایمان کے باعث صحرائے عرب کے اُن قبائل پر غالب آسکتے ہیں جن کے اتحاد کی بنیاد اُن کی نسبت کمزور ہے لیکن یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ وہ ہمارے لئے کوئی خطرہ پیدا کر سکتے ہیں۔“

طیب نے کہا: ”جناب میں آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتا۔ تاہم یہ محسوس کرتا ہوں کہ ایران اور روم کی تاریخ کے زندہ چند مہینے بہت اہم ہوں گے۔ اگر عراق کے کسی حصے میں عربوں کے پاؤں جم گئے اور ہم انہیں فیصلہ کن شکست دے سکے تو اُن کے حوصلے بڑھ جائیں گے۔“

قباد نے قہر سے تلخ ہو کر کہا: ”لیکن آپ یہ کیوں سوچتے ہیں کہ ایران کا لشکر مسلمانوں کو شکست نہیں دے سکے گا؟“

طیب نے جواب دیا: ”معاف کیجئے۔ بات میرے دماغ میں بھی نہیں آسکتی کہ مسلمان کسے کئی عظیم افواج کے سامنے ٹھہر سکیں گے۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا تھا کہ اگر ایران اور روم ایک مشترکہ دشمن کے غلام کے پیش نظر متحد ہو جائیں تو کسریٰ اور قصیر کو شام کی حدود میں اُن کا راستہ روکنے کی ضرورت

پیش نہیں آئے گی بلکہ ہم کہہ اوردنیز کی دیواروں تکسٹن کا تعاقب کریں گے اور پھر آپ یہ دیکھیں گے کہ صحرائے شکست خوردہ قبائل نے بھی بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا ہے لیکن اگر مسلمانوں کو عراق میں پیش قدمی کا موقع دیا گیا تو اس بات کا خطرہ ہے کہ مقامی عرب اُن کے ساتھ مل جائیں گے۔

قبائلوں نے کہا: "آج اگر کوئی قیصر اور کسریٰ کو مسلمانوں کے خلاف اتحاد کی دعوت دے تو اُسے بوقوف سمجھا جائے گا۔ لیکن آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیئے جب کسریٰ کی افواج میدان میں آئیں گی تو مقامی عرب قبائل مسلمانوں کا ساتھ دینے کی جرات نہیں کریں گے۔ ثنی بن حارث کی گزشتہ کامیابیوں کی وجہ صرف یہ تھی کہ مدائن کے حالات نے ہمیں اس طرف توجہ دینے کا موقع نہیں دیا۔ اور ہمارا حاکم ایک ایسا آدمی ہے جس کے مظالم سے مقامی عرب تنگ آچکے ہیں لیکن اب اگر مسلمانوں نے خالد بن ولید کو اس محاذ پر بھیج دیا ہے تو مجھے یقین ہے کہ ایران کی حکومت زیادہ دیر اپنی ذمہ داریوں سے غافل نہیں رہے گی۔ میں تم سے صرف ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے متعلق عراق کے عیسائیوں کے جذبات کیا ہیں؟" طیب نے جواب دیا: "مسلمانوں کے متعلق عراق کے عیسائیوں کے جذبات مجوسیوں سے مختلف نہیں ہو سکتے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جب اُن کی وفاداری کے امتحان کا وقت آئے گا تو آپ انہیں کسریٰ کے سپاہیوں کی پہلی صف میں دیکھیں گے۔ اگر انہیں ایرانیوں کے ساتھ کوئی بھروسہ نہ ہو تو بھی وہ مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے۔ آپ کو معلوم ہے کہ جب جزیرہ کی کاہنہ سحاح نے مسلمانوں کے خلاف پیش قدمی کی تھی تو اُس کے لشکر میں عیسائی بھی تھے۔ اگر وہ سیلہ کے فریب میں نہ آجاتی تو آج عرب کے حالات مختلف ہوتے اور شاید آپ کو بھی یہ پوچھنے کی ضرورت پیش نہ آتی کہ ایران کے خلاف عربوں کی پیش قدمی کی صورت میں مقامی عیسائیوں کے جذبات کیا ہوں گے۔"

"میں مقامی عیسائیوں کی وفاداری پر شبہ نہیں کرتا اور غیر عیسائی عربوں کے متعلق بھی مجھے یہ شبہ نہیں کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل جائیں گے۔ مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ ایرانی زمینداروں کی سختیوں نے انہیں بددل کر دیا ہے۔" قبائلوں نے کہا کہ یہ بانو سے مخاطب ہوا: "میری ہمارے مہمان تھکے ہوئے ہیں تم کاؤس کو بلاؤ اور اُن کے آرام کا انتظام کرو۔"

ماہ بانو نے کاؤس کو آزادی تو ایک خادمہ بھاگتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور اُس نے کہا: "کاؤس یہاں نہیں ہے۔ ڈیوڑھی سے ایک پہرہ لے آیا تھا اور وہ اُس کے ساتھ چلا گیا تھا۔" قبائلوں نے کہا: "بہت اچھا، تم مہمان کو ان کے کمرے میں لے جاؤ اور جب کاؤس آئے تو اُسے میرے پاس بھیج دو۔"

طیب نے اپنے تھیلے سے ایک چھوٹی سی صراحی نکالی اور خادمہ کو پانی لانے کے لئے کہا خادمہ جلدی سے واپس مڑی اور چاندی کے پیالے میں پانی لے آئی طیب نے صراحی کا ڈھکنا کھولا اور اُس میں سے میٹھے رنگ کی دوائی کے چند قطرے پیالے میں ڈال دئے اور قبائلوں کو پیش کرتے ہوئے کہا: "پنی لیجئے۔ اس کے بعد آپ کافی دیر آرام کی نیند سو سکیں گے۔" قبائلوں نے اُٹھ کر دوائی پی لی۔ طیب ماہ بانو سے مخاطب ہوا: "رات کے وقت اگر یہ تکلیف محسوس کریں تو مجھے جگاد دیجئے۔"



تھوڑی دیر بعد طیب ماہ بانو کے ساتھ دوسرے کمرے میں داخل ہوا اور زخمیوں کو بستر پر لیٹا دیا۔

ماہ بانو نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا: "آپ کو یہ اطمینان ہے کہ اباجان کی بیماری زیادہ خطرناک نہیں؟" طیب نے جواب دیا: "میری میں اُن کی بیماری کے متعلق ابھی پورے وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ تاہم تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ میں اُن کے علاج میں کوتاہی نہیں کروں گا۔"

ماہ بانو نے کہا: "میں آپ کی شکر گزار ہوں لیکن آپ جانتے ہیں کہ میرا بھائی مدائن میں ہے۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ اگر آپ کوئی خدشہ محسوس کرتے ہوں تو اُسے بلا لیا جائے۔ گزشتہ تین مہینوں میں وہ چار مرتبہ یہاں آچکے ہیں میں اباجان سے پوچھ کر بغیر انہیں بلا کر آتی تھی۔ آپ جانتے ہیں کہ موجودہ حالات میں فوج کے ملازموں کو آسانی سے پھٹی نہیں پھلتی پھلی تربت جہ گھرائے تھے تو اباجان مجھ پر سخت براہم ہوئے تھے وہ نہیں چاہتے گھر کے حالات کے باعث اُن کی ترقی کے راستے بند ہو جائیں اگر اباجان

سفر کے قابل ہوتے تو بھائی جان ہیں اپنے ساتھ مدائن لے جاتے۔ اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔“

طیب نے کہا: آپ کے بھائی اپنے والد کی حالت سے بے خبر نہیں ہیں انہوں نے بڑی کوشش کے بعد مجھے یہاں بھجوا دیا ہے اگر انہیں آسانی سے رخصت مل سکتی تو وہ بذاتِ خود حیرہ آتے اور مجھے ساتھ لے کر یہاں پہنچتے۔ اب اگر مسلمانوں کی شیعہ کی متعلق تازہ خبریں درست ہیں تو آپ کے بھائی کے لئے رخصت حاصل کرنا زیادہ مشکل ہو جائے گا۔ اس لئے میرا مشورہ یہی ہے کہ آپ صبر اور ہمت سے کام لیں اگر خدا نخواستہ مجھے ان کے متعلق زیادہ تشویش محسوس ہوئی تو میں حیرہ کے حاکم کے توسط سے انہیں یہاں بلانے کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ ان کی سفارش رد نہیں کی جائے گی اور یہ بھی ممکن ہے عراق کی طرف مسلمانوں کی شیعہ کی روکنے کے لئے مدائن کی افواج کو میدان میں آنا پڑے اور آپ کے بھائی ان کے ساتھ ہوں۔“

ماہ بانو نے احسان دہی سے طیب کی طرف دیکھا اور کمرے سے باہر نکل آئی۔ چند تانیے بعد وہ قبا کے کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ سو رہا تھا اور خادمہ بستر کے قریب کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ماہ بانو دوسری کرسی اٹھا کر اس کے قریب بیٹھ گئی۔ خادمہ نے دبی زبان میں کہا: یہ دروا کھاتے ہی سو گئے تھے اب آپ بھی آرام کریں۔“

ماہ بانو نے جواب دیا: مجھ سے زیادہ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔“
خادمہ نے کہا: میں نے دن کے وقت کافی سو لیا تھا جب کاؤس آجائے گا تو میں بھی آرام کر لوں گی۔
لیکن وہ کہاں غائب ہو گیا ہے؟“

مجھے معلوم نہیں پیریار نے اس کے کان میں کچھ کہا تھا اور وہ دبے پاؤں باہر نکل گیا۔ پھر جب میں دودھ لینے گئی تو باورچی سے معلوم ہوا کہ وہ اوپر آیا تھا اور کسی مہمان کے لئے کھانا لے کر دوبارہ واپس چلا گیا ہے۔ اگر کوئی مہمان آیا تھا تو اس نے ہمیں اطلاع کیوں نہ دی؟“

خادمہ نے کہا: آپ آہستہ بات کریں۔ اگر کوئی اہم بات ہوتی تو وہ آپ کو ضرور اطلاع دیتا۔
میرے خیال میں کوئی مسافر ہو گا۔“

کاؤس دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوا اور وہ جواب طلب نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ چند تانیے تذبذب اور پریشانی کی حالت میں کھڑا رہا اور پھر ماہ بانو کو ہاتھ کا اشارہ کرنے کے بعد باہر نکل گیا۔
ماہ بانو مضطرب سی ہو کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

”کیا بات ہے کاؤس؟ تم اس قدر بدحواس کیوں ہو؟“
کاؤس نے جواب دینے کی بجائے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی اور چند قدم دور جا کھڑا ہو کر ماہ بانو کا دل دھڑکنے لگا۔ وہ چند تانیے بے حس و حرکت کھڑی رہی۔ پھر بھاگتی ہوئی آگے بڑھی اور بولی۔
”کاؤس تم خاموش کیوں ہو؟ مہمان کون ہے؟“

کاؤس نے اس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے پوچھا: ”طیب کہاں ہے؟“
”وہ اپنے کمرے میں ہے۔ لیکن تم میرے سوال کا جواب کیوں نہیں دیتے؟“
”آقا سو رہے ہیں؟“

”ہاں۔۔۔؟“

”بیٹی آہستہ بات کرو۔ وہ آگئے ہیں؟“
”کون؟“ ماہ بانو نے ڈوبتی ہوئی آواز میں پوچھا۔
”مسحان؟“

ایک لمحہ کے لئے ماہ بانو سکتے کی حالت میں کھڑی رہی۔ پھر رات کی خاموشی سے غموں اور قہقروں کا ایک سیلاب پھوٹ پڑا۔ وہ بولنا چاہتی تھی لیکن اس کے حلق سے آواز نہ نکلتی تھی۔ ہر لمحہ اس کے دل کی جھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔ اس نے لڑتے ہوئے ہاتھوں سے کاؤس کا بازو پکڑ لیا اور ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔
”وہ کہاں ہے؟“

کاؤس نے جواب دیا: ”میں اسے پھت پر چھوڑ آیا ہوں وہ تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ طیب کی موجودگی میں اس کا اندازنا مناسب تھا۔ اسے بہت جلدی ہے۔ تم جلدی کے لئے گھوڑے کا انتظام کرنا ہے۔ اس کے گھوڑے نے راستے میں دم توڑ دیا تھا۔ اگر آقا کے پاس طیب نہ ہوتا تو میں اسے سیدھا وہاں لے آتا۔“

ابن تم جاؤ اور جب طبیب سوجائے تو اُسے آقا کے کمرے میں لے آؤ، میں ہرگز کے سہنے اُس کا انتظار کروں گا۔
 "وہ پھیل آیا ہے اور دشمن اُس کا پھیا کر رہے ہیں گے۔ وہ ٹھیک ہے نا؟"
 "وہ بالکل ٹھیک ہے لیکن اُس کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسے کوئی خطرہ ضرور ہے اُسے گھوڑا
 دینے کے متعلق میں آقا سے اجازت لے سکتا تو بہتر ہوتا۔"
 "ماہ بانو نے کہا: اباجان اُس سے ملاقات نہیں کر سکیں گے۔ انہیں جھکا مناسب نہیں اور
 حسان کو گھوڑا دینے کے لئے اُن کی اجازت کی ضرورت بھی نہیں تم نے سہیل کے متعلق اُسے بتا دیا تھا؟
 "ہاں اب تم جاؤ، اُسے بہت جلدی ہے۔"



ماہ بانو نے اپنے طرف بڑھی اُس کی ٹانگیں لڑکھڑاہی تھیں وہ آہستہ آہستہ چند قدم اٹھانے کے
 بعد ایک شانیر کے لئے رُک اور پھر بھاگتی ہوئی چھت پر جا پہنچی فضا میں دسویں رات کا چاند نور کے خیزانے
 بکھیر رہا تھا حسان جو زینے کے دروازے سے چند قدم دُور میدان کے قریب کھڑا جھل کی طرف دیکھ رہا تھا
 اچانک ماہ بانو کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ رُک گئی حسان آگے بڑھا۔ ماہ بانو کا چہرہ مسکراہٹوں سے کھل اٹھا۔
 اس کے ساتھ ہی اُس کی آنکھوں سے آنسو اُڑ پڑے۔ حسان اُس نے شکایت کے لیے میں کہا: "آپ
 نے بہت دیر لگائی۔"

حسان کی نگاہیں جھک گئیں اور اُس نے چند ثانیہ توقف کے بعد کہا: "مجھے افسوس ہے کہ میں
 جلد واپس نہ آ سکا۔ آپ کے اباجان کیسے ہیں؟"
 "اُن کی صحت اچھی نہیں۔ آج حیرہ سے ایک طبیب اُن کے علاج کے لئے آیا ہے اور اُس کی دوا
 سے وہ کئی دنوں کے بعد آرام کی فیر سوتے ہیں لیکن آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ آپ اتنی
 مدت کہاں ہے؟ آپ کو کوئی خطرہ تو نہیں؟"

حسان نے جواب دیا: "آپ میری فکر نہ کریں میں ابھی یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔
 ماہ بانو کے چہرے پر اُداسی چھا گئی۔ اُس نے کہا: اباجان آپ کو بہت یاد کیا کرتے تھے جب وہ یہ

سُنیں گے کہ آپ اُن سے ملے بغیر چلے گئے ہیں تو انہیں بہت افسوس ہوگا۔ لیکن اگر کوئی آپ کا پھیا کر رہا
 ہے تو میں آپ کو مدد کرنے کی کوشش نہیں کروں گی۔"

حسان نے جواب دیا: "اگر ہرگز کے آدمی میرا پھیا نہ کرتے تو بھی میرے لئے چند گھنٹوں سے زیادہ
 یہاں ٹھہرا ممکن نہ تھا۔ میں سہیل کو لینے کے لئے آیا تھا لیکن آپ کے ذکر سے معلوم ہوا کہ یہاں نہیں ہے۔
 "اباجان نے اُسے زرخیت کے ساتھ مدائن بھیج دیا تھا۔ اُس کا یہاں رہنا خطرے سے خالی نہ
 تھا۔ اُس کی صحت بھی ٹھیک نہ تھی اور بھائی جان کہتے تھے مدائن میں اُس کے علاج کے لئے کسی اچھے
 طبیب کی خدمات حاصل کی جاسکتی ہیں وہ مدائن پہنچتے ہی سندھ دست ہو گیا تھا۔ بھائی جان نے اُس
 کی فوجی تعلیم و تربیت کا انتظام کر دیا ہے اور اب وہ بہت خوش ہے۔ میری طرح زرخیت بھی اُسے اپنا
 بھائی سمجھتا ہے۔ پچھلے روز زرخیت گھرا آیا تھا تو اُس نے کہا تھا کہ سہیل کی صحت اتنی اچھی ہو گئی ہے کہ
 اب اُس کے گاؤں کے لوگ بھی اُسے پہچان نہیں سکیں گے۔ اباجان سفر کے قابل نہ تھے۔ در نہ ہم
 سب مدائن چلے جاتے؟"

حسان نے کہا: "اس کا مطلب ہے کہ ابھی تک ہرگز کے طرز عمل میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔"
 "نہیں ہم ہرگز کی جگہ پریشان نہیں ہیں جسے سرحد پر مسلمانوں کے حملے شروع ہوتے ہیں
 اُس کا مزاج کافی تبدیل ہو گیا ہے۔ اب وہ اس علاقہ کے ہر آدمی کے ساتھ تعاون کی ضرورت محسوس کرتا
 ہے۔ پچھلے دنوں وہ اباجان کی تیمارداری کے لئے ہمارے گھر بھی آیا تھا۔ ان دنوں اُس کے گھر میں
 علاقے کے سرکردہ لوگوں کا اجلاس ہوتا ہے۔ اُس نے مسلمانوں کے خلاف جوابی کارروائی کی تجاویز
 پر غور کرنے کے لئے اباجان کو بھی بلایا تھا لیکن وہ علالت کے باعث نہیں جاسکے۔"
 "آپ کا مطلب ہے کہ اگر آپ کے اباجان کی صحت ٹھیک ہو تو وہ مسلمانوں کے خلاف ہرگز
 کے ساتھ دینے پر آمادہ ہو جائیں گے؟"

"اباجان نے ابھی تک ہرگز کو معاف نہیں کیا۔ تاہم وہ یہ کبھی گوارا نہیں کریں گے کہ مسلمان
 عراق پر چڑھ دوں۔ جب ہرگز اباجان کے پاس آیا تھا تو انہوں نے صاف الفاظ میں یہ کہا تھا کہ اگر

عراق کے عرب کاشتکاروں سے ایرانی حکام اور زمینداروں کا سلوک اچھا ہوتا تو سب بھر مسلمانوں کو عراق کی سرحد کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی جرأت نہ ہوتی۔ آبا جان نے اُسے عرب کاشتکاروں کے متعلق اپنا رویہ تبدیل کرنے کی نصیحت کی تھی اور اُس نے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ آئندہ ان لوگوں کو شکایت کا موقع نہیں دے گا۔

حسان نے کہا: "آپ کا مطلب ہے کہ اگر حالات بھڑکنے کو چرواہے کا لباس پہننے پر مجبور کر دیں تو بھڑوں کو مطمئن ہو جانا چاہیے؟"

"نہیں آبا جان ہرزے سے کسی صورت بھی مطمئن نہیں ہو سکتے لیکن مسلمانوں کو اس علاقے سے دور رکھنے کے لئے وہ اپنے بدترین حاکم کا ساتھ دینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ آبا جان کا خیال ہے کہ عرب کاشتکاروں کی نجات صرف اس بات میں ہے کہ وہ ہر حالت میں شہنشاہ کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دیں۔ پھر ہرزے جیسے سنگدل حاکم بھی اُن کے ساتھ زیادتی کرنے پر شرم محسوس کریں گے۔"

حسان نے کہا: "ہرز نے اُن لوگوں کے ساتھ بھی زیادتی کرنے میں شرم محسوس نہیں کی جن کے بھائی اور دوست کسریٰ کے تخت و تاج کی حفاظت کے لئے جانیں دے چکے ہیں۔"

ماد بانو نے کہا: "میں نے یہی بات آبا جان سے کہی تھی اور انہوں نے یہ جواب دیا تھا کہ اگر عرب کاشتکاروں نے اس جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تو ہرز کے نظام کے خلاف اُن کی آواز مدائن کے اپانوں میں سنی جائے گی اور ایرار کے محبان وطن اُن کی حمایت کریں گے۔ پھر اگر ہرز راہ راست پر نہ آیا تو اُس کی جگہ کوئی بہتر حاکم بھیج دیا جائے گا۔ ہرز صرف اُن لوگوں پر ظلم کر سکتا ہے جن کی آواز کسریٰ کے کانوں تک نہیں پہنچ سکتی۔ جب تک اُسے یہ اطمینان تھا کہ وہ ہمارے خلاف من مانی کر سکتا ہے تو اُس نے انتہائی سنگدل کا ثبوت دیا تھا لیکن جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ زرخیز مدائن کے با اثر لوگوں تک رسائی حاصل کر چکا ہے تو اُسے ہماری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے میں دیر نہیں لگی۔ ایک دن آبا جان کہہ رہے تھے کہ عراق کے حالات بڑی تیزی سے تبدیل ہو رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ کچھ عرصہ بعد اگر حسان اپنے گھر آگیا تو ہرز اُس کے ساتھ مصافحہ کرنے میں بھی ہتک محسوس نہیں کرے گا۔"

کم از کم ہلکے گھر میں اُسے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔"

حسان نے کہا: "اگر میں یہ کہوں کہ میں ہرز سے بل چکا ہوں، اُس کے ساتھ گھنگو بھی کر چکا ہوں لیکن میں نے اس ظالم کے ساتھ مصافحہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تو آپ کو یقین آجائے گا؟"

"آپ ہرز کے پاس گئے تھے؟"

"ہاں میں ہرز کو یہ بتانے کے لئے گیا تھا کہ تمہارا یوم حساب قریب آچکا ہے۔"

"ادب ہرز کے سپاہی آپ کا پیچھا کر رہے ہیں؟"

"ہرز کے سپاہی رات کے وقت میرا سراخ نہیں لگا سکیں گے۔ وہ مجھے سرحد کے پار پہنچانے کے لئے گئے تھے اور انہیں یہ حکم تھا کہ اگر میں غروب آفتاب تک اُس کے علاقے سے باہر نہ نکل جاؤں تو میری گردن اڑادی جائے۔ اب اگر وہ یاموس ہو کر واپس نہیں چلے گئے تو مجھے یہاں سے چھ رات کو س دُعا ایک جنگل میں تلاش کر رہے ہوں گے۔ اُن کی خواہش یہی تھی کہ میں شام سے پہلے سرحد عبور نہ کر سکوں، لیکن انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ میں سرحد پار کرنے سے پہلے اپنے بھائی کا پتہ کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ جب سرحد کی آخری چوکی سے ایک منزل دُعا میں نے اپنے گھوڑے کی باگ اس طرف موڑ لی تو انہوں نے مجھے ٹوکنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ وہ چھ تھے، اُن کے گھوڑے بھی میرے گھوڑے کی نسبت زیادہ تازہ دم تھے۔ پھر رے پاس تھوڑا ہی نہیں تھی۔ مجھے ہرز کے محل میں داخل ہوتے وقت غیر مسلح کر دیا گیا تھا۔ غروب آفتاب کے وقت ایک ندی کے کنارے گھنے باغات میں سے گزرتے ہوئے ہم ایک بستی میں داخل ہوئے اور میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: "مجھے اس وقت تک سرحد عبور کرنی چاہیے۔ ہم راستہ بھول تو نہیں گئے؟" وہ معنی خیز مسکراہٹوں کے ساتھ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر ایک سپاہی نے کہا: "سرحد بھی کافی دُور ہے لیکن تم فکر نہ کرو اس بستی سے آگے تمہارا سفر ختم ہو جائے گا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ لوگ بستی کی بجائے مجھے کسی ویران جگہ قتل کرنا زیادہ پسند کریں گے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: "اگر تمہاری اجازت ہو تو میں پانی پی لوں؟"

انہوں نے کہا: "پانی پینے کے لئے تمہیں ہماری اجازت کی ضرورت نہیں۔ تم ہمارے قیدی

نہیں ہو میں صرف تمہاری حفاظت کے لئے بھیجا گیا ہے۔

میں نے کہا: اب آفتاب غروب ہو رہا ہے اور ہم شاید راستہ بھول کر سرحد سے دُور نکل آئے ہیں۔ اب مجھے آپ کی اجازت کے بغیر ایک ثانیر کے لئے بھی کسی جگہ نہیں رُکنا چاہیئے۔

ایک سپاہی نے جواب دیا: اب ایک ثانیر یا ایک سافٹ رکنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اب تم اگر اڑ کر بھی جاؤ تو آدمی رات سے پہلے سرحد عبور نہیں کر سکو گے۔

چند عرب اور ایرانی ہمارے گرد جمع ہو گئے۔ میں نے ایک آدمی کو پانی لانے کے لئے کہا اور میرے ساتھی بستی کے لوگوں سے باتیں کرنے میں مصروف ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد جب ہم وہاں سے روانہ ہوئے تو شام ہو چکی تھی۔ بستی سے باہر گاؤں کے رئیس کا محل تھا۔ میں نے اچانک اپنے گھوڑے سے چھلانگ لگائی اور دیوار پھانڈ کر باغ کے اندر دوڑ پڑا۔ میرے ساتھی چپختے چلاتے دیوار پھانڈ کر باغ کے اندر داخل ہوئے۔ لیکن میں اتنی دیر میں ان کی نگاہوں سے اوچھل ہو چکا تھا۔ کچھ دیر پوری قیاد سے دیوار کے ساتھ ساتھ بھاگنے کے بعد میں گھنے درختوں کی آڑ میں چھپ گیا اور میرے ساتھی باغ کی دوسری سمت نکل گئے۔ میں نے دیوار سے جھٹاک کر دیکھا تو صرف ایک سپاہی رہ گیا تھا اور اُس نے تین بجواس گھوڑوں کی باگیں پکڑ رکھی تھیں۔ باقی گھوڑے اور اُدھ بھاگ رہے تھے۔ میں نے دوبارہ دیوار پھانڈ لی۔ سپاہی نے بدحواس ہو کر چیخ ماری اور اس کے ساتھ ہی میں نے اُس کا گلا دبوچ لیا۔ سپاہی گرا اور اُس نے دوبارہ اٹھنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ میں نے اُس کی تھار چھین لی اور ایک گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ پھر میں نے باقی گھوڑوں کو تتر بتر کر دیا۔ اتنی دیر میں باغ کی دوسری سمت سے واپس آنے والے سپاہیوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور میں نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ تھوڑی دیر بعد پھر کی بجائے پندرہ بیس سوار میرا پھیا کر بسے تھے۔ مجھے ہرز کے سپاہیوں سے کوئی خدشہ نہ تھا لیکن بستی کے لوگ جو آواز دہم گھوڑوں پر سوار ہو کر میرے تعاقب میں تھے۔ بدست سے تھے، ہر آن میرے قریب آسے تھے اور میرا گھوڑا بھی دُن خطر سہر کر چکا تھا۔ جنگل میں داخل ہونے کے بعد میں نے اطمینان کا سانس لیا لیکن میرے گھوڑے نے گور دم توڑ دیا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ ایک بار پہلے بھی اسی جنگل نے میری جان بچائی تھی لیکن خوش قسمتی سے

اب میں زخمی نہیں ہوں۔

لیکن آپ ہرز کے پاس گئے کس لئے تھے؟

میں ہرز کے پاس اُس لشکر کے سپہ سالار کلاچی بن کر گیا تھا جسے قدس ایران میں ظلم کے پرچم سرنگوں کرنے کے لئے تعین کیا ہے۔

مہمان: ماہ بانو نے دُوبتی بھائی آواز میں کہا: تم مسلمانوں کی فوج میں شامل ہو چکے ہو؟

ہاں: مہمان نے اطمینان سے جواب دیا۔

ماہ بانو نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا: اور اب تم مجھے یہ بتانے آئے ہو کہ ہرز کے نظام نے جہانزاد کے دوست کو اُس کے بھائی کے خلاف تلوار اٹھانے پر آمادہ کر دیا ہے۔

وہ بولا: ماہ بانو! تم یہ کیسے سوچ سکتی ہو کہ جہانزاد کا دوست زرخیت کا دشمن ہو سکتا ہے؟ ماہ بانو کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور اُس نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا: جب مسلمان عراق میں شیعہ قیدی کریں گے تو کسری کا لشکر پوری قوت کے ساتھ اُن کا مقابلہ کرے گا اور جب کسری کا لشکر میدان میں آئے گا تو زرخیت سب سے اگلی صف میں ہوگا۔

مہمان بے حس و حرکت کھڑا تھا اور ماہ بانو کی خاموش نگاہیں بار بار اُس سے پوچھ رہی تھیں۔ کیا تم وہی ہو، کیا یہ ممکن ہے کہ کسی میدان میں میرے بھائی کا سامنا کر سکو؟

چند ثانیے بعد اُس نے کرب انگیز لہجے میں کہا: ماہ بانو جب موت یلہ پھیا کر رہی تھی تو تم نے مجھے پناہ دی تھی جب میں زخمی اور بیمار تھا تو تم نے میری تیارداری کی تھی اور جب میں مایوسی کی تار پھول میں بھٹک رہا تھا تو تمہاری نگاہوں نے میرے دل میں اُمید کے چراغ روشن کئے تھے۔ میں ناشکر گزار نہیں ہوں۔ ماہ بانو! میری بات غور سے منو: جب میں یہاں سے نکلا تھا تو میری زندگی کی سب سے بڑی آرزوی تھی کہ میں اس دنیا کی ساری راحتیں اور مستی تمہارے قدموں پر ڈھیر کر دوں۔ مجھے بحرین کے فیروانوں میں بھی تمہارے لئے سدا بہار خلستانوں کی تلاش تھی۔ میں اپنے زخمی ہاتھوں سے تمہارے لئے نفت کا گھر تعمیر کرنا چاہتا تھا۔ مجھے اپنے مقدر کی تار پھول میں تمہارے لئے شہنہ کی تلاش تھی۔ یہ ایک دلیرانہ

کر کے گی۔ تاہم اس گھر کے کینوں کو قبلہ انتظار ہے گا اور میری زندگی کا کوئی سانس تمہارے لئے سلامتی کی دعاؤں سے خالی نہیں ہو گا جب تم بحرن گئے تھے تو مجھے معلوم تھا کہ تمہارا دل اس آنا خطر سے خالی نہیں تاہم میں صبح و شام تمہاری راہ دیکھا کرتی تھی کبھی مجھے خیال آتا تھا کہ شاید راستے میں ہرز کے آدمیوں سے تمہارا تصادم ہو گیا ہو اور انہوں نے تمہیں قتل کر دیا ہو اور کبھی میں اس قسم کے خواب دیکھا کرتی تھی کہ ہرز کے سپاہی تمہارا لہجہ لکھ رہے ہیں اور تم زخموں سے پور ہونے کے بعد جہاں گھر پہنچ گئے ہو وہ تمہیں پکڑنا چاہتے ہیں اور میں اُن کا راستہ روک لیتی ہوں وہ تمہیں قتل کرنا چاہتے ہیں اور میں تمہارے لئے ڈھل بن گئی ہوں۔ اس قسم کے بھانک خواب میری آنکھوں کے ساتھ ختم ہوتے تھے اب تم پھر جہاں ہو میں تمہیں روک نہیں سکتی لیکن میں مرتے دم تک تمہاری راہ دیکھتی رہوں گی میں تم سے ایک سوال پوچھتی ہوں کیا مسلمان ہوجانے کے بعد ایک انسان کے اس دنیا کے ساتھ باقی تمام شے کٹ جاتے ہیں جب مجھے تمہاری آدمی اطلاع ملی تھی تو میری سب سے بڑی پریشانی یہ تھی کہ ہم تمہارے بھائی کو مدائن بھیج چکے ہیں میرا خیال تھا کہ مجھے ہیل کے متعلق تمہارے اُن گنت سوالات کا جواب دینا پڑے گا لیکن اب میں یہ محسوس کر رہی ہوں کہ ہیل کا اس جگہ ہونا یا نہ ہونا تمہارے لئے ایک برابر تھا۔

حسان نے جواب دیا: "اگر مجھے اسلام کا سہارا نہ ہوتا تو ہیل کی جلدائی یقیناً میرے لئے ناقابل برداشت ہوتی اور پھر اتنی مدت کے بعد یہاں پہنچ کر جب میں یہ سب کچھ دیکھتا ہوں جاسکا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے اُس کا چھپا کرنے سے نہ روک سکتی اگر آپ مجھے یہ بتائیں کہ ہرز کے سپاہی اُسے پکڑ کر لے گئے ہیں تو میں شاید اُس کے پاس جانے سے بھی دریغ نہ کرتا لیکن بحرن پہنچنے کے بعد میں اُس قافلے کے ساتھ سفر کر چکا ہوں جس کے مسافروں کے شے کو دنیا کے ہر شے پر مقدم سمجھتے ہیں میں اللہ کے اُن بندوں کو دیکھ چکا ہوں جن کا مقصد حیاتِ اسلام کی سر بلندی ہے اور جو اللہ کے راستے پر زندگی کی تمام راحتیں قربان کر چکے ہیں۔ میں نے وہ باپ وہ شوہر اور وہ فرزند دیکھے ہیں جنہیں اللہ کی راہ میں شہادت کی ترپے اپنے بچوں اپنی بیویوں اور اپنے والدین کی محبت سے بے نیاز کر دیا ہے۔ ان لوگوں کی صحبت نے میری محبت کا دائرہ وسیع کر دیا ہے۔ اب صرف ہیل ہی نہیں بلکہ دنیا کا ہر مظلوم اور بے بس انسان

میرا بھائی ہے۔ ہیل سے جدا ہونے کے باوجود میں اپنے دل میں یہ اطمینان محسوس کرتا ہوں کہ میں اُن لوگوں کے ساتھ شامل ہو گیا ہوں جو اپنے خون سے اپنے بیٹوں اور بھائیوں کے لئے ہی نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لئے امن اور آزادی کے نخلستانوں کی آبادی کر رہے ہیں ہیل اس لحاظ سے یقیناً خوش قسمت ہے کہ اُسے آپ جیسے محسن مل گئے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ اگر میں زندہ رہا تو مجھے مدائن پہنچنے میں یہ نہیں ملے گی۔ ماہانہ سوال کیا: آپ کو یہ یقین ہے کہ مدائن کس لئے ہے میں آپ کو جن لاشوں پر سے گزرنا پڑے گا۔ اُن میں زبردخت کی لاش شامل نہیں ہوگی۔

حسان نے جواب دیا: "اگر اللہ کی بارگاہ میں میری دُعائیں قبول ہو سکیں تو کسی دن زبردخت اور ہیل کا راستہ میرے راستے سے مختلف نہیں ہوگا۔"

ماہانہ نے قہر سے پُر امید ہو کر حسان کی طرف دیکھا اور کہا: "حسان میں تم سے ایک وعدہ لینا چاہتی ہوں۔ اگر مسلمانوں کی فتح کے متعلق تمہاری توقعات غلط ثابت ہوں اگر شکست کھانے یا زخمی ہونے کے بعد تمہیں کسی جائے پناہ کی ضرورت پڑے تو تم ہمارے گھر کا راستہ نہیں بھولو گے؟"

"نہیں۔" اُس نے جواب دیا۔ "مسلمانوں کی شکست میرے نزدیک اُن مقاصد کی شکست ہوگی جو مجھے اپنی زندگی سے زیادہ عزیز ہیں اس لئے فتح یا شہادت کے سوا میرے لئے تیسرا کوئی راستہ نہ ہوگا۔ میں زخمی ہونے کے بعد میدان سے منہ پھیر کر تمہارے پاس نہیں آؤں گا بلکہ میرا رخ دشمن کی صفوں کی طرف ہوگا اور جب تک میری ٹانگیں میرے جسم کا بوجھ اٹھا سکیں گی یا میری رگوں سے خون کا آخری قطرہ بہہ نہیں جائے گا اور میرے دل کی دھڑکنیں خاموش نہیں ہو جائیں گی میں آگے ہی بڑھتا رہوں گا اور جب میں گر پڑوں گا تو مجھے یہ اطمینان ہوگا کہ میں اپنا فرض ادا کر چکا ہوں اور وہ سرفروش جو میرے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے اپنے آپ کو نصرتِ خداوندی کے حق دار ثابت کر چکے ہیں۔ اگر میں زندہ نہ ہوتا تو میں اس گھر کے مکینوں کو اپنے زخم دکھانے کے لئے نہیں بلکہ اسلام کی فتح کا شہرہ سنانے کے لئے آؤں گا۔ ماہانہ! اگر میں اپنی آنکھوں سے مسلمانوں کا جادو و جلال نہ دیکھتا تو مجھے کبھی یہ یقین نہ آتا کہ وہ ایران کے ساتھ لڑ سکتے ہیں۔ لیکن اب مجھے اُن کے متعلق کوئی بات ناقابل یقین محسوس نہیں ہوتی۔ اگر تم یہ سُن چکی

ہو کہ مسلمانوں کا نیا لشکر عراق کی سرحد پر پہنچ چکا ہے تو میں تمہاری معلومات میں کچھ اور اضافہ کر سکتا ہوں تم لگے جیتنے کا پانڈ نمودار ہونے سے پہلے اس لشکر کی فتوحات کے متعلق ناقابل یقین باتیں سنو گی اور تمہیں صرف اس بات کا افسوس ہو گا کہ تم نے اللہ کے اُن نیک بندوں کو اپنا دشمن سمجھ لیا تھا جنہوں نے انسانیت کو نئی عظمتوں سے آشنا کیا ہے۔

حسان نے یہ کہہ کر گردن جھکالی اور فضا میں خاموشی طاری ہو گئی۔ چند ثانیے بعد اُس نے کہا: ”مجھے اجازت دیجئے۔“

”آپ جا رہے ہیں؟“

”ہاں! مجھے دیر ہو رہی ہے۔“

ماہ بانو نے اپنے چہرے پر ایک غموم مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا: ”کیا جانے کے لئے آپ کو میری ضرورت ہے؟“

”نہیں! لیکن مجھے اس اطمینان کی ضرورت ہے کہ آپ میرا انتظار کریں گی۔“

”آپ کو معلوم ہے کہ جب آپ فتح کے قلعے جاتے ہوئے آئیں گے تو میں اس گھر کا دروازہ بند نہیں کر دوں گی۔“

”میں تم سے یہ وعدہ کر سکتا ہوں کہ تمہاری اجازت کے بغیر میں تمہارے گھر کے دروازے میں قدم نہیں رکھوں گا۔“

”اور وہ جو تمہارے ساتھ آئیں گے کیا وہ بھی کسی کے گھر میں داخل ہونے کے لئے میری اجازت کی ضرورت محسوس کریں گے؟“

”وہ جس جگہ میں پاؤں رکھیں گے وہاں سے ظلم اور وحشت کی بھیاںک تاریکیاں اپنا دامن سمیٹ لیں گی اور تم یہ دیکھو گی کہ انہیں اپنا دشمن سمجھنے والے اُن کے راستے میں آنکھیں کھچا رہے ہیں۔“

”حسان تمہاری باتیں میری سمجھ سے بالاتر ہیں مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں ایک خواب دیکھ رہی ہوں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ عرب کے صحرائشین کسریٰ کے پرچم نرنگوں کر دین اور پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نہ

ایران کا سپاہی ہو اور میں ایران کے دشمنوں کے راستے میں آنکھیں کھچاؤں؟“

حسان نے جواب دیا: ”جب عرب کے صحرائشین مسلمانوں کے خلاف جنگ کر رہے تھے تو اسلام

کی فتوحات کا تصور انہیں بھی ایک خواب لگتا تھا۔ وہ اُن تاریکیوں سے اُگے دیکھنے کے لئے تیار نہ تھے جو صدیوں سے عرب پر مسلط تھیں لیکن اب یہ خواب ایک حقیقت بن چکا ہے۔ اب وہ اسلام کا پرچم اٹھانے والوں کے راستے میں آنکھیں ہی نہیں کھچاتے بلکہ اُس روشنی کو عرب کی سرحدوں سے اُگے لے جانے کے لئے بے چین ہیں جس نے انہیں انسانیت کی بقا اور سلامتی کا راستہ دکھایا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جب اہل عرب کی طرح ایران کے باشندے بھی اُسی روشنی میں آنکھیں کھولیں گے تو ماضی کی تاریکیاں انہیں بھی ایک بھیاںک خواب محسوس ہوں گی۔ مجھ پر یقین کر دو ماہ بانو! میں اپنی آنکھوں سے وہ روشنی دیکھ چکا ہوں۔“

ماہ بانو کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن زینے پر کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی اور وہ مڑ کر اس طرف دیکھنے لگے۔ کاؤس حجت پر نمودار ہوا اور اُس نے کہا: ”آپ کا گھوڑا تیار ہے۔ جلدی کیجئے لب صبح ہونے والی ہے۔“

”چلو! حسان نے یہ کہہ کر ماہ بانو کی طرف دیکھا اور پھر جلدی سے اُگے بڑھ کر کاؤس کے ساتھ پیچھے اُترنے لگا۔“

ماہ بانو چند ثانیے سکے کے عالم میں کھڑی رہی اور پھر اُن کے پیچھے چل پڑی۔ انہوں نے خاموشی سے پہلا زینہ طے کیا۔ پھر کاؤس ایک کمرے سے چراغ اُٹھالایا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بجلی منزل کی اُس کوٹھڑی میں داخل ہوئے جس سے ایک خفیہ راستہ تہ خانے اور سڑک کی طرف جاتا تھا۔

حسان نے مڑ کر ماہ بانو کی طرف دیکھا اور کہا: ”اب آپ آرام کریں۔“

ماہ بانو نے کچھ کہے بغیر اپنی گردن جھکالی۔ کاؤس تنگ اسے سے پیچھے اُترنے لگا اور سنا

اُس کے پیچھے ہوا۔ ماہ بانو کرب کی حالت میں اس کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر وہ جلدی سے اُگے بڑھی۔

”رُکی اور بھرتائی ہوئی آواز میں بولی: ”حسان!“

وہ رُک گیا۔ لیکن اُسے مڑ کر دیکھنے کا حوصلہ نہ ہوا۔

”حسان!..... میں تمہارا انتظار کروں گی۔“

اُس نے ایک ثانیے کے لئے مڑ کر دیکھا۔ اور پھر خدا حافظ کہہ کر اُس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

قائد اچانک اٹھ کر بیٹھ گیا اور اُس نے کہا: اگر تم دشمن کا سامنا کرنے جا رہے تھے تو تمہیں شکر
لے ساتھ چھوڑ کر اس طرف نہیں آنا چاہیے تھا۔

”اباجان! آپ میری فکر نہ کریں میں شام سے پہلے اپنے ساتھیوں سے جا ملوں گا۔“
طیب نے سوال کیا: ”لیکن آپ تو مدائن میں تھے؟“

زنجبخت نے جواب دیا: ”جی ہاں میں وہاں سے آ رہا ہوں۔ مجھے ایک ہزار سواروں کی کلن ملی گئی ہے۔“
قائد نے پوچھا: ”کیا مدائن سے صرف ایک ہزار سوار بھیجے گئے ہیں؟“

”نہیں! اباجان! باقی لشکر ہمارے پیچھے آ رہا ہے۔ ہرگز کا حوصلہ قائم رکھنے کے لئے مجھے ہر اول
کے ساتھ لیڈ کرنے کا حکم ملا تھا۔ مجھے یہ امید تھی کہ مجھے اتنی جلدی کوئی اہم ذمہ داری سونپی جائے گی،
لیکن فریر نے اس دفعہ بھی میری اعانت کی اور سپہ سالاران کی بات رد کر کے فریر بڑیہ کہتے تھے کہ میرا
تنگ میں شہرت حاصل کرنے کے بعد تمہارے لئے ترقی کے راستے کھل جائیں گے۔“

قائد نے کہا: ”جب میں نے تمہیں تعارفی خط لے کر فریر کے پاس بھیجا تھا تو میرے دل میں یہ خدشہ
تھا کہ وہ مجھے بھول چکا ہو گا لیکن وہ ایک اچھا دوست ہے۔ کاش کسی دن تم اُس کے احسانات کا بدلہ چکا سکو۔“
دیکھو بیٹا اگر اُس نے تمہاری سفارش کی ہے تو تمہیں یہ ثابت کرنا ہے کہ تم اُسکی بلند ترین توقعات پر پورے اُترتے ہو۔“
زنجبخت نے جواب دیا: ”اباجان میں انہیں یائوس نہیں کروں گا لیکن مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ عراق کی

جنگ مدائن کا شکر پہنچنے سے پہلے ختم ہو جائے گی۔ دریا عبور کرنے کے بعد ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ ہرگز نے بد
پیشہ داری کے خفیہ کے آسن پاس اُن نام مقامات پر قبضہ کر لیا ہے جہاں سے دشمن کی فوج پانی حاصل کر سکتی
تھی۔ مجھے پہلے ہی اس بات کا یقین تھا کہ اگر ہرگز نے ذرا حوصلے سے کام لیا تو اٹھارہ ہزار مسلمان اُس کی فوج
کے سامنے نہیں ٹھہر سکیں گے۔ اُس نے صرف اپنی اہمیت جاننے کے لئے شہنشاہ کو پریشان کیا ہے۔ اباجان!
اس مرتبہ میں اس بات کا پختہ ارادہ کر چکا ہوں کہ مدائن واپس جاتے ہوئے آپ کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔

اب خدا کرے آپ میری واپسی تک چلنے پھرنے کے قابل ہو جائیں۔“

طیب نے کہا: ”ابھی انہیں کئی دن آرام کرنے کی ضرورت ہے لیکن مجھے امید ہے کہ جب آپ فتح کے

باب

ایک دن سہ پہر کے وقت ماہ بانو اور طیب قباد کے پاس بیٹھ ہوئے تھے۔ کاؤس کمرے میں
داخل ہوا اور اُس نے کہا: ”زنجبخت آگئے ہیں۔“

قباد کے مہجائے ہوئے چہرے پر اچانک زندگی کے آثار نمودار ہوئے اور وہ کروٹ بد کروڑا
کی طرف دیکھنے لگا۔ ماہ بانو کرسی سے اٹھی اور بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے بھائی کے
ساتھ کمرے میں داخل ہوئی۔ زنجبخت زرہ بکتر میں ٹبوس تھا اور اُس کے سر پر خود چمک رہا تھا۔ قباد
نے بستر پر لیٹے لیٹے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے۔ زنجبخت نے جلدی سے اپنا خود اُتار کر کاؤس کے ہاتھوں میں
تھما دیا اور پورے باپ کے قریب بیٹھتے ہوئے اپنا سر اُس کے سینے پر رکھ دیا۔

”اباجان! آپ کی طبیعت کیسی ہے؟“

قباد نے اُس کی پیشانی اور گالوں پر ہاتھ دیتے ہوئے کہا: ”میں بالکل ٹھیک ہوں بیٹا!“

زنجبخت بستر سے اٹھ کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے طیب کی طرف متوجہ ہوا: ”میں آپ کا شکر گزار ہوں۔“

طیب نے جواب دیا: ”میرا فرض تھا۔ مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ مجھے چند ماہ قبل یہاں

پہنچنے کا حکم نہیں ملا، ورنہ انہیں اس قدر تکلیف نہ ہوتی۔“

قائد نے کہا: ”مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم کسی مہم پر جا رہے ہو۔“

”اباجان مجھے افسوس ہے کہ میں زیادہ دیر یہاں نہیں ٹھہر سکوں گا۔ مسلمان خفیہ کی طرف بڑھ

رہے ہیں اور ہمارا لشکر آگے جا چکا ہے۔“

بعد واپس آئیں گے تو آپ کو چند ہفتے گھر میں رہنے کی اجازت مل جائے گی۔ اگر ضرورت پڑی تو میں آپ کے سپر سالار کو لکھوں گا اور مجھے یقین ہے کہ وہ میری درخواست رد نہیں کریں گے۔

قائد نے دوبارہ سیکھے پر سر رکھتے ہوئے پوچھا: "اُس لڑکے کا کیا حال ہے؟"

"سہیل بالکل ٹھیک ہے۔ وہ فوجی کتب میں کافی مشہور ہو چکا ہے اور اُس کے استاد اُس کی ذہانت کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ مکتب میں اُس کا کوئی ہم عمر تنگ زنی اور تیر اندازی میں اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ وہ اس مہم میں میرا ساتھ دینے پر مصر تھا اور اگر اُس کی عمر صرف عین سال زیادہ ہوتی تو میں یقیناً اُسے اپنے ساتھ لے آتا۔"

قائد نے کہا: "اُس کا بھائی یہاں آیا تھا؟"

"نہیں؟"

"کوئی دس دن قبل۔"

"اب وہ کہاں ہے؟"

"مجھے معلوم نہیں، میں دیکھ کر سو گیا تھا، وہ مجھے مل بھی نہیں سکا۔"

"اگر وہ یہاں ہوتا تو میں اُسے فوج میں شامل کر لیتا اور اب شاید ہرگز بھی اُس کا حسب نسب پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ کرتا۔ وہ اپنے بھائی کی تلاش میں مدائن گیا ہوگا۔"

ماہ بانو بولی: "نہیں وہ مدائن نہیں گیا۔"

"تو پھر وہ کہاں گیا ہے؟ تم اُس سے مل چکی ہیں؟"

"ہاں، آبا جان دو! کھا کر سو گئے تھے اور وہ تھوڑی دیر یہاں ٹھہر کر واپس چلا گیا تھا۔"

"یہ اُس کی بد قسمتی ہے، ورنہ ہرگز خوش کرنے کا یہ بہترین موقع تھا۔"

ماہ بانو حسان کے متعلق کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اپنے بھائی کی طرف دیکھنے کے بعد اُسے زبان کھولنے کا حوصلہ ہوا، مگر اُس نے اپنے باپ کو بھی یہ نہیں بتایا تھا کہ حسان مسلمان ہو چکا ہے، وہ ہرگز کے دربار میں ملازم کا بھی بن کر گیا تھا۔ ایران کے ساتھ اُس کے تمام شے ہمیشہ کے لئے ٹوٹ چکے ہیں وہ اضطراب کی حالت میں

کبھی اپنے باپ، کبھی زرنخت اور کبھی بوڑھے طیب کی طرف دیکھ رہی تھی اور اُس کے سینوں کی دنیا کے سارے اُفتی مائوسی اور بے بسی کے اندھیروں میں گم ہو رہے تھے۔

زرنخت اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور نوکر کے ہاتھ سے خود کر کے اپنے سر پر رکھتے ہوئے بولا: "آبا جان! اب مجھے اجازت دیجئے۔"

قائد نے اپنا لڑنا ہوا ہاتھ اُس کی طرف بڑھادیا اور خیف آواز میں کہا: "جاؤ بیٹا، تمہارا پہلا امتحان ہے اور میں تم سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ تم مجھے ہرگز کے سامنے شرمسار نہیں کرو گے۔"

زرنخت نے مصافحہ کرنے کے بعد جھپک کر اُس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کہا: "آبا جان میں آپ کو ہرگز کے سامنے شرمسار کرنے کی بجائے مرجانا آسان سمجھتا ہوں۔"

قائد کی آنکھوں میں آنسو اُڑ اُڑ آئے۔ زرنخت نے جلدی سے طیب سے مصافحہ کیا اور مقوم نگاہوں سے ماہ بانو کی طرف دیکھنے لگا اور وہ اٹھ کر سسکیاں مٹی ہوئی اُس سے پیٹ گئی۔

قائد نے تڑپے تلخ ہو کر کہا: "بیٹی جو صلے سے کام لو اور اپنے بھائی کا وقت ضائع نہ کرو۔ وہ ایک طرف ہٹ گئی، لیکن جب زرنخت دروازے کی طرف بڑھا تو اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا: "بھائی جان! میں ڈیوڑھی تک آپ کے ساتھ چلوں گی۔"

تھوڑی دیر بعد وہ ڈیوڑھی کے قریب پہنچے، وہاں چند نوکر موجود تھے اور ان میں سے ایک نے زرنخت کے گھوڑے کی باگ پکڑ رکھی تھی۔ زرنخت نے نوکر سے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور ماہ بانو سے مخاطب ہو کر کہا: "اب تم جاؤ اور آبا جان کو تسلی دینے کی کوشش کرو۔ اُن کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ ہرگز ہماری جانب آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکے اور مجھے یقین ہے کہ اس جنگ کے بعد میں ہرگز کو لیں گے۔"

دلاسکوں گا کہ اس علاقے میں بارے نوکر بھی عزت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا حق رکھتے ہیں اور اگر ہم پر کوئی زیادتی ہو تو ہماری آواز کسریٰ کے کانوں تک پہنچ سکتی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ حسان یہاں آیا تھا اور تم نے اُسے دکنے کی کوشش نہیں ورنہ میں اُسے اپنے ساتھ لے جاتا۔ پھر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ لینے کے بعد اُسے ہرگز کی نگاہوں سے چھپنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ میں مدائن میں اُن لوگوں

سے بل چکا ہوں جو دیویوں کے خلاف جہانداد کے دوش بدوش لڑ چکے ہیں اور میں نے ان میں سے کثر کر رہے ہوں کہ ایک عرب نوجوان جو ہر وقت جہانداد کے ساتھ رہتا تھا تیروں کی بارش میں کھڑا ہو گیا تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ سان نے ہمز اور ایران کی حکومت کو خوش کرنے کا بہترین موقع کھو دیا ہے۔ کاش تم اُسے روک لیتیں، مجھے یقین ہے کہ اگر وہ اس وقت یہاں ہوتا تو ایک شانیر تو قلعہ کے بغیر میرے ساتھ چل پڑتا۔

”نہیں بھائی جان! وہ آپ کا ساتھ دینے کی بجائے آپ کا راستہ روک کر کھڑا ہو جاتا۔“
”کون حسان؟“

”ہاں اور مجھے یقین ہے کہ اُس کی باتیں سننے کے بعد شاید آپ مسلمانوں کے خلاف جنگ کے نتائج کے متعلق اس قدر پُر امید نہ ہوتے۔“

زرنجست نے جواب دیا: ”اگر وہ مجھے مسلمانوں کی قوت سے مرعوب کرنے کی کوشش کرتا تو میں اُس کی زبان توچ لیتا۔ وہ بھرن گیا تھا اور خیال ہے وہاں اُسے ان مٹی بھر مسلمانوں کی کارگزاری کی اطلاع ملنے لگی ہوگی جو ہماری سرحدوں پر چلے کیا کرتے تھے لیکن اگر وہ ہمیں مرعوب کرنے یا زہریلے راستے دکھانے آیا تھا اور تم نے اطمینان سے اُس کی باتیں سنی ہیں تو اچھا نہیں کیا۔“

”بھائی جان! وہ آپ کا دشمن نہیں تھا۔ میں اُس کی باتوں سے اتنا ضرر سمجھ سکتی ہوں کہ عرب اور ایران کی جنگ کے متعلق اُس کے خیالات خواہ کچھ ہوں وہ یہ گوارا نہیں کرے گا کہ جہانداد کے بھائی کو ایک ملکی سی خواہش بھی آجائے۔“

”مجھے اُس کی ہمدردی کی ضرورت نہیں اور میں حیران ہوں کہ مسلمانوں کا ہر قدر بن کر اُسے ہمارے گھر میں قدم رکھنے کی جرأت کیسے ہوئی؟“

ماہ بانو نے جواب دیا: ”بھائی جان! شاید آپ کو اس بات کا علم نہیں کہ وہ ایک غیر معمولی جرأت کا مظاہرہ کرنے کے بعد یہاں آیا تھا۔ آپ نے سنا ہے کہ مسلمانوں کے سپہ سالار کا ایک ایلی ہمز کے پاس پہنچا تھا اور اُس نے ہمز کے دربار میں اُسے مرعوب کرنے کی کوشش کی تھی؟“

”میں اُس ایلی کے متعلق سنا چکا ہوں اور یہ خیال ہے کہ وہ مذہبی سے بیزار ہو کر ہمز کے پاس پہنچا تھا اور ہمز نے اپنی مذہبی میں پہلی بار ایک برقوق آدمی کے خون سے اپنا ہاتھ دھنا پسند نہیں کیا تھا لیکن حسان کا اس بات سے کیا تعلق ہے؟“

ماہ بانو نے جواب دیا: ”بھائی جان! وہ یہ برقوق ایلی حسان کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ زرنجست کچھ دیر سکے کے عالم میں ماہ بانو کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا: ”تم نے آج جان کو یہ بتایا تھا کہ وہ مسلمانوں کے شکر میں شامل ہو چکا ہے؟“

”نہیں مجھے ڈر تھا کہ انہیں اس بات کا صدمہ ہوگا۔ میں نے انہیں صرف یہ بتایا تھا کہ وہ پہل کا پتہ کرنے کے لئے یہاں پہنچا تھا۔“

”کاش تم مجھے بھی ان باتوں سے بے خبر رکھتیں۔ سب مجھے دیوہی ہے۔ زرنجست یہ کہہ کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ماہ بانو نے جلدی سے اُس کے بڑھ کر گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور آبدیدہ ہو کر دلی ٹھہرے۔
بھائی جان؟“

زرنجست کچھ دیر غصہ کے عالم میں اُس کی طرف دیکھتا رہا، پھر اُس نے کہا: ”بولو! تم کیا کہنا چاہتی ہو؟“
”کچھ نہیں بھائی جان! کچھ نہیں! ماہ بانو نے یہ کہہ کر گھوڑے کی باگ چھوڑ دی اور اس کے ساتھ ہی اُس کی آنکھوں سے آنسو پھوٹ نکلے۔“



طلوع صبح کے ساتھ حیر کے میدان میں اسلام اور مجسمیت کے علمبردار ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے۔ خالد بن ولید کے لشکر کی تعداد صرف اٹھارہ ہزار تھی اور اُس کے مقابلے میں ہمز کی فوج اڑھائی گنا زیادہ تھی۔ ایک طرف ظاہری اسباب کی فراوانی دوسری طرف اللہ کی نصرت پر بھروسہ۔ مومن نے والی فوج کا ہر اول ہمز کے لشکر میں شامل ہو چکا تھا اور اُسے یہ اطلاع مل چکی تھی کہ ہمز ہمز نے سپاہی اُس کی مدد کے لئے روانہ ہو چکے ہیں لیکن اُس نے خالد بن ولید کے لشکر کی تعداد معلوم کرنے کے بعد حیر کی ہمدردی اور حیر کے علاقے میں پانی کے تمام چشموں پر قبضہ کر لیا۔ اُس کے سپاہی بہترین تھیانوں

سے ملے تھے اور ان کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ بارہ سو ایرانی آہنی زنجیروں کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ فلک چکر آئے تھے۔ ہر زنجیر دیکھ کر ہاتھی پر سوار ہو کر میدان میں اتر اٹھا وہ سونے اور چاندی کی زنجیروں سے آراستہ تھا اور اس کے گلے میں ایک بہت بڑی گھنٹی لٹکادی تھی۔

جب دونوں افواج کی اگلی صفوں کے درمیان کوئی دو سو گز کا فاصلہ رہ گیا تو ایرانی لشکر سے ایک تیز رفتار سوار نمودار ہوا اور اس نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر بلند آواز میں کہا: "میں خالد بن ولید سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

خالد بن ولید اپنے گھوڑے کو ایڑے لگا کر آگے بڑھا اور اس نے کہا: "میں خالد ہوں۔"

سوار نے کہا: "میرے آقا تمہیں مقابلے کی دعوت دیتے ہیں۔"

"میں تیار ہوں۔"

سوار واپس چلا گیا۔ خالد آگے بڑھا اور میدان کے دو میلان گھوڑوں کو ہرگز کا انتظار کرنے لگا۔ ہر ایک قلعہ بن عمرو مسلمانوں کے لشکر کے بائیں بازو کی کمان کر رہا تھا، اپنا گھوڑا بھگاتا ہوا خالد بن ولید کے قریب پہنچا اور اس نے کہا: "ہرگز جیسا ظالم اور مغرور آدمی بہادر نہیں ہو سکتا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کوئی سازش ہے۔ اس لئے آپ محتاط رہیں۔"

خالد بن ولید نے اطمینان سے جواب دیا: "مجھے معلوم ہے تم واپس بلو اور میری فکر نہ کرو۔"

قلعہ واپس چلا گیا۔ پھر ایرانی لشکر سے ہرگز کا ہاتھی نمودار ہوا، لیکن خالد سے پچاس قدم دور وہ دگ گیا۔ اس کے بعد اس نے اپنی بیش قیمت قیادار کمر عاری میں رکھ دی اور ہاتھی سے کود پڑا۔ دھوپ میں اس کا بکتر چمک رہا تھا اور دیکھنے والوں کے شبہات دور ہو چکے تھے کہ وہ محض لاف زنی سے کام لے رہا ہے۔ لیکن قلعہ بن عمرو کی عجبائی نگاہیں ہرگز کی بجائے ایرانی سپاہ کی حرکات و سکنات کا جائزہ لے رہی تھیں۔ ہرگز تو اس وقت کر آگے بڑھا۔ خالد بن ولید نے اپنے گھوڑے سے چھلانگ لگائی اور نیزہ زمین میں گاڑ دیا، پھر تلواریں نکالی اور اطمینان سے ہرگز کی طرف چل پڑا جب ان کے درمیان میں قدم کا فاصلہ رہ گیا تو ہرگز نے ہلکے ہلکے لشکر کی طرف دیکھا، اس کے بعد خالد کی طرف چند قدم

اٹھانے کے بعد اچانک رگ گیا۔ خالد بن ولید اس کی نسبت اپنے لشکر سے زیادہ دور آچکے تھے۔ تاہم انہوں نے رگنا گوارا نہ کیا۔ پھر جب ان کی تلواریں آپس میں ٹکوانے والی تھیں ایرانی سواروں کا ایک دستہ پوری رفتار سے آگے بڑھا اور ہرگز خالد کا مقابلہ کرنے کی بجائے پیچھے ہٹنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی قلعہ بن عمرو نے اپنے گھوڑے کو ایڑے لگا دی اور اس کے پیچھے چند جانباز جنہیں اس نے پہلے سے خبردار کر رکھا تھا، میدان میں نکل آئے۔ ہرگز کو یقین تھا کہ خالد اپنے ساتھیوں کی نسبت ایرانی سواروں کو زیادہ قریب دیکھ کر بھاگنے کی ناکام کوشش میں مارا جائے گا اور مسلمان بد دل ہو کر میدان سے بھاگ نکلیں گے۔ لیکن خالد بن ولید کی جنگی بصیرت کے سامنے اس کی سازش بچوں کے کھیل سے زیادہ نہ تھی۔ اسلام کے شیر نے میدان میں قدم رکھتے ہی وہ تمام راستے دیکھ لئے تھے جہاں اللہ کی نصرت اس کا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور آہستہ چھپکنے میں ہرگز کے سر پر جا پہنچا۔ ہرگز نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن خوف نے اس کے پاؤں جکڑ لئے۔ اللہ کے سپاہی کی تلوار بلند ہوئی اور آہستہ چھپکنے میں ہرگز کی لاش خاک و خون میں ترپ رہی تھی۔ پھر اچانک ایک سوار نے جو سب آگے تھا خالد پر حملہ کر دیا لیکن خالد کی تلوار اس کے نیزے سے ٹکرائی اور نیزے کا اگلا حصہ کٹ کر چند قدم دور جاگرا۔ باقی سوار ایک ٹائیے کے لئے ٹھٹھک کر رہ گئے پھر انہوں نے خالد بن ولید کے گرد گھیر ڈالنے کی کوشش کی لیکن اتنی دیر میں قلعہ واپس آگے اور اس کے ساتھی پہنچ گئے اور انہوں نے ایک ہی جھلے میں آٹھ دس آدمی کو دھیر کر دیا۔ ایک تہی فوج ان نے خالد کے قریب پہنچ کر اپنا گھوڑا پیش کیا اور تلوار سے ہرگز کا سر کاٹ کر نیزے پر چڑھایا۔ اتنی دیر میں ایران کی پوری فوج حرکت میں آچکی تھی اور لشکر اسلام کا سپہ سالار گھوڑے پر سوار ہو کر کبھی قلب لشکر اور کبھی مہینہ اور مہرہ کے سالاروں کو ہدایات دے رہا تھا۔ ایرانی سوار پہلے درپے مسلمانوں کے قلب پر حملے کر رہے تھے۔ ان کا ایک دستہ تیروں کی بارش میں بھاری نقصان اٹھانے کے بعد واپس ہڑتا اور اس کی جگہ دوسرا دستہ آگے آجاتا۔ پھر جب مسلمانوں کی اگلی صفوں پر ایرانی سواروں کا دباؤ زیادہ ہونے لگا تو تہی اور بائیں بازو کے عرب شہسواروں کے تند و تیز حملے انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتے۔ ہرگز کی ہر گز باوجود ایرانی سزائے لشکر کی تعداد کے بل بوتے پر فتح کے متعلق پُر امید تھے اور وہ شدید نقصانات اٹھانے کے باوجود

آگے بڑھ کر حملے کر رہے تھے۔ قریباً ایک ساعت مسلمان صرف اپنی مدافعت پر اکتفا کرتے رہے۔ پھر جب فریقین کی پیادہ افواج ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو چکی تھیں اور ایرانیوں کے دباؤ کے باعث مسلمانوں کے قلب کی اگلی صفیں تدریج پیچھے ہٹ رہی تھیں تو قلعہ کی قیادت میں بایں بازو کے سردار دشمن پر ٹوٹ پڑے اور انہیں بھیڑ بھڑکیوں کی طرح بانکتے ہوئے قلب لشکر تک جا پہنچے۔ یہ مسلمانوں کا پہلا جوابی حملہ تھا۔ اور دشمن چند لمحات کے اندر اندر ایک غیر متوقع صورت حال کا سامنا کر رہا تھا۔

ایرانی سربراہی کی حالت میں بھیجے ہوئے خاندن ولید نے قلب کے دستوں کو آگے بڑھے کا حکم دیا اور انہوں نے دشمن کی صفوں میں قیامت مچادی۔ یہ صورت حال دیکھ کر ایرانی لشکر کے محفوظ دستے بھی میدان میں کود پڑے۔ پھر تھوڑی دیر بعد دایں جانب سے گردوغبار کے بادل اٹھے اور شنی ابن حارثہ پانچ ہزار مازہم سواروں کے ساتھ میدان کے گرد نصف چکر کاٹنے کے بعد دشمن کے عقب میں پہنچ گیا۔ اب جنگ کا پانسہ پلٹ چکا تھا اور وہ جو صرف فتح کی امید پر لڑا کرتے تھے ان کی شکست کے ظاہری اسباب مکمل ہو چکے تھے اور وہ جو اللہ کی راہ میں شہادت کے طلبگار تھے انہیں فتح سے نوازا جا رہا تھا۔ غروب آفتاب کے وقت ایرانی میدان میں لاشوں کے انبار چھوڑ کر بھیانک نکلے مسلمانوں نے ان کو لایچھا کیا اور رات کی تاریکی میں دریائے فرات کے پل تک انہیں قتل کرتے چلے گئے۔ خاندن ولید نے فوج کے چند دستے شہیدوں کی تجزیہ و تکفین اور دشمن کے کمپے ہال غنیمت جمع کرنے کے لئے واپس بھیج دیے اور شنی ابن حارثہ کو دشمن کا نائب جاری رکھنے کا حکم دیا۔



ماہ بانو رات کے پچھلے پہر گہری نیند سے بیدار ہوئی۔ خادمہ چرخ اٹھانے اُس کے بستر کے قریب کھڑی تھی اور اُس کی آنکھوں میں آنسو جھلک رہے تھے۔
 ”کیا ہوا؟“ اُس نے جلدی سے اٹھ کر سوال کیا۔ ”اباجان کی طبیعت کیسی ہے؟“
 ”ٹھیک ہیں، لیکن تمہارا بھائی.....“
 ”میرے بھائی کو کیا ہوا؟“

”وہ واپس آگیا ہے، وہ زخمی ہے۔“

”وہ کب آیا۔ وہ کہاں ہے؟“

”وہ ابھی پہنچا ہے اور طبیب آقا کے کمرے میں اُس کی مرسم پٹی کر رہا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ طبیب یہاں موجود تھا۔ وہ کہتا ہے کہ زخم زیادہ خطرناک نہیں۔“

ماہ بانو ننگے پاؤں بھاگتی ہوئی اپنے باپ کے کمرے میں داخل ہوئی۔ زرنجخت قباد کے بستر کے قریب قائم پر لیٹا ہوا تھا اور طبیب اُس کی پستانی کے زخم پر پٹی باندھ رہا تھا۔ قباد کاؤ تکیے کے سہارے بستر پر بیٹھا اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ماہ بانو اپنے آنسو روکتے ہوئے زرنجخت کے قریب بیٹھ گئی۔

زرنجخت نے اپنے چہرے پر مسکراہٹ لانے کی کوشش کرتے ہوئے طبیب سے مخاطب ہو کر کہا: ”آپ میری بہن کو تسلی دیں، اسے میری باتوں پر یقین نہیں آئے گا۔“

طبیب نے سر کر ماہ بانو کی طرف دیکھا اور کہا: ”بیٹی! تمہارا بھائی بالکل ٹھیک ہے۔ یہ زخم بہت جلد مندمل ہو جائیں گے۔“

ماہ بانو نے زرنجخت کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے لگایا۔

طبیب پٹی کو آخری گزہ دینے کے بعد قبلا کی طرف متوجہ ہوا: ”آپ لیٹ جائیں مجھے زرنجخت زیادہ آپ کی فکر ہے۔“

قباد نے کہا: ”آپ کو یقین ہے کہ اس کا زخم دلغنے کی ضرورت نہیں۔“

”مجھے یقین ہے، آپ آرام سے لیٹ جائیں۔“

”اس وقت میں بیٹھنے میں زیادہ آرام محسوس کرتا ہوں۔“

زرنجخت نے اٹھ کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا: ”اباجان! آپ میری فکر نہ کریں مجھے تھکاوٹ کی وجہ سے چکر آگیا تھا۔ اب میں آپ کے ہر سوال کا جواب دے سکتا ہوں۔ کاؤس؟ تم کیا دیکھ رہے ہو؟“

”جو جاؤ میرے لئے کھانا تیار کرو۔“

”نہیں، تم یہیں رہو۔“

کاؤس باہر نکل گیا۔ ماہ بانو قباد کے پاؤں کی طرف بیٹھ گئی اور طیب دوسری گری پر بیٹھ گیا۔
قباد نے کہا: مجھے معلوم تھا کہ ہرز جیسے خبیث انسان کے نصیب میں فتح نہیں ہو سکتی۔ لیکن میں
جنگ کے پورے حالات سننا چاہتا ہوں:

آبا جان! مجھے اب بھی یقین نہیں آتا کہ میں شکست ہو چکی ہے۔ وہ بیس ہزار سے بھی کم تھے اور
ہم چالیس ہزار سے زیادہ تھے۔ بعض سرداروں کا خیال تھا کہ ہمیں مدائن سے آنے والے لشکر کا انتظار کرنا
چاہیے لیکن ہرز کو یقین تھا کہ وہ ایک ساعت کے اندر اندر دشمن کو تہس نہس کر دے گا اور میں اُس سے
متفق تھا۔ باقاعدہ جنگ شروع کرنے سے پہلے اُس نے خالد بن ولید کو اپنے ساتھ قوت آزمائی کی دھوکہ
دی تھی تو مجھے حیرت ہوئی تھی۔ تاہم مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ وہ ایک بہادر آدمی ہے، لیکن یہ ایک
فریب تھا اور مجھے اس فریب کا اُس وقت پتہ چلا جب اُس کے آدمی خالد پر حملہ کر چکے تھے۔ اب میں
ان واقعات کا جائزہ لیتا ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا سپہ سالار ہرز کے ارادوں سے
پوری طرح باخبر تھا۔ اگر وہ خوفزدہ ہو کر مجھے ہٹنے کی کوشش کرتا تو یقیناً مارا جاتا لیکن اُس نے اُگے بڑھ
کر ہرز کو قتل کر دیا اور وہ سوار جو اُسے قتل کرنے کی نیت سے میدان میں آئے تھے، اُس کا بال تک بچا
نہ کر سکے۔ پھر خالد کے مددگار پہنچ گئے اور اس کے بعد ہم چاروں اطراف سے قیامت کا سامنا کر رہے
تھے۔ آبا جان! مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ قدرت کے کسی مجرم نے اُن کی تعداد میں بھی اضافہ کر دیا اُن
کے ہتھیار ہمارے مقابلے میں گھسیٹے تھے اور اُن کی اکثریت خود اور زندہ کے بغیر لڑ رہی تھی لیکن ہماری ہر حمل
اور ہر تدبیر غلط ثابت ہوئی اور اُن کی ہر تدبیر درست نکلی۔ اُن میں سے اکثر ایسے تھے جو شاید زندگی میں پہلی
بار ایک منظم اور تربیت یافتہ لشکر کا سامنا کر رہے تھے۔ لیکن میں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اُن کی ساری عمر جنگ کے
میدانوں میں گزری ہے۔ ہم غصے میں بھرے تھے۔ ہم میں جوش تھا۔ ہم نعرے لگاتے تھے اور ہم اُن کے بوسیدہ
باس کا مذاق اڑاتے تھے لیکن اُن کے چہروں پر سکون اور اطمینان تھا۔ یوں لگتا تھا کہ اُن کے سپہ سالار سے
کے عملی سپاہی تک ایک ہی ذہن سے سوچتے ہیں پھر جب ہم شکست کھا کر بھاگ رہے تھے تو ہم نے یہ دیکھا
کہ رات کے وقت بھی ہمارا کوئی راستہ اُن کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں تھا۔ ہم نے ذات کا پل عبور کرنے کے بعد

اطمینان کا سانس بھی نہیں لیا تھا کہ پیچھے سے اُن کے گھوڑوں کی ٹاپ سناؤں دے رہی تھی۔ پھر ہم تپ
بھر سفر کرنے کے بعد جب ایک نہر کے کنارے سرسبز نخلستانوں پر پرواؤ ڈال رہے تھے تو ہمیں یقین تھا
کہ ہم کئی ہزار آدمی کی نیند سو سکیں گے لیکن طلوع صبح کے ساتھ ہم پھر ایک بار اُن کا سامنا کر رہے تھے۔
اگر وہ ہرز کے وقت ہم مدائن سے آنے والی فوج کا پرواؤ نہ دیکھتے تو یہ لوگ شاید دجلہ کے ساحل پر مارا
پیچھا کرتے، لیکن آبا جان! ہم نے ایک لڑائی میں شکست کھائی ہے، جنگ نہیں ہاری، ہماری بدقسمتی تھی
کہ ہرز مرد میدان نہیں تھا۔ لیکن اب دشمن کو ہمارے اُن نامور سالاروں سے واسطہ پڑے گا جو جنگ کا
تجربہ رکھتے ہیں:

طیب نے سوال کیا: آپ خیال میں مسلمانوں کی پیش قدمی رک گئی ہے یا وہ اُگے بڑھنے کی کوشش کریں گے؟
جس شکر نے ہمارا تعاقب کیا تھا وہ مدائن کے لشکر کو دیکھنے کے بعد واپس چلا گیا تھا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ
ہمارے ساتھ اُن کی فیصلہ کن جنگ ناگزیر ہے اس فتح کے بعد یہ لوگ آسانی سے واپس جانا پسند نہیں کریں گے۔
قباد نے کہا: مجھے ہرز سے کسی بہتر کارگزاری کی توقع نہ تھی۔ ایک بڑا آدمی کی قیادت میں شیروں کا
شکر بھی بھڑوں کا دیوڑ ثابت ہوتا ہے۔ اگر وہ مسلمانوں کے سپہ سالار کو دھوکا دینے میں کامیاب ہو جاتا تو
بھی جنگ کا نتیجہ اس سے مختلف نہ ہوتا۔ اب ہمارا مقابلہ اُن قبائل کے ساتھ نہیں ہو ایک دوسرے کے خون کے
پیاسے تھے بلکہ اُن انسانوں کے ساتھ ہے جنہیں ایک نئے دین نے متحد اور منظم کر دیا ہے:

آبا جان! ہم اس جنگ سے سبق سیکھ چکے ہیں۔ پہلی شکست کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ہرز کو جنگ کا کوئی
تجربہ نہ تھا اور اُس نے مدائن کے لشکر کا انتظار کئے بغیر اس اُمید پر جنگ شروع کر دی تھی کہ وہ خالد کو فریب
دے کر قتل کر دے گا اور اُس کا لشکر بد دل ہو کر سپاہ ہو جائے گا۔ لیکن اُس کی یہ چال کامیاب نہ ہوئی۔ ہرز کی
ہلاکت کے بعد ہم نے دشمن پر پے در پے حملے کئے لیکن ہماری رہنمائی کے لئے کوئی ایسا تجربہ کار جنرل موجود نہ تھا
جس کا عزم اور حوصلہ پوری فوج کا یقین اور اعتماد بحال کر سکتا اور جس کا حکم ہر سالار اور سپاہی کے لئے
یکساں اہمیت رکھتا۔ ہماری شجاعت انفرادی تھی اور انفرادی شجاعت اُس لشکر کی اجتماعی قوت کا جواب نہیں
ہو سکتی تھی جس کے سپاہی اور سالار ایک ہی وجود کے احصاء معلوم ہوتے تھے لیکن آئندہ جنگ میں دشمن کو اس

دیکھوں گا کہ میری خدمات کی کس جگہ زیادہ ضرورت ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں علی ایضاً روزہ بھجوانے
 قیادت کے کہتا ہوں آپ کو اجازت دے چکا ہوں اب آپ آرام کریں۔

طیب اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

زرنخت تھوڑی دیر قیاداد ماہ بانو سے باتیں کرتا رہا۔ پھر خادمہ کھانا لے آئی۔ زرنخت نے جلدی جلدی
 کھانا کھانے اور پانی کے چند گھونٹ پینے کے بعد قیاداد سے اجازت لی اور اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا
 تھوڑی دیر بعد جب وہ بستر پر دراز ہوا تو ماہ بانو نے پاؤں کرے میں داخل ہوئی اور اس نے کہا: میرا
 خیال تھا کہ آپ سو گئے ہوں گے میں چراغ بجھانے آئی تھی لیکن آپ نے لباس بھی تبدیل نہیں کیا میں
 آپ کو نہ پکڑے نکال دیتی ہوں۔

ماہ بانو نے آگے بڑھ کر ایک صندوق کا کھٹکا اٹھایا لیکن زرنخت نے کہا: نہیں اب مجھ میں مایوس
 تبدیلی کو نصیب ہمت نہیں میرا سرخسہ سے چھٹ رہا ہے تم بھی آرام کرو۔ لیکن ٹھہرو! میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔
 بیٹھ جاؤ۔

ماہ بانو اس کے قریب بیٹھ گئی۔ زرنخت نے قہر سے وقفہ کے بعد کہا: میں نے جہان کو دیکھا
 اس نے میری نگاہوں کے سامنے ہمارے تین آدمی گرائے تھے۔ وہ میرے نیزے کی زد میں آچکا تھا اگر
 میں لچا تک رنجی نہ ہو جاتا تو تمہیں یہ خبر سنا کر میرا نیزہ اس کے خون میں ڈوب چکا ہوتا۔
 ماہ بانو کے چہرے پر ہمدردی چھا گئی۔

زرنخت نے تھوڑی دیر وقفہ کے بعد کہا: میں نے اُسے تین بار دیکھا تھا اور مجھے یقین ہے کہ میں نے
 اُسے پہچاننے میں غلطی نہیں کی لیکن اُس نے مجھے نہیں پہچانا۔ دوسری مرتبہ وہ اُن سواروں کے ساتھ تھا جنہوں
 نے اچانک ہمارے عقب میں پہنچ کر تباہی مچائی تھی۔ وہ جس طرف رخ کرتا تھا ہماری صفوں میں بھگدڑ مچ
 جاتی تھی وہ ہر آن موت کے دھارے پر دستک دے رہا تھا اور مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا، اُس کا زندہ رہنا ایک
 معجزہ ہے اگر کوئی ایرانی اس قدر دیوانگی کے ساتھ لڑتا تو میں اُس کی رکاب کو بوسہ دیتے جیسے بھی فخر محسوس کرتا۔
 پھر جنگ کے بعد بھی وہ ہمارا تعاقب کرنے والوں کی اگلی صف میں تھا۔

فوج کا سامنا کرنا پڑے گا جس کے بیشتر سپاہی اور سردار روم اور ایران کی جنگوں میں حصہ لے چکے ہیں آپ
 قتل کو جانتے ہیں۔ وہ دو دن کے اندر اندر عراق کے لشکر کے ساتھ مذاہن پہنچ جائے گا اور پھر کے لشکر خیرہ
 دے اُس کے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔ قارن جس قدر بہادر ہے اُسی قدر محتاط ہے اُس نے کسری سے
 مزید افواج کی درخواست کی ہے اور مجھے یقین ہے کہ چند دن تک اُس کے پاس اتنی فوج جمع ہو جائے گی
 کہ مسلمان لڑنے کی بجائے بھاگنے میں خیریت سمجھیں گے۔
 قیادت نے پوچھا: تم قارن سے مل کر آئے ہو؟

جی ہاں میں عرض کر چکا ہوں کہ جنگ کے بعد عراق کے لشکر کے پڑاؤ ملک دشمن نے ہمارا بچا لیا تھا۔
 میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم نے گھر آنے کے لئے اُس کی اجازت حاصل کر لی تھی؟
 جی انہوں نے مجھے دیکھتے ہی گھر پہنچنے کا حکم دیا تھا۔ میں نے بہت کہا کہ میرا راجم معمولی ہے لیکن
 وہ مجھے گھر پہنچنے پر مصر تھا۔ وہ یہ کہتے تھے کہ ہم ابھی ہی مذاہن کی طرف روانہ ہو جائیں گے اور وہاں پڑاؤ دشمن
 مذاہن سے مزید لشکر کا انتظار کریں گے۔ اس عرصہ میں تم تندرست ہو کر واپس آ سکو گے انہوں نے یہ بھی کہا
 تھا کہ ہم فیصلہ کن جنگ کی تیاری کے بغیر دشمن کے ساتھ اٹھنا پسند نہیں کریں گے۔ تم کم از کم ایک ہفتہ
 گھر میں آرام کر سکتے ہو۔ درست مجھے صرف تندرست آدمیوں کی ضرورت ہے۔ اباجان! آپ کے دل میں یہ
 خیال نہیں آنا چاہیے تھا کہ خیرہ کے لشکر نے مجھے بڑا دل بنا دیا ہے۔ قارن نے دوسرے زخمیوں کو بھی اپنے
 پڑاؤ میں ٹھہرنے کی اجازت نہیں دی۔ جن زخمیوں کے گھر دور تھے وہ اس پاس کے شہروں میں چلے گئے مگر
 قبلہ نے طیب کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اب مجھ سے زیادہ ایران کی فوج کو آپ کی ضرورت ہے۔ آپ
 ایک بیکار بوڑھے کی بجائے سیکڑوں کارآمد جوانوں کی جان بچا سکتے ہیں۔ اس لئے میری درخواست ہے
 کہ آپ مذاہن پہنچ جائیں۔ میں باقاعدگی کے ساتھ آپ کی دوا استعمال کرتا رہوں گا۔

طیب نے جواب دیا۔ میرے فرائض کا تقاضا یہی ہے کہ میں کسی تاخیر کے بغیر یہاں سے روانہ ہو
 جاؤں۔ اگر مسلمانوں نے مذاہن کی طرف پیش قدمی کی تو سرکہ کی افواج کو بھی میدان میں آنا پڑے گا۔ ان حالات
 میں میری غیر حاضری کو ایک جرم سمجھا جائے گا۔ میں پہلے خیرہ کے دلی کے پاس جاؤں گا اور اُس کے بعد یہ

آبا جان کی طبیعت اپنا نک خواب ہر گئی تھی طیب نے انہیں خواب آور دو ا کھلائی تھی اب وہ سو رہے ہیں؟

طیب یہیں ہے؟

نہیں وہ جا چکا ہے۔

تم نے آبا جان کو مدائن جانے کے متعلق کہا تھا؟

ہاں میں نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی تھی، لیکن وہ یہ بات سننے کے لئے تیار نہ تھے تاہم میرے متعلق وہ بہت فکر مند تھے اور انہیں اصرار تھا کہ میں نوکروں کے ساتھ مدائن چلی جاؤں۔ میں نے اکثر یہ دیکھا کہ جب وہ زیادہ پریشان ہوتے ہیں تو ان کی تکلیف بڑھ جاتی ہے۔

زر بخت نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا: ماہ بانو! اگر میں آبا جان کو مدائن جانے پر آمادہ نہ کر سکا تو کم از کم تمہیں ضرور مدائن جانا پڑے گا۔ ہم دشمن سے بہت قریب ہیں اور اس علاقے کو ہر وقت خطرہ پیش آ سکتا ہے۔ ماہ بانو نے کہا: اگر آبا جان مدائن جانے پر آمادہ بھی ہو جائیں تو بھی اس حالت میں وہ سفر نہیں کر سکیں گے اور میں کسی حالت میں بھی انہیں چھوڑ کر نہیں جاسکتی طیب نے مجھے بڑی سختی سے ہدایت کی تھی کہ چند دن ہمیں کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہیے جو ان کے لئے ذہنی پریشانی یا ملال کا باعث ہو۔ بھائی جان! آپ پریشان نہ ہوں میں وعدہ کرتی ہوں کہ جب وہ سفر کے قابل ہوں گے ہم مدائن کا رخ کرنے میں ایک لمحہ کے لئے بھی توقف نہیں کریں گے۔ لیکن اس وقت انہیں پریشان کرنا ٹھیک نہیں۔

زر بخت نے اپنی بہن سے زیادہ اپنے دل کو تسلی دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا: مجھے یقین ہے کہ چند دن بعد یہ صورت حال نہیں رہے گی۔ مدائن کا شکر کسی صورت میں بھی مسلمانوں کو مزار سے آگے بڑھنے کا موقع نہیں دے گا تاہم اگر کوئی غیر متوقع خطرہ پیش آیا تو میں تمہیں قبل از وقت خبردار کر دوں گا۔

ماہ بانو نے کہا: مجھے یقین ہے کہ اس علاقے کو کوئی خطرہ پیش نہیں آ سکتا۔ آپ کو صرف حیر کی جگہ کے واقعات نے پریشان کر دیا ہے۔

زر بخت نے گفتگو کا موضوع بدلتے ہوئے کہا: ماہ بانو! میرے دل میں بار بار یہ خیال آتا ہے کہ اگر حیر

ماہ بانو نے آبدیدہ ہو کر کہا: بھائی جان! میں یہاں اُس کے متعلق پوچھنے کے لئے نہیں آئی تھی۔ زر بخت نے کہا: میں نہیں صرف یہ بتانا چاہتا تھا کہ ایران کے ساتھ عربوں کی جنگ شروع ہو چکی ہے اور حسان جسے میں اپنا بھائی سمجھتا تھا ایک عرب کے سوا کچھ نہیں میری بات غور سے سنو، اگر میں زخمی نہ ہوتا تو بھی قحطی دیر کے لئے یہاں ضرور آتا۔ میں آبا جان کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ دشمن کی فوج ہم سے زیادہ دور نہیں اگر آئندہ جنگ میں ہم انہیں شکست نہ دے سکیں تو اس علاقے کو ناقابلِ بیان خطرات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میں آبا جان کو تمہارے ساتھ مدائن جانے کے لئے آمادہ کرنا چاہتا ہوں، لیکن مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھ سے خفا ہو جائیں گے۔ موجودہ حالات میں انہیں یہاں رہنے کے خطرات سے آگاہ کرنے کے لئے مجھے تبدیلیِ رویہ کی ضرورت ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم ان کے ساتھ کسی تاخیر کے بغیر مدائن چلی جاؤ۔ تم وعدہ کرو کہ جب میں ان کے ساتھ بات کروں تو تم میری حمایت کرو گی۔

ماہ بانو نے جواب دیا: میں وعدہ کرتی ہوں لیکن مجھے ڈر ہے کہ آبا جان موجودہ حالت میں مدائن کی طرف بھاگنا گوارا نہیں کریں گے اور اگر ہم انہیں کسی طرح آمادہ کر سکیں تو بھی ان کی صحت ایسی نہیں کہ مدائن کا سفر کر سکیں طیب نے انہیں چلتے پھرنے سے منع کر رکھا ہے۔ آج صرف وہ آپ کی وجہ سے اُدھر کر بیٹھ گئے تھے، ورنہ ان کی حالت بہت تشویش ناک ہے۔

زر بخت نے کہا: میری بہن! یہی وجہ ہے کہ میں انہیں مدائن بھیجا چاہتا ہوں۔ ایک مجبور آدمی کے لئے وہ گھر محفوظ نہیں جسے ہر وقت دشمن کے حملے کا خطرہ ہو۔

ماہ بانو نے اٹھتے ہوئے کہا: بھائی جان! میں انہیں سمجھانے کی کوشش کروں گی لیکن باتیں وہ دو چار دن میں سفر کے قابل ہو جائیں۔



زر بخت دو پہر تک سویا رہا۔ جب اُس کی آنکھ کھل تو ماہ بانو اُس کے بستر کے پاس غمگین تھی اُس نے کہا: آپ بہت دیر سوئے ہیں۔ میں کئی بار آئی ہوں، آپ کی طبیعت کیسی ہے؟

میں بالکل ٹھیک ہوں۔ زر بخت نے اُٹھ کر بیٹھے ہوئے جواب دیا: آبا جان کیسے ہیں؟

اور مجھے وہ مظالم برداشت کرنے پڑتے جو حسان نے برداشت کئے ہیں تو میں بھی شاید وہی کر جاؤں گا۔ کیا ہے؟
 ماہ بانو نے کہا: بھائی جان! وہ حسان جو اس جنگ سے چند دن قبل ہمارے گھر آیا تھا، اُس انسان سے
 مختلف تھا جسے صرف ہرزے کے ساتھ عداوت تھی۔ اُس کی باتوں سے میں نے یہ محسوس کیا تھا کہ وہ دنیا کے ظلم
 کا دشمن اور مظلوم کا دوست بن چکا ہے۔ جب اُس نے قورج کو قتل کرنے کے بعد ہمارے پاس پناہ لی تھی تو اُسے
 موت کا خوف تھا۔ اب اُسے اس بات کا بھی ملال نہیں تھا کہ وہ بھائی جس کی تلاش میں اُس نے یہاں آئے
 کا خطرہ مول لیا ہے۔ ماہ بانو نے گھر پہنچ چکا ہے۔ اگر آپ اُسے دیکھتے، اُس کی باتیں سننے تو آپ کو کبھی یقین نہ آتا کہ یہ
 وہی ہے جس اور مظلوم انسان ہے جس کی ساری امیدیں اور آرزوئیں صرف ہمارے گھر کے ایک زمین دوز
 کمرے میں سانس لینے تک محدود تھیں۔

زر بخت نے کہا: جب ایک گھر سے ہونے کرور آدمی کو اٹھنے کے لئے مہلک رہتا ہے تو عام طور پر
 اُس کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ وہ جنہوں نے اُس کی کمزوری اور بے بسی دیکھی ہے، اُس کی قوت اور
 غرور کے مظاہرے دیکھیں۔ میں اس بات سے حیران نہیں ہوں کہ حسان اپنی طاقت اور جرات کا مظاہرہ کرنے
 کے لئے ہرزے کے گھر پہنچ گیا تھا لیکن اپنے بھائی کے دوست سے مجھے یہ توقع نہیں تھی، وہ یہاں آکر مجھے اپنے
 غرور کا مظاہرہ کرے گا۔

”بھائی جان! اُس کی نگاہوں میں عزم و یقین کی روشنی تھی، لیکن غرور نہیں تھا۔ اُس کی آنکھوں میں
 مروت تھی، حقہ یا نفرت نہیں تھی۔ میں اُس کی خود اعتمادی پر حیران تھی اور مجھے اُس کی باتیں ناقابلِ یقین
 محسوس ہوتی تھیں۔ مسلمانوں کی قوت کے متعلق اُس کا دعویٰ اور اُن کی فتوحات کے متعلق اُس کا یقین
 میرے نزدیک ایک فریب خوردہ انسان کی خواہشات سے زیادہ نہ تھا۔ لیکن جب میں اُس کی طرف
 دیکھتی تھی تو مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ جھوٹ نہیں بول سکتا۔

زر بخت مسکرایا: میری بہن تم بہت سادہ دل ہو حسان کا مقصد صرف تمہیں مرعوب کرنا تھا۔
 ”مجھے مرعوب کر کے اُسے کیا حاصل ہو سکتا تھا۔ میں ایران کی سپہ سالار تو نہیں ہوں۔
 ”جنگ کا پہلا اصول یہ ہے کہ دشمن کی صفوں میں بددلی پھیلائی جائے اور حسان جیسا تجربہ کار

کے میدان میں حسان مجھے دیکھ لیتا تو کیا کرتا؟

”بھائی جان! آپ اُسے بھول نہیں سکتے؟

”نہیں۔ میں اُس سے نفرت کر سکتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ اگر وہ پھر ایک بار میرے سامنے آگیا
 تو میں اُسے قتل کرنے سے دریغ نہیں کروں گا۔ لیکن اُسے بھول جانا میرے بس کی بات نہیں۔ ابھی میں خواب
 دیکھ رہا تھا کہ دشمن کے سپاہی میرا پیچھا کر رہے ہیں میں اپنے گھر پہنچ جاتا ہوں لیکن دروازہ بند ہے۔ سپاہی
 مجھے گرفتار کر لیتے ہیں اور میرے گلے میں رستا ڈال کر دریا کی طرف لے جاتے ہیں مجھے دریا کے کنارے
 ایک بخت کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے۔ ایک آدمی بھاری برچھا اٹھائے میری طرف آتا ہے لیکن اچانک
 جھل سے ایک سوار نمودار ہوتا ہے اور میرا قاتل برچھا پیچھے کر لیتا ہے۔ سوار اپنی تلوار سے میری رتیل کاٹ
 دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اب تم آزاد ہو۔ یہ سوار حسان تھا۔ جب میں اس بھیاںک خواب سے بیدار ہوا
 تھا تو میرا جسم پسینے سے شرابو تھا۔ ماہ بانو! میں تم سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ اگر وہ ایک بار پھر
 زخمی ہو کر ہمارے گھر پہنچ جائے اور تم سے پناہ مانگے تو تم کیا کرو گی؟

”بھائی جان! آپ یہ کیوں سوچتے ہیں کہ وہ دوبارہ زخمی ہو کر گھر آئے گا؟

”مجھے معلوم نہیں لیکن فرض کرو کہ وہ۔۔۔۔۔“

ماہ بانو نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا اور سسکیاں لیتے ہوئے کہا: نہیں بھائی جان
 اب وہ نہیں آئے گا۔ وہ کبھی نہیں آئے گا۔

زر بخت جلدی سے اُٹھ کر آگے بڑھا اور اُسے گلے لگاتے ہوئے بولا: تم رو رہی ہو، تمہیں اس بات
 کا افسوس ہے کہ وہ اب ہمارے پاس نہیں آ سکے گا۔

ماہ بانو نے اپنے ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے کرب کی حالت میں زر بخت کی طرف دیکھا اور کہا: آپ کو
 اس بات کا افسوس نہیں بھائی جان۔

”مجھے اس بات کا بہت افسوس ہے اور میں بار بار سوچتا ہوں، کاش یہ ایک خواب نہ ہوتا۔ اُسے
 اپنا دشمن سمجھنے کے باوجود کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے کہ اگر حسان کی بجائے مجھے ہرزے واسطہ پڑتا

”میں وعدہ کرتی ہوں۔“

”اور تم آئندہ یہ بھی نہیں کہو گی کہ تم نے حسان کے چہرے پر عزم و یقین کی روشنی دکھائی تھی۔“
ماہ بانو نے ابدیدہ ہو کر جواب دیا: ”کیا میں آپ کی بہن ہوں؟ کیا میری رگوں میں آپ کے باپ کا خون نہیں ہے؟“

زنجبٹ نے ہنستے ہوئے دونوں ہاتھ ماہ بانو کی گردن میں ڈال دیئے اور اُسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا: ”ماہ بانو! مجھے معلوم نہیں میں کیا کہہ گیا ہوں۔ ابھی تک میرے دماغ میں تیر کی شکست کے اثرات ناکل نہیں ہوئے۔ وہ حسان کے متعلق مجھے اس قدر سنجیدہ ہونے کی ضرورت نہ تھی۔ یہ محض اتفاق تھا کہ میں نے اُسے میدان میں دیکھ لیا تھا۔ ورنہ مجھے اُس کا خیال بھی نہ آتا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں آئندہ تمہارے سامنے اُس کا ذکر نہیں کروں گا۔ میری بہن! تم بہت جلدیہ سنو گی کہ ہم نے عربوں کو عراق کی حدود سے باہر نکال دیا ہے اور پھر اس قسم کے خدشات ہمیں مذاق معلوم ہوں گے۔ گزشتہ جنگ میں ہماری شکست کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ہر مظلوم تھا اور عرب کاشاکاؤں کو اُس کے ساتھ کوئی ہمدردی نہ تھی اور جن عربوں نے ہمارا ساتھ دیا تھا انہیں ہرزہ کی فتح یا شکست سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ وہ صرف ہرزہ کے خوف سے میدان میں آئے تھے لیکن جب وہ مر گیا تو وہ بھاگ نکلا۔ اب انہیں اطمینان دلایا جاسکتا ہے کہ اگر تم باہر کے دشمن سے اپنے وطن کی حفاظت کرو تو شہنشاہ تم پر ہر جیسے سناک حاکم مقرر نہیں کرے گا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ جب میں اپنی فوج کے پڑاؤ کاؤنٹخ کروں تو ہمارے علاقے سے ہر وہ آدمی جو تلوار اٹھا سکتا ہو میرے ساتھ ہو۔ اور اگر ہمارے لشکر کو فوراً میدان میں نہ آنا پڑا اور مجھے چند دن اور یہاں رہ کر کام کرنے کا موقع مل گیا تو میں ہر جاگیر دار کے پاس جاؤں گا اور یہ کہوں گا کہ وہ اپنے اپنے کاشتکاروں کو امداد میں لینے کی کوشش کریں۔ سبھا اب بھی یقین ہے کہ اگر مقامی عرب اور ایرانی متحد ہو کر میدان میں نکلیں تو وہ مدائن کے لشکر کی اعانت کے بغیر بھی مسلمانوں کو عزیز ناک شکست دے سکتے ہیں۔ مجھے بہت کام ہے۔ میں کسی تاخیر کے بغیر اپنے تمام کاشتکاروں کو یہاں جمع کرنا چاہتا ہوں۔ تم جلدی سے میرے ناشے کا انتظام کرو۔“

آپ کا ناشہ تیار ہے بھائی جان! لیکن ابھی آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے آپ کا جگر ٹھیک نہیں

سپاہی یہ سمجھ سکتا تھا کہ تمہاری مایوسی اور بد دل تمہارے بھائی کو بھی متاثر کر سکتی ہے اور اگر تمہارے بھائی کے حوصلے پست ہو جائیں تو وہ سینکڑوں آدمیوں کو متاثر کرے گا لیکن وہ مجھے نہیں جانتا۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ قریب خمدہ انسان جو عرب کے دیرانوں سے نکل کر عراق کے سرسبز میدانوں کا رخ کر رہے ہیں اُن کا ہر قدم موت کی طرف اٹھ رہا ہے۔ ماہ بانو میں مدائن میں ایران کے اُن نامور سالاروں سے باتیں کر چکا ہوں جو عراق پر عربوں کی پیش قدمی کو ایک مذاق سے زیادہ حیثیت نہیں دیتے۔ میں وہ عظیم افواج دیکھ چکا ہوں جو چند برس قبل کسریٰ پر دیز کے پرچم کو قسطنطنیہ کے دروازوں تک لے گئی تھیں، جب یہ افواج حرکت میں آئیگی تو زمانے کی نگاہیں مسلمانوں کے چہروں پر عزم و یقین کی روشنی کی بجائے موت کا سایہ دکھیں گی۔ یہ ایک تند و تیز سیلاب ہو گا جو اُن کو تنکوں کی طرح بہا لے جائے گا۔ بغیر کی جگہ میں ہم یہ سن سیکھ چکے ہیں کہ دشمن کو فیصلہ کن شکست دینے کے لئے ہمیں زیادہ طاقت استعمال کرنے کی ضرورت ہے اور میں تمہاری تسلی کے لئے یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ طاقت ہمارے پاس موجود ہے۔“

ماہ بانو مسکرائی: ”اب آپ ایک سپاہی کی طرح بات کر رہے ہیں۔“

”اچھا اب تم غور سے میری طرف دیکھو اور اس سوال کا جواب دو، کیا میں بھوٹ بول سکتا ہوں؟“
ماہ بانو نے جواب دیا: ”بھائی جان! میری پریشانی کی وجہ یہ تھی کہ آپ دشمن کے حملے کے خوف سے ہمیں مدائن بھیجنا چاہتے تھے۔“

”میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ اس علاقے کو واقعی دشمن کے حملے کا خطرہ ہے۔ میں صرف احتیاط کرنا چاہتا تھا۔ پھر مجھے یہ خیال بھی تھا کہ مدائن میں آبا جان کے علاج کے لئے بہترین طبیبل جائیں گے لیکن اگر ایسا سفر کے قابل نہیں ہیں تو میں انہیں پریشان نہیں کروں گا۔ لیکن ایک شرط ہے۔“

”وہ کیا؟“

”تم میرے سامنے حسان کا ذکر نہیں کرو گی۔“

”مجھے منظور ہے۔“

”تم سہیل کو بھی یہ اطلاع نہیں دینی کہ اُس کا بھائی ہمارا دشمن بن چکا ہے۔“

نہیں ہوتا، میں آپ کو باہر نہیں جانے دوں گی۔

”مجھے زخم کا احساس بھی نہیں۔ تم کا دس کو بلاؤ، میں ابھی نہا کر آتا ہوں۔“



اگلے دن قباد کی حویلی عرب کسانوں سے بھری ہوئی تھی۔ زرنجخت اندرونی مکان سے نمودار ہوا بلند چوڑے کے کنارے ڈکا اور کچھ دیر توقف کے بعد چند بیڑھیاں بچنے آکر حاضرین سے مخاطب ہوا۔ آبا جان علاقے بلوٹ یہاں نہیں، اس کے دور نہ وہ تھیں یہ بتانا چاہتے تھے کہ ہرگز مرچکا ہے اور تم ہمیشہ کے لئے اس کے مظالم سے نجات حاصل کر چکے ہو۔ تم جانتے ہو کہ ہرگز نے ہمارے ساتھ بھی اچھا برتاؤ نہیں کیا تھا اور آبا جان صرف اسی غم سے بیمار ہو گئے تھے کہ ہرگز نے قورج جیسے لگ تم پر تسلط کر دے تھے اور ان کی حیثیت ایک بے بس تماشائی سے زیادہ نہ تھی لیکن اس کے باوجود جب ہم پر ایک بیرونی دشمن نے حملہ کیا تو میں نے ہرگز کے بھٹے سے تے لڑنا قبول کر لیا، کیونکہ مجھے یہ گوارا نہ تھا کہ ہم ہرگز کی جگہ مسلمانوں کے غلام بن جائیں۔

اب میں گوشہ جنگ کے واقعات پر کسی تبصرے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ تم واقعات سن چکے ہو گے۔ اس وقت میں مستقبل کے متعلق سوچنے کی ضرورت ہے اور تم اس بات کے گواہ ہو کہ میرا خاندان کبھی تمہارے مستقبل سے واقف نہیں ہوا۔ تمہارے حقوق کی حفاظت کے لئے ہم نے ہرگز سے دشمنی کر لی ہے۔ بھی دریغ نہیں کیا۔ اب میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ عراق تمہارا وطن ہے اور اس کی حفاظت کرنا تمہارا فرض ہے۔ اگر تم اس فرض سے قائل ہو جاؤ تو بھی مجھے یقین ہے کہ مسلمان ایران کی بے پناہ فوجی قوت کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ اس فتح کا مہر تمہارے سرو ہو۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے۔ جب تم اس بات کا عملی ثبوت دو گے کہ ہرگز جیسے لوگوں کے مظالم کے باوجود اپنے شہنشاہ کے ساتھ تمہاری محبت اور وفاداری میں کوئی فرق نہیں آیا اور تم تجھان پر کھیل کر اپنے گھر دن اپنی بیستوں اہل کھیتوں کو دشمن سے بچا رہے تو شہنشاہ یہ گوارا نہیں کرے گا کہ ہرگز کے بعد تم پر کسی اور ظلم کو مسلط کر دے۔ اگر تم مجھ پر اعتماد کر سکتے ہو تو میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ ہرگز کا جانشین کوئی رحمدل اور انصاف پسند حاکم ہو گا لیکن اگر تم نے کسریٰ کی خطا

کی حیثیت میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہ کیا تو مجھے ڈر ہے کہ تم کسی نیک سلوک کے مستحق نہیں مجھے جاؤ گے۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ وہ ایرانی جو تمہارے یہی خواہ میں کسریٰ کے سامنے کھڑے ہو کر تمہاری حمایت میں آواز بلند کر سکیں تو تمہیں یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ جب سلطنت کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہونے کی ضرورت پیش آتی تھی تو تم ایرانیوں سے پیچھے نہیں تھے۔ میں بہت جلد ایک فیصلہ کن جنگ میں حصہ لینے کے لئے رونا ہر جادوں کا اور میری خواہش یہ ہے کہ میرے علاقے کا ہر جوان جو تلوار اٹھانے کی سکت رکھتا ہو میرے ساتھ ہو۔ ایک عرصہ عرصہ عرب نے آگے بڑھ کر بلند آواز میں جواب دیا: اس علاقے کا کوئی آدمی قباد کے بیٹے کے ساتھ بیوفائی نہیں کر سکتا۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

ایک نوجوان نے کہا: ”جناب ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم میں سے کوئی پیچھے رہنا پسند نہیں کرے گا۔ پھر ہر خاندان کے بوڑھے اور جوان باری باری زرنجخت کی حمایت میں ضرور نکلنے لگے۔

زرنجخت کچھ دیر خاموش کھڑا رہا، بالآخر اپنے ہاتھ بلند کرتے ہوئے بولا: ”تم جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ ہم ایک ہفتہ کے اندر اندر یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ میں اس عرصہ میں گرد و نواز سے تمام زمینداروں کے پاس جادوں کا اور ان سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ بھی اپنے مسانوں کو جنگ کے لئے تیار کریں اور میں تم سے بھی یہ درخواست کرتا ہوں کہ تم اپنے قبائل کے بااثر لوگوں کے پاس جاؤ اور انہیں یہ بھلاؤ کہ وہ ماضی کی تمغیاں بھول جائیں اور اپنے اپنے علاقے کے زمینداروں کا ساتھ دیں۔“

ایک عرب پھلی صف سے آگے بڑھا اور اس نے زرنجخت کے قریب پہنچ کر کہا: آپ کے لئے ہماری جانتیں حاضر ہیں لیکن کاش ایران کے باقی زمیندار بھی آپ کے باپ کی طرح شریف رحمدل اور انصاف پسند ہوتے اور ہمیں یہ اطمینان ہوتا کہ جب کسریٰ کی فتح ہوگی تو ہرگز کی طرح کوئی اور جلا دہم پر مسلط نہیں ہو جائے گا اور ہم عراق کے بقیلے کو یقین دلا سکے کہ کسریٰ کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دینے کے بعد تمہاری تقدیر بدل دی جائے گی۔ ہم لوگ اس لئے مظلوم نہیں ہیں کہ ہم نے کسی مرحلہ پر کسریٰ کے ساتھ جدوجہد کی تھی بلکہ ہماری بدھشی کی وجہ یہ ہے کہ ہم عرب ہیں اور ہمارے ایرانی آقا ہمارے خون کو جلا اور قنات کے پانی سے زیادہ ارزاں سمجھتے ہیں۔ قباد ہمارا محسن ہے اور اس کے بیٹے کو ہم یہ کہنے کا موقع

نہیں دین گے کہ ہم نے آزمائش کے وقت اُس کا ساتھ نہیں دیا تھا لیکن آپ کو پہلے ساتھ کوئی ایسا وعدہ نہیں کرنا چاہیے جسے پورا کرنا آپ کے اختیار میں نہ ہو۔ یہاں وہ لوگ موجود ہیں جن کے بھائیوں اور بیٹوں نے دُشمنوں کے مقابلہ میں اپنی جانیں دی تھیں۔ جب آپ تقریر کر رہے تھے تو مجھے وعدہ یاد آ رہا تھا جب روم کے ساتھ جنگ ہو رہی تھی اور آپ کے والد اس علاقے کی ہرستی کے لوگوں کو جمع کر کے تقریریں کیا کرتے تھے اور ہمارے جن جوانوں نے اُن کی تقریروں سے متاثر ہو کر شہنشاہِ رومیز کا ساتھ دیا تھا، اُن کی تعداد دوسرے علاقوں کے اُن کسانوں سے کہیں زیادہ تھی جس کے آقا انہیں زبردستی میدانِ جنگ کی طرف بلا کر لے جاتے تھے۔ آپ کے والد ہمیں یقین دلایا کرتے تھے کہ جب تم جنگ سے واپس آؤ گے تو ہرزہ تم پر ظلم نہیں کر سکے گا۔ لیکن جنگ کے بعد ہرزہ نے ہمارے ساتھ جو سلوک کیا وہ آپ کو سلوم ہے۔ ہماری آواز صرف قلعہ کے کافوں تک پہنچ سکتی تھی، لیکن ہم نے یہ دیکھا کہ وہ بھی ہماری طرح نسروں اور بے بس ہے۔ یہاں وہ لوگ موجود ہیں جن کے بھائیوں اور بیٹوں نے دُشمنوں کے مقابلے میں اپنی جانیں دی تھیں میں دوسری بیٹیوں کے حالات بیان کرنے کی بجائے صرف اپنی بستی کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اس بستی کا ایک جوان جو ایک غریب کسان کا بیٹا ہونے کے باوجود ایک شہزادہ معلوم ہوا تھا، آپ کے بھائی کا دوست تھا کئی سال میں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں ہے۔ پھر جب وہ آیا تو اُس کے سامنے اپنے گھر کی بجائے راکھ کے انبار تھے اور بستی کے تباہ حال لوگ یہ خبر سنا رہے تھے کہ وہ بڑھاپا وہ جوان بھائی آؤ کس نے جو صبح و شام تمہارا راستہ دیکھا کرتے تھے ہرزہ کے ایک مشتہ دار کے ہاتھوں ہلاک ہو چکے ہیں اور چھوٹا بھائی جو گاؤں کے لڑکوں سے یہ کہا کرتا تھا کہ میرا بھائی کسی دن ہاتھی پر سوار ہو کر آئے گا اُن کی قید میں ہے۔ حاضرین اس مفید بریش آدمی کی تقریر سے پریشان ہو رہے تھے لیکن کسی نے مداخلت کی جرات نہ کی۔ زنجبخت نے کہا: تم حسان کا ذکر کر رہے ہو؟

”جی ہاں آپ کو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہمیں اپنے مستقبل کے متعلق کوئی خوش فہمی نہیں چھپی ہم آپ کو یوں نہیں کریں گے۔ ہم آپ کے اٹلے پر جان کی بازی لگا دیں گے لیکن ہماری قربانی شہنشاہ کے لئے ہوگی جو ایرانی ہونے کے باوجود ہمیں انسانی سلوک کا مستحق سمجھتا ہے۔“

زنجبخت نے کہا: میں تمہارا شکر گزار ہوں مگر تم مجھ پر آمادہ کر سکتے ہو تو میں زندہ شہنشاہ کی قسم کھانے کو تیار ہوں کہ اس جنگ کے بعد میری زندگی اور موت تمہارے ساتھ ہوگی۔ اور اگر میں تمہیں ظلم کرنے والوں کے ہاتھ سے نکال دیتا ہوں تو میری آخری کوشش یہ ہوگی کہ میرا جسم تمہاری ڈھال بن جائے۔ ایک نوجوان نے بلند آواز میں کہا: ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ وہ پھر تمام حاضرین پورے جوش و خروش کے ساتھ چلانے لگے: ہم آپ کے ساتھ ہیں، ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ زنجبخت کی گردن لشکر اور اسانندی کے جذبات سے جھکی جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر جب وہ اپنے اپنے گھروں کا رخ کر رہے تھے تو وہ بڑھا جس نے زنجبخت کے جواب میں تقریر کی تھی اپنے ایک ساتھی سے خطاب ہو کر بولا: مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قباد کا بیٹا ہرزہ کا جانشین بننے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے؟

”یہ ممکن ہے کہ وہ ہرزہ کا جانشین بن جائے لیکن یہ ممکن نہیں کہ اس کے بعد اُس کی جھڑپیاں عربوں کے ساتھ ہوں۔ ہرزہ مر چکا ہے لیکن وہ ایرانی جاگیردار جنہیں عربوں کو مغلوب رکھنے کے لئے ایک اچھے حکمران سے زیادہ ایک مستعد جلاؤ کی ضرورت ہے زندہ ہیں۔ زنجبخت اُسی صورت میں ہرزہ کی جگہ لے سکتا ہے جب وہ جلاؤ بننے کے لئے تیار ہو۔“

”تمہارا مطلب ہے کہ ہمیں اُس کا ساتھ نہیں دینا چاہیے؟“

”نہیں میرا مطلب نہیں مجھے معلوم ہے کہ ہمارے لئے اُس کا ساتھ خیر کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ اگر اُس کا باپ ہمارا محسن نہ ہوتا تو بھی ہم اُس کے حکم کی تعمیل سے انکار نہ کر سکتے۔“

باب ۱۲

ثنی ابن حارثہ نے کئی کوس ایران کے شکست خوردہ لشکر کا پھیا کیا۔ پھر دیائے فرات کے کنارے کے بعد دیگرے ایک ایرانی رئیس کے دو قلعے فتح کئے اور بالآخر نزار پہنچ کر قارن کے لشکر کے سامنے پڑاؤ بیل دیا۔ خالد بن ولید مسلمانوں کے باقی لشکر کے ساتھ خیمہ میں مقیم تھے اور قارن کو یقین تھا کہ جب تک مسلمانوں کا سارا لشکر نزار میں جمع نہیں ہو جاتا، ثنی ابن حارثہ اپنی مختصر سی فوج کے ساتھ جنگ شروع نہیں کرے گا۔ ایرانی لشکر کے بعض سرداروں کی یہ رائے تھی کہ ہمیں کسی تاخیر کے بغیر ثنی سے نہٹ لینا چاہیے لیکن قارن نے انہیں یہ کہہ کر ٹال دیا کہ "اگر ہم چند دن اور لڑائی متوی کر سکیں تو عراق کے بیشتر قابل ہمارے جھڑپے سے جمع ہو جائیں اور پھر ہم کسی مزاحمت کا سامنا نہ کریں گے۔" لیکن دشمن کو جنوب کے صحراؤں کی طرف دھکیں دیں گے۔ امو کا ہر لمحہ ہماری قوت میں اضافہ کر رہا ہے لیکن دشمن کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ وہ مقامات جہاں سے مسلمان لنگر حاصل کر سکتے ہیں اس جگہ سے بہت دور ہیں۔"

گزشتہ جنگ کے غیر متوقع نتائج نے ایرانی جاگیرداروں کی آنکھیں کھول دی تھیں اور وہ عرب کاشٹکاروں کا تعاون حاصل کرنے کے لئے انہیں طرح طرح کے لالچ دے رہے تھے۔ ماضی کے تلخ تجربے کے پیش نظر عربوں کے لئے ان کے وعدوں پر اعتبار کرنا آسان نہ تھا۔

لیکن اپنے مستقبل کا خوف انہیں ایرانیوں کی خوشنودی حاصل کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔ وہ یہ بھی جانتے تھے مسلمانوں سے پیٹنے کے بعد ایرانی حکمران لڑائی سے الگ تھلگ رہنے والوں کو قابل معافی نہیں سمجھیں گے۔ ابھی جنگ اس دور میں داخل نہیں ہوئی تھی کہ وہ مسلمانوں کی فتح کے ساتھ اپنے مستقبل کی امیدیں وابستہ

کر سکتے۔ چنانچہ سرحد کے ان قبائل کے سوا جنہوں نے مسلمانوں کو زیادہ قریب سے دیکھا تھا، باقی عرب طواغیتوں کے ساتھ شامل ہو رہے تھے۔ صرف یہی عرب ایسے تھے جنہیں کسی خوف یا لالچ کے بغیر مسلمانوں کے مقابلے میں کھڑا کیا جاسکتا تھا۔ اسلام دشمنی میں ان کے راہب اور پادری مجوسی کاہنوں سے پیچھے نہ تھے۔ ان حالات میں آئے دن جس رفتار سے ایرانی لشکر کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا اس کے پیش نظر قارن کا اس خوش فہمی میں مبتلا ہونا ایک قدرتی بات تھی کہ اگر وہ چند ہفتوں کے لئے لڑائی متوی کر سکا تو اس کے لشکر کی تعداد میں اضافہ ہو جائے گا کہ مسلمان لڑنے کی بجائے بھاگنے میں اپنی جانیت سمجھیں گے۔

ایک شام قارن اپنے چند افسروں کے ساتھ جن میں شاہی خاندان کے دو شہزادے بھی تھے اپنے کیمپ کے باہر ایک گنبد نہر کے کنارے ٹھہر رہا تھا۔ اچانک نہر کے دوسرے کنارے گھوڑوں کی ٹاپ ٹپائی دی۔ بظاہر اس طرف دشمن کے حملے کا کوئی خطرہ نہ تھا۔ تاہم جو سپاہی کشتیوں کے پل کی حفاظت پر تعین تھے انہوں نے اپنے نیزے، تلواریں اور دکانیں سنبھال لیں۔ قریباً ڈیڑھ سو سوار گرد آ رہے ہوئے پل کے قریب رگ گئے۔ پھر ایک خوش وضع فوج ان کے آگے بڑھ کر پل کے محافظوں سے کچھ کہا اور وہ اس کے راستے سے ایک طرف ہٹ گئے۔ سوار نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے ساتھیوں کو دہلیز پھرنے کا حکم دیا اور خود پل پار کرنے کے بعد سیدھا قارن کی طرف بڑھا۔ قریب پہنچ کر وہ گھوڑے سے کود پڑا اور ادب سے سلام کرنے کے بعد بولا: "جناب میرا نام زرنخت ہے۔ میں قباد کا بیٹا ہوں۔"

قارن مسکرایا: "مجھے معلوم ہے۔ اور میں خوش ہوں کہ تمہارا زخم ٹھیک ہو گیا ہے۔ تم کتنے آدمی لائے ہو؟"

زرنخت نے جواب دیا: "میرے ساتھ ڈیڑھ سو سوار آئے ہیں۔ قریباً دو سو پیدل آ رہے ہیں وہ کل تک پہنچ جائیں گے۔ میرے ساتھیوں کو پڑاؤ میں داخل ہونے کے لئے آپ کی اجازت کی ضرورت ہے۔"

قارن نے ایک افسر سے کہا: "تم انہیں پڑاؤ میں لے جا۔"

افسرؔ گیا اسلئے کہ نہ بخت سے مخاطب ہوا۔ تمہارا باب بیدار تھا، اب فن کی حالت گھسی ہے؟
مخاطب ان کی حالت ٹھیک نہیں تھی لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر کچھ فیض کی خبر سننے کے بعد وہ ٹھیک ٹھیک ہونگے۔
ایک ایرانی شہزادے نے جس کا نام انوشیروان تھا کہا: تم کافی آدمی ساتھ لائے ہو، کیا یہ سب عرب ہیں؟
”جی ہاں۔“

”معلوم ہوتا ہے کہ عرب مزارعین کے ساتھ تمہارا برادریاؤں بہت اچھا ہے۔“

نہ بخت نے جواب دیا: ”جناب یہ صرف ہمارے مزارعین نہیں ہیں۔ ان میں سے نصف سے زیادہ
وہ لوگ ہیں جو ہمارے پڑوس کے زمینداروں کی زمینوں میں کام کرتے ہیں۔ میں نے اپنے کاشتکار بھرتی کرنے
کے بعد اس پاس کے علاقوں کا دورہ کیا تھا اور اگر کچھ دن اور وہاں کام کر سکتا تو سینکڑوں آدمی میرا
ساتھ دینے پر تیار ہو جاتے۔ پڑوس کے جاگیرداروں کا خیال تھا کہ ان کے مزارعین اپنی خوشی سے جنگ میں
حصہ لینے پر آمادہ نہیں ہوں گے، لیکن ان کا یہ خیال غلط ثابت ہوا۔“
قاری نے کہا: اگر یہ بات سچی تو تم نے واپس آنے میں جلدی کیوں کی؟
”جناب مجھے جنگ سے غیر حاضر رہنا گوارا نہ تھا۔“

”جنگ کی ابتدا مسلمان نہیں بلکہ ہم کریں گے۔ میں نہیں محم دیا نہیں کہ تم اسی وقت واپس چلے جاؤ۔
اندھیلوں سے زیادہ آدمی بھرتی کرنے کی کوشش کرو۔ جب جنگ شروع ہوگی تو تمہیں بلایا جائے گا۔
لیکن میری اجازت کے بغیر تم واپس نہیں آؤ گے۔ اب وقت ضائع نہ کرو۔ لیکن ٹھہرو! تمہارا گھوڑا تھکا
ہوا ہے۔ قاری یہ کہہ کر اپنے ایک ساتھی سے مخاطب ہوا۔ تم اس کے ساتھ جاؤ اور اسے تازہ دم گھوڑا دے دو!
نہ بخت نے کہا: ”جناب مجھے صرف اس بات کی اجازت دیجئے کہ جلد سے پہلے میں اپنے راجہوں
کو ملٹی کر سکوں۔ ورنہ مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے بھڑکی کاٹھن دیں گے۔“

قاری نے کہا: ”میں تمہارے ساتھیوں کو ملٹی کر سکیں گا۔ یہ تمہاری بات وقت ضائع نہ کرو۔
نہ بخت افسر کے ساتھ چاروں طرف چل پڑا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ چل پار کر کے اپنے گاؤں کا

منع کہلاتا تھا۔



اچھے روز قاری کو ایک غیر متوقع صورت حال کا سامنا کرنا پڑا۔ علی الصبح غیز سے بیدار ہوتے ہی
اسے یہ اطلاع ملی کہ قاری ابن حلدہ کا شکر حملے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ وہ غیسے باہر نکلا اور وہاں جمع
ہونے والے افسروں سے مخاطب ہو کر بولا: ”کیا یہ ہو سکتا ہے کہ قاری کے پانچ ہزار سپاہیوں نے خودکشی کا
ارادہ کر لیا ہو؟“

ایک افسر نے جواب دیا: ”جناب رات کے وقت وہ اپنا پڑاؤ آگے لے آئے ہیں۔ اب ان کے
اور ہمارے درمیان صرف ایک میل کا فاصلہ رہ گیا ہے۔ انہوں کی صف بندی دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ
آگے بڑھنے یا پسپا ہونے کے لئے حکم کا انتظار کر رہے ہیں۔“

قاری نے شکر کو تیاری کا حکم تو دے دیا لیکن اسے یہ بات ناقابل یقین معلوم ہوتی تھی کہ قاری کے
پانچ ہزار سوارا چانک میدان میں آجائیں گے۔ ایک ساعت بعد جب وہ گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی صفوں
کا معائنہ کر رہا تھا، ایک سرٹ سوار میدان میں داخل ہوا اور اس کے قریب پہنچ کر کھڑا ہوا اور میں بولا: ”جناب!
غیز کے قریب دشمن کا پڑاؤ خالی ہو چکا ہے۔“

”کب؟“ قاری نے مضطرب سا ہو کر سوال کیا۔

”جناب کل صبح ہوتے ہی ہمیں یہ اطلاع ملی تھی کہ عرب سواروں کے چند فوجی غیز سے چند کوس فاصلے
شمال مغرب کی سمت مختلف مقامات پر دیکھے گئے ہیں۔ ہمیں خالد بن ولید کے لشکر کی نقل و حرکت سے باخبر
رہنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی چنانچہ ہم نے چند سواروں کو غیز کی طرف روانہ کر دیا۔ مسلمانوں کے پڑاؤ کے
چاروں طرف بھگستان تھے اور ان کے وقت ہمارے آدمیوں کے لئے ان غلستانوں کے قریب جانا ممکن
نہ تھا۔ ہمیں یہ بھی معلوم تھا کہ ان کے سوار اس پاس کی بستیوں میں گشت کرتے ہیں لیکن اس اطلاع کے بعد
پڑاؤ کے حالات معلوم کرنے کے لئے ہم ہر خطہ کو عمل لینے کے لئے تیار تھے جب ہم دشمن کے مقبوضہ علاقے
کی پہلی بستی کے قریب پہنچے تو ہمیں اچانک تیروں کی بارش کا سامنا کرنا پڑا۔ ہم نے ایک بارغ میں پناہ لینے
کی کوشش کی لیکن ہمیں معلوم نہ تھا کہ وہاں دشمن کے سواروں کا ایک دستہ ہمارا انتظار کر رہا ہے۔“

قارن اپنی مٹھیاں بھینچتے ہوئے چلایا: "یوقوف تم کب تک بکواس کرتے رہو گے۔ میں صرف یہ جانتا چاہتا ہوں کہ خالد بن ولید کا شکر کہاں ہے؟"

سوار نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے انتہائی عجز کے ساتھ جواب دیا: "مجھے معلوم نہیں جناب! ہمارے سالار نے دس سواروں کو دشمن کے پڑاؤ کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا اور چار آدمی لڑکی بستیوں کی طرف روانہ کئے تھے جنہاں علی الصباح عرب سواروں کے دستے دیکھے گئے تھے۔ میں ان سواروں کے ساتھ تھا جنہوں نے تیروں کی بارش میں ایک باغ کے اندہ پناہ لینے کی کوشش نہ تھی ان میں سے چھ میرے ساتھ واپس آ گئے تھے لیکن صرف وہ ایسے تھے جو زخمی نہیں تھے۔ ان کا تعاقب کرنے والے دشمنان ہماری چوکی کے قریب پہنچ کر واپس ہٹے تھے۔"

قارن نے گھٹ کر کہا: "میں دشمن کے پڑاؤ کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں۔ وہ کب خالی ہوا تھا؟" سوار نے جواب دیا: "جناب جب ہمارے سواروں پر تیروں کی بارش ہوئی اور اُس کے بعد دشمن کے سواروں نے باغ سے نکل کر حملہ کر دیا تو مجھے یقین ہو گیا کہ دشمن اپنے پڑاؤ میں موجود ہے اور سواروں کے دستے جو کوئی کوس دور دیکھے گئے تھے ان کا خالد بن ولید کے شکر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔"

"میں ان کوئی فوج چن کر کوس دور دیکھی گئی تھی تو اسی وقت پہلے اطلاع کی کہ وہ دی گئی۔" جناب وہ فوج ہم نے نہیں دیکھی تھی، ایک مقامی عیسائی نے ہمارے سالار کو اطلاع دی تھی جو چار سوار اس خبر کی تصدیق کے لئے بھیجے گئے تھے، ان میں سے صرف ایک شام کے وقت واپس آیا۔ باقی مسلمانوں نے گرفتار کر لئے تھے اور جو واپس آیا تھا انہی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا تھا۔ دشمن نے اُسے بھی گرفتار کر لیا ہوتا، لیکن اُس نے ایک نہر میں کود کر غوطہ کھایا اور دوسرے کنارے پہنچ کر دیر تک کافی کے اندر چھپا رہا اور پھر جب وہ پھیل واپس پہنچا تو اُس کی یہ حالت تھی کہ چوکی سے چند قدم کے فاصلے پر بیہوش ہو کر گر پڑا ایک ساعت بعد اُسے ہوش آیا تو ہمیں پتہ چلا کہ اُس کے ساتھی گرفتار ہو چکے ہیں۔"

قارن چلایا: "اور تمہارے سالار نے اس کے بعد بھی ہمیں خبردار کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی؟"

"جناب آپ کو خبردار کرنے سے پہلے ان کے لئے دشمن کے پڑاؤ کے حالات معلوم کرنے کی ضرورت تھی۔"

انہوں نے مجھے حکم دیا اور میں رات کے وقت ایک عرب کسان کے بھیس میں جان پر کھیل کر وہاں پہنچا تو وہاں کوئی نہ تھا۔ پھر سالار نے مجھے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔"

"تم تنہا یہاں آئے ہو؟"

"جناب میرے ساتھ اٹھ سوار روانہ ہوئے تھے۔ راستے میں ہم اپنی چوکی پر گھوڑے تبدیل کرنے کے لئے رُکے لیکن وہاں دشمن کا قبضہ ہو چکا تھا۔ مجھے بجائے کا موقع مل گیا لیکن میرے ساتھی گھوڑوں سے اتر چکے تھے۔ قارن نے سنجیدہ ہو کر پوچھا: "راستے میں تمہیں اور کوئی حادثہ پیش نہیں آیا؟"

"نہیں جناب باقی چوکیاں بالکل محفوظ تھیں اور میں چار گھوڑے تبدیل کرنے کے بعد یہاں پہنچا ہوں۔"

"اس کے بعد تمہیں راستے میں دشمن کی نقل و حرکت کی کوئی اطلاع نہیں ملی؟"

"نہیں جناب میرا خیال ہے کہ دشمن پڑاؤ خالی کرتے وقت چند آدمی مجھے چھوڑ گیا تھا اور ان چند آدمیوں کی ایک طرف یہ کوشش تھی کہ ہم ان کے پڑاؤ کے قریب نہ جاسکیں اور دوسری طرف ہمارا کوئی آدمی ہزار پہنچ کر آپ کو خبردار کر سکے۔ میرے خیال میں رات کے وقت دشمن کے جن آدمیوں نے راستے کی چوکی پر قبضہ کرنے کے بعد میرے ساتھیوں کے گھوڑے چھین لئے تھے وہی تھے جنہوں نے دن کے وقت ہزار کے راستے میں ہمارے چار آدمیوں پر حملہ کیا تھا۔ میرے خیال میں دشمن کا باقی لشکر آپ سے خائف ہو کر واپس جا چکا ہے۔" قارن نے جنوب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "یوقوف اُس طرف دیکھو کیا وہ تمہیں خوفزدہ معلوم ہوتے ہیں؟" جناب ان مٹھی بھر آدمیوں کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ان کے ساتھیوں کو بھاگنے کا موقع مل جائے۔" قارن نے ایک عمر رسیدہ سالار کی طرف دیکھا اور کہا: "کاش مجھے یہ معلوم ہوتا کہ ان مٹھی بھر آدمیوں کے عزائم کیا ہیں؟"

ایک ایرانی شہزادہ قباڑ جسے حمیڈ کے دستوں کی قیادت سونپی گئی تھی گھوڑا دوڑاتا ہوا قارن کے قریب پہنچا اور اُس نے بلند آواز میں کہا: "ہمارے سامنے دشمن کے سوار حرکت میں آچکے ہیں۔ اگر آپ اجازت ہیں تو انہیں آگے بڑھنے سے روکا جائے۔"

قارن نے چند ثانیے جنوب کی طرف نظر ڈالنے کے بعد کہا: "میرے خیال میں دشمن کی پوری فوج حرکت

میں تکیا ہے۔ تم واپس جاؤ، ہم اس وقت حملہ کریں گے جب ہمارے درمیان زیادہ سے زیادہ تین سو قدم کا فاصلہ رہ جائے گا۔ اس لڑائی میں ہم انہیں بچ نکلنے کا موقع نہیں دیں گے۔ ہم دشمن کو اس بات پر مجبور کر دیں گے کہ وہ اپنی ساری قوت قلب میں بے آئے، پھر ہمارے مہمہ لود میسرہ کے سواروں کا یہ کام ہوگا کہ وہ دونوں جانب سے یلغار کر کے اُس کے عقب میں پہنچ جائیں۔

قبائز نے اپنے گھوڑے کی باگ موڑ کر ایڑ لگادی۔ غنی کے شکر کے سوار قریباً نصف میل لمبے محاذ پر معمولی رفتار سے پیش قدمی کرتے ہوئے آگے بڑھے۔ اچانک قلب کے دستے رک گئے اور بازوؤں کے سوا ایک نصف اثرہ بناتے ہوئے دونوں طرف پھیل گئے۔ ان کی آن میں محاذ کی طوالت ایک میل سے زیادہ ہو چکی تھی۔ قنن کو صرف اس بات کا خطرہ تھا کہ اگر مسلمانوں نے ایک تنگ محاذ سے حملہ کیا تو ان کے سامنے آنے والے دستوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑے گا لیکن جب اُس نے ان کی صفوں کے پھیلاؤ کے باعث قلب کو کمزور ہوتے دیکھا تو کسی تاخیر کے بغیر بڑے شکر کو حملہ کا حکم دیا۔ فقیروں نے اُس کی آواز ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچادی۔ فصاحا پاس ہزار آدمیوں کے نعروں سے گونج اٹھی اور میدان میں قدم بنگلے تک گردوغبار کے بادل چھا گئے۔ پھر جب فریقین ایک دوسرے کے تیروں کی زد میں آئے تو قنن نے دیکھا کہ اُس کے سامنے مسلمانوں کے قلب کی صفیں پیچھے ہٹ رہی ہیں۔ اب ایرانیوں کو کسی احتیاط کی ضرورت نہ تھی انہوں نے اپنی فتح کو یقینی سمجھ کر پورے جوش و خروش کے ساتھ حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے پلٹ کر ایک حملہ کیا اور تھوڑی دیر کے لئے دشمن کی پیش قدمی روک دی۔ لیکن اس کے بعد ایرانی پھر انہیں پیچھے کی طرف دھکیل رہے تھے۔ ہم اب وہ جوش و خروش کی بجائے احتیاط سے کام لے رہے تھے۔ سپہ سالار سے لے کر ایک ادنیٰ سپاہی تک موت کا خطرہ مول لینے سے کہیں زیادہ فتح کے اعلانات میں حصہ دار بننے کا خواہشمند تھا۔ اس لئے وہ فیصلہ کن حملے کے لئے پیچھے ہٹنے والے شکر کی عام سپاہی کے منظر تھے۔ اور پھر جب ان کی نگاہ میں مسلمانوں کی شکست کے ظاہری اسباب مکمل ہو چکے تھے تو وہ ایک بھرے ہوئے دیبا کی بہروں کی طرح آگے بڑھے۔

مسلمانوں نے اچانک پلٹ کر جوابی حملہ کر دیا اور ان کی آن میں ایرانیوں کی اگلی صفیں درہم برہم کر ڈالیں لیکن تھوڑی دیر بعد سپاہ دوبارہ سپاہی اختیار کر رہے تھے تو قنن نے دیکھا کہ اُس کے سامنے ایک تنگ

پیدا ہو چکا ہے اور مسلمانوں کے دستے پیچھے ہٹنے کی بجائے پوری رفتار کے ساتھ دائیں اور بائیں طرف ہٹ رہے ہیں۔ پھر اس تنگ گاہ کے آگے گردوغبار کے بادل دکھائی دئے اور ان بادلوں سے وہ شکر نمودار ہو کر ایرانیوں نے ابھی تک نہیں دیکھا تھا۔ ان کی آن میں وہ خالد بن ولید کے جانبازوں کے نیزوں اور تلواروں کی زد میں تھے۔ قنن گردوغبار کے بادلوں میں تلواروں کی بھینکار اور زخمیوں کی چیخ پکار سن رہا تھا۔ اُس کی قوتِ فصیل جواب دے چکی تھی۔ پھر وہ سرسبکی کی حالت میں چلا آیا۔ ایران کے بہادر و تمہاری تعداد دشمن سے تین گنا زیادہ ہے، بہت سے کام لو۔ آگے بڑھو! لیکن اُس کی آواز زخمیوں کی چیخ پکار میں گم ہو کر رہ گئی۔ مسلمان ان کی صفیں چیرتے اور لاشوں کے انبار لگاتے ہوئے آگے بڑھے۔ قنن کے محافظ دستوں نے جوابی حملہ کر کے مسلمانوں کو اپنے سپہ سالار سے دور رکھنے کی کوشش کی لیکن انہیں کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ مسلمانوں کا ایک گروہ اپنے نیزوں اور تلواروں سے راستہ صاف کر رہا تھا۔ آگے بڑھا۔ ایک جوان نے یکے بعد دیگرے دو سواروں کو گر لٹنے کے بعد قنن پر حملہ کیا اور پہلے ہی وار میں اُس کا نیزہ ایرانی سپہ سالار کے سینے کے پار تھا۔ قنن گھوڑے سے گرا اور اُس کے محافظوں پر حملہ کرنے والے اُس کی لاشوں رونڈتے ہوئے آگے نکل گئے۔

اب ایرانی شکر کے قلب میں ایک گہرا تنگ گاہ پیدا ہو چکا تھا لیکن کوئی نصف میل سپاہ ہونے کے بعد اُس کی عقب کی فوج آگے آگئی اور وہ دوبارہ جم کر ٹپنے لگے۔ اس عرصہ میں ثنی بن حارثہ کے جن دستوں نے دو حصوں میں تقسیم ہو کر دائیں اور بائیں پیش قدمی کی تھی وہ دشمن کے مہمہ لود میسرہ کے ساتھ الجھ چکے تھے اور تھوڑی دیر بعد یہاں بھی ایرانی شکر کی یہ حالت تھی کہ کبھی وہ مسلمانوں کے دباؤ کے باعث لڑائی کی حالت میں پیچھے ہٹتے اور کبھی سنبھل کر حملہ کرتے اور ان کی پیش قدمی روک دیتے۔ پھر اچانک مشرق کی سمت سے قطعاً بن تمیمی کی قیادت میں ایک ہزار سوار آندھی اور طوفان بن کر نازل ہوئے اور انہوں نے ایرانی شکر کے دائیں بازو کی صفیں رونڈ ڈالیں۔ اس کے ساتھ ہی خالد بن ولید کے چند دستے بائیں جانب معنی بن حارثہ کے ساتھ جانے۔ اب ایرانی تینوں طرف سے شدید دباؤ کا سامنا کر رہے تھے۔ قنن کی موت کے بعد وہ اپنی تمام امیدیں قیاز اور انوشیروان سے وابستہ کر چکے تھے لیکن ایک ساعت بعد مسلمانوں نے قنن کی طرح جیسے بعد دیگر ان شہزادوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ایرانی شکر جو ایک ساعت قبل سی نقصان کے بغیر فتح حاصل کرنے

غروب آفتاب سے کچھ دیر قبل خالد بن ولید، قعقاع بن عمرو، شعیب بن حارثہ اُس کے بھائی، مسعود اور چند سالار ایک کٹادہ خیمے کے اندر بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ خیمہ جنگ سے قبل ایرانی فوج کے سپہ سالار کی قیامگاہ تھا اور جہاں سونے اور چاندی کے برتنوں سے لے کر حریر و الماس کے پردوں اور بیش قیمت قالینوں تک عجم کے سارے تکلفات موجود تھے۔ خالد بن ولید اپنے سالاروں کو آئینہ پیشینگی کے متعلق ہدایات دے رہے تھے۔

حسان خیمے کے اندر داخل ہوا اور خالد بن ولید کی طرف اجازت طلب نگاہوں سے دیکھنے لگا لیکن جب وہ اُس کی طرف متوجہ نہ ہوئے تو شعیب نے کہا: "حسان! کیا بات ہے تم کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

حسان نے جواب دیا: "جناب میرا یہ سرسلر کی خدمت میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔"

خالد نے حسان کی طرف متوجہ ہو کر کہا: "کہو کیا بات ہے؟"

حسان بولا: "جناب میں جنگی قیدیوں سے مل کر آیا ہوں ان میں سے بیشتر وہ مقامی عرب ہیں جنہوں نے حالات سے مجبور ہو کر ایرانیوں کا ساتھ دیا تھا۔ چند آدمی میرے اپنے گاؤں کے رہنے والے ہیں ان سے گفتگو کرنے کے بعد میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ اگر انہیں رہا کر دیا جائے تو وہ دوبارہ ایرانیوں کی حمایت میں تلوار نہیں اٹھائیں گے۔"

خالد بن ولید نے جواب دیا: "ہمیں معلوم ہے کہ ایرانیوں نے ان بے بس انسانوں کو زبردستی ہانک کے ہمارے سامنے کر دیا تھا۔"

حسان نے کہا: "دوسرے علاقوں کے عربوں کے متعلق یہ بات درست ہے کہ انہوں نے اپنے ایرانی آقاؤں کے خوف سے جنگ میں حصہ لیا تھا لیکن مجھے علاقے کے کسان صرف اس لئے جنگ میں شریک ہوئے تھے کہ ان پر وہاں کا جاگیردار ایرانی ہونے کے باوجود ایک محمدی آدمی تھا اور اُس نے مقامی عربوں کا حامی ہونے کی وجہ سے ہرزہ کے ہاتھوں کافی نقصان اٹھایا تھا۔ یہ لوگ اُس کے انصاف کا بدلہ چھلانے آئے تھے۔"

خالد بن ولید نے کہا: "تم قباد کا ذکر کر رہے ہو؟"

"جی ہاں میں ذاتی طور پر بھی اُس کا احسان مند ہوں۔ اُس نے اُس وقت میری جان بچانی تھی جب میں

کی امید پر انتہائی احتیاط کے ساتھ لڑ رہا تھا۔ اب ایک جبرتناک شکست کی ذلت سے بچنے کے لئے انتہائی خوش و خروش کا مظاہرہ کر رہا تھا لیکن مسلمانوں کے درپے حملوں نے انہیں سنبھلنے کا موقع نہ دیا اور وہ سراسیمگی کی حالت میں نہری طرف بھاگنے لگے۔"



دو پہر کے قریب جنگ کا میدان ایرانیوں کی لاشوں سے پٹا پڑا تھا اور نہر کے کنارے گھسان کی جنگ ہو رہی تھی۔ پھر انہوں نے آخری بار جوانی حمل کیا اور مسلمانوں کو تھوڑی دُور پیچھے ہٹا دیا لیکن اس کے بعد ان کی ساری کوششیں مسلمانوں کو کشتیوں کے پُل سے دُور رکھنے اور کچی کچی فوج کے زیادہ سے زیادہ دُور لے کر جہاں بچانے کا موقع مینے تک محدود تھیں۔ پُل کے محافظوں پر مسلمانوں کا گھیرا ہوا تنگ ہو رہا تھا اور پُل عبور کرنے والوں کی حالت یہ تھی کہ ایک پر ایک گرا پڑا تھا۔ پیدل چلنے والے گھوڑوں کے پاؤں تلے روندے جا رہے تھے اور سوار ایک دوسرے سے ٹکرا کر گھوڑوں سمیت پانی میں گر رہے تھے۔ اختتام جنگ کے قریب مسلمانوں کے حملے اس قدر شدید تھے کہ سینکڑوں ایرانی پُل کا رخ کرنے کی بجائے نہر میں کود کر دوسرے کنارے پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ انہوں نے پُل کی حفاظت کرنے کی ذمہ داری مقامی عربوں کو سونپ رکھی تھی۔ اس لئے جنگ کے آخری دور میں مقامی عربوں کے نقصانات اپنے ایرانی آقاؤں کی نسبت کہیں زیادہ تھے۔ پھر مسلمانوں نے ایک زوردار حملہ کیا اور مقامی عربوں کی قوت مدافعت بھی ختم کر دی۔ قریباً تین ہزار آدمیوں نے تلواریں پھینک دیں اور باقی نہر میں کود پڑے۔ مسلمانوں نے پُل کے ایک حصے پر قبضہ کر لیا۔ دوسرے کنارے ایرانی تیراندازوں کے مورچے تھے۔ انہوں نے یہ صورت دیکھتے ہی تیروں کی بارش شروع کر دی اور اس کے ساتھ ہی چند آدمیوں نے کشتیوں کے پُل کی ریتیاں کاٹ دیں۔

مسلمان اگر نہر میں خود دہ شکرہ تعاقب کرنا چاہتے تو ان کے لئے پُل کے بغیر بھی اس نہر کو عبور کرنا مشکل نہ تھا لیکن اتنی بڑی جہت نے بعد میں شکرہ نے اپنے تھکے ہوئے سپاہیوں کو مزید خطرہ مول لینے کی اجازت نہ دی۔ ہزار کے میدان میں نہر کے کنارے سے لے کر حدنگاہ تک ایرانیوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں مسلمانوں کے شہیدوں اور زخمیوں کی تعداد ان سے دس گنا کم تھی۔"

ہرز کے ایک ظالم رشتہ دار کو قتل کر چکا تھا اور اُس کے آدمی میرا پچھا کر رہے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر مجھے قتل کے سامنے اسلام کی تبلیغ کرنے کا موقع مل جاتا تو وہ اپنے کسی کسان کو ہمارے مقابلے میں لے کر دھت نہ دیتا۔

”میں قباد کے متعلق سن چکا ہوں، ایسا آدمی زیادہ دن اسلام سے دُور نہیں رہ سکتا۔ تمہیں اس بات کا یقین ہے کہ قباد کے مزاحمتیں دوبارہ ایرانیوں کے ساتھ نہیں ملیں گے تو تم انہیں رہا کر سکتے ہو۔“

حسان نے کہا: ”جناب میرا مشورہ ہے کہ قیدیوں کو رہا کرنے کے بعد ان کے ساتھ چند مبلغ بھیج دے جیسا کہ از کم میرے علاقے کی نفاذ اسلام کی تبلیغ کے لئے بہت سازگار ہوگی۔“

”تمہیں یقین ہے کہ ہمارا کوئی مبلغ وہاں جا کر آزادی سے اسلام کی تبلیغ کر سکتا ہے؟“

”ہاں مجھے یقین ہے کہ اس جنگ کے بعد اس پاس کے تمام علاقے اُن ظالم ایرانی زہیادوں کے وجود سے ختم ہو چکے ہوں گے جو اسلام کی تبلیغ کے لئے میں مزاحم ہو سکتے تھے۔“

”بہت اچھا میں یہ ہم تمہیں سونپتا ہوں علی الصباح تمہارے ساتھ چند مبلغ بھیجے جائیں گے تم ان لوگوں کے لئے مقامی باشندوں کا تعاون حاصل کرو اور جن علاقوں میں تمہیں کامیابی حاصل ہو اُن کا نظم و نسق سنبھال لو۔ اسلام کے پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ تمہارے اختیارات کا دائرہ وسیع ہوتا جائے گا۔ میں یہ دیکھ چکا ہوں کہ تم ایک اچھے سپاہی ہو اور تمہارے متعلق حسی کی باتیں سننے کے بعد یہ محسوس کرتا ہوں کہ تم ایک اچھے قلم بھی ثابت ہو گے۔“

حسان نے جواب دیا: ”جناب میں آپ کے حکم کی تعمیل کر دوں گا۔ لیکن مجھے اس بات کی اجازت دیجئے کہ میں آئندہ جنگوں میں ایک سپاہی کے حصے کی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لئے حاضر ہو جاؤں۔ مجھے یقین ہے کہ یہاں سے رہا ہونے والے قیدی اسلام کے مبلغین کے ساتھ پورا پورا تعاون کریں گے۔ دریائے فرات کے کنارے قباد کی سبھی ہمارا اولین تبلیغی مرکز ہوگی۔ اس کے قریب و جوار میں جن ایرانی دُشمن کی طرف سے کسی مزاحمت کا خطرہ پیش آسکے گا وہ اپنے مظلوم کسانوں کے انتقام کے خوف سے کوسوں دُور چائے ہوئے قباد نے ہمیشہ اُن مظلوم انسانوں کی پشت پناہی کی ہے۔ مقامی عرب جس قدر ہرز سے نفرت کرتے تھے اُسی قدر قباد کے گرویدہ تھے۔ میرے نزدیک اُن کا تعاون اور اعتماد حاصل کرنے کی آسان ترین صورت یہ ہے

کہ انتظامی معاملات ایسے لوگوں کو سونپے جائیں جو اپنے ذاتی اثر و رسوخ، اپنی قابلیت و میاں داری اور انصاف پسندی کی بدولت مقامی عربوں کو زیادہ سے زیادہ متاثر کر سکتے ہوں۔ قباد میں یہ علم خرمیاں موجود ہیں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ حق کا بویا ہے۔ اس لئے میری یہ درخواست ہے کہ اگر وہ دین اسلام کی صداقت کا قائل ہو جائے تو جن علاقوں میں ہم قدم جا سکیں اُن کا انتظام اُسی کے سپرد کر دیا جائے تو اس صورت میں مجھے زیادہ دیر شکر سے غیر حاضر ہونے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔“

خالد بن ولید نے جواب دیا: ”ہم تمہاری تجاویز پر غور کریں گے اور ضروری دیر تک تمہیں ہمارا جواب مل جائے گا۔ اب جاؤ اور سفر کی تیاری کرو۔“

حسان خیمے سے باہر نکل گیا اور خالد بن ولید نے حسی سے مخاطب ہو کر پوچھا: ”تمہارا کیا خیال ہے؟“

حسی نے جواب دیا: ”میں حسان کی تجویز سے متفق ہوں۔ میں قباد کی نیک نیتی اور شرافت کے متعلق بہت کچھ سن چکا ہوں۔ لیکن اگر مجھے اُس کا نام بھی معلوم نہ ہوتا تو بھی حسان جیسے آدمی کی گواہی میرے لئے کافی ہوتی۔ اگر قباد ایک اچھا نظم ثابت ہو سکتا ہے اور مقامی لوگ اُس کے عدل و انصاف سے مطمئن ہو سکتے ہیں تو ہمیں اُس کی خدمات سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ پھر ہمارا مقصد صرف عراق ہی نہیں بلکہ پورا ایران فتح کرنا ہے اور اپنی فتوحات سے بہترین نتائج پیدا کرنے کے لئے ہمیں پورے ملک کے طول و عرض میں قباد جیسے انسانوں کا تعاون حاصل کرنا پڑے گا۔ مجھے یقین ہے کہ جو لوگ ظلم کو ظلم سمجھتے ہیں وہ اسلام سے دُور نہیں رہ سکتے۔“

خالد بن ولید نے کہا: ”بہت اچھا تم دس مبلغ حسان کا ساتھ دینے کے لئے تیار کرو۔ میں اتنی دیر میں قباد کے نظم و کھودا ہونے اگر اُس نے حسان کی توقعات پوری کیں تو میں دریا کے کنارے ایک وسیع علاقے کا انتظام اُس کے سپرد کر دوں گا۔ عراق پر قبضہ کرنے کے بعد ہمیں ایسے لوگوں کی ضرورت پڑے گی جو مقامی عربوں کا اعتماد بحال کر سکتے ہوں۔“

باب ۱۳

دوپہر کے وقت زرنخت گھوڑا دوڑاتا ہوا اپنی حویلی میں داخل ہوا۔ چند فوکر اس کے گرد جمع ہو گئے۔ زرنخت کا چہرہ گرد و خراب سے اٹا پڑا تھا۔ اس نے پانتے ہٹے گھوڑے سے کوڈر سوال کیا۔ کاؤس کہاں ہے؟ ایک نوکر نے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے جواب دیا۔ سب اب اندر ہے اگر حکم ہو تو اسے بلایا جائے۔ نہیں اسے بلانے کی ضرورت نہیں۔ تم چار گھوڑے تیار کرو اور انہیں لے کر دریا کے پار پہنچ جاؤ۔ یہ گھوڑا یہاں رہنے دو اور ملاحوں سے کہو کہ وہ دریا کے اس پار مارا اترتا رہ کر لیں۔ اس کے علاوہ گاؤں کے جتنے آدمی مل سکیں انہیں یہاں بلاؤ۔

ایک نوکر نے بھیکتے ہوئے سوال کیا۔ جناب ذخیرت تو ہے آپ بہت پریشان معلوم ہوتے ہیں؟ زرنخت نے گرج کر جواب دیا۔ ”بے وقوف یہ باتوں کا وقت نہیں۔“ نوکر کو دوبارہ زبان کھولنے کی جرأت نہ ہوئی اور نہ زرنخت بھاگتا ہوا اس کوئی مکان کی طرف بڑھا۔ گھوڑی دیر بعد وہ قباد کے کمرے میں کھڑا تھا۔ ماہ بانو قباد کے بستر کے قریب کرسی پر بیٹھی اونگھ رہی تھی۔ کاؤس فرش پر گھٹنوں کے بل کھڑا قباد کے پاؤں دبا رہا تھا۔ قباد کی آنکھیں بند تھیں۔ زرنخت کو اچانک کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر کاؤس کے ہاتھ رگ گئے اور وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”ابا جان سو رہے ہیں؟ زرنخت نے سوال کیا۔“

”نہیں۔“ کاؤس نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ ”لیکن آج ان کی طبیعت سخت خراب ہے۔“ قباد ماہ بانو نے بیک وقت آنکھیں کھولیں اور وہ حیرت اور اضطراب سے زرنخت کی طرف

دیکھنے لگے۔

قباد نے نحیف آواز میں پوچھا۔ ”کیا بات ہے بیٹا تم اتنی جلدی واپس آ گئے کیا ابھی لڑائی شروع نہیں ہوئی؟“ ”ابا جان! اس نے گھٹی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ ”میرے ملازم پہنچے سے پہلے ہی لڑائی ختم ہو چکی تھی۔“ ”لڑائی ختم ہو چکی؟“ قباد نے یہ کہتے ہوئے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی لیکن نفاہت اور تکلیف کے باعث اس نے دوبارہ اپنا سر تکیے پر رکھ دیا۔

”ابا جان! ابا جان! کیا بات ہے؟“ زرنخت نے مضطرب ہو کر پوچھا۔

قباد نے اپنے مہجائے ہونے پہرے پر مسکراہٹ لانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ”میرا ٹھیک ہوں بیٹا! مجھے چکر لگ گیا تھا مجھے پانی دو۔“

کاؤس نے جلدی سے کونے میں پڑی ہوئی صراحی سے پانی کا کٹورا بھر اور ایک ہاتھ سے قباد کو مہارا دینے کے بعد اس کے زخموں سے لگا دیا۔ قباد پانی کے چند گھونٹ پینے کے بعد اپنے بیٹے کی طرف متوجہ ہوا۔ ”بیٹا بیٹھ جاؤ۔ اگر لڑائی تمہارے وہاں پہنچے سے پہلے ختم ہو گئی تھی تو اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے؟ تمہیں قارن نے جو ذمہ داری سونپی تھی وہ تم نے پوری کر دی۔ تم سینکڑوں آدمی بھرتی کر کے وہاں بھیج چکے ہو اور تم یہ دعویٰ کر سکتے ہو کہ مزار کی فتح تمہاری کارگزار ہی کا نتیجہ ہے۔“

زرنخت نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔ ”ابا جان ہمیں شکست ہوئی ہے۔ قارن مارا جا چکا ہے۔ اگر میدان جنگ سے ایک منزل دور شکست کھا کر بھاگنے والے سپاہیوں سے میری ملاقات نہ ہوتی تو مجھے کبھی یقین نہ آتا کہ ہمیں مزار میں شکست ہوئی ہے۔ وہ یہ کہتے تھے کہ ہمارے نصف سے زیادہ آدمی جنگ میں کام آچکے ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ اب دریا کے اس جانب ہمارا کوئی علاقہ محفوظ نہیں۔ وہ مجھے مسلمانوں کی تعداد کے متعلق بھی نہیں بتا سکے۔ وہ کہتے تھے کہ جب ان پر حملہ کیا جاتا ہے تو وہ آہنی دیوار بن جاتے ہیں اور سب وہ حملہ کرتے ہیں تو سیلاب کی صورت سامنا کرنے والوں کو ٹکڑوں کی طرح بہا لے جاتے ہیں۔ میں نے اپنے علاقے کے رضا کاروں کے متعلق پوچھا تھا لیکن مجھے کوئی تسلی بخش جواب نہیں مل سکا۔ معلوم تھا ہے کہ اگر وہ ہلاک نہیں ہوئے تو قید و بند ہو چکے ہیں۔ اب یہ معلوم نہیں کہ آئندہ مسلمانوں کا رخ کس طرف

ہوگا لیکن اگر انہوں نے اس طرف پیش قدمی کی تو ہم فوری طور پر کوئی ترہمت نہیں کر سکیں گے کم از کم ایک ہفتہ تک ہماری تازہ افواج میدان میں نہیں آسکیں گی۔ اباجان! میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ اور ماہ بانو کو کسی تاخیر کے بغیر واپس پہنچا دیا جائے۔ اب یہ جگہ آپ کے لئے محفوظ نہیں ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ اس حالت میں آپ اپنے سفر کرنا بہت تکلیف دہ ہوگا لیکن اس سے کہیں زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہوگی کہ دشمن یہاں پہنچ جائے آپ جتنا دشمن کی دسترس سے محفوظ ہوں گے اسی قدر اطمینان کے ساتھ میں آئندہ جگہوں میں حصہ لے سکوں گا۔

قلانے جواب دیا: "میا تم میری فکر نہ کرو۔ میں اب موت کے دروازے پر دستک دے رہا ہوں تم ماہ بانو کو مدائن پہنچا دو۔"

"اباجان! ماہ بانو آپ کے بغیر نہیں جائے گی۔ ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ مسلمان کسی وقت بھی یہاں پہنچ سکتے ہیں اور جب وہ آئیں گے تو ان کا ہر ایک ایسا آدمی ہوگا جو ہمارے گھر کے ایک ایک گوشے سے واقف ہے۔"

قلانے پوچھا: کیا یہ ہو سکتا ہے کہ پہلا کوئی نوکر دشمن سے جا ملا ہو؟

"نہیں وہ ہمارا نوکر نہیں۔ بلکہ ایک ایسا آدمی ہے جو آپ کو ایک بیٹے اور مجھے ایک بھائی کی طرح عزیز تھا۔ اس کا نام حسان ہے اباجی! وہ مسلمانوں کے ساتھ مل چکا ہے۔ میں نے اسے خیر کے میدان میں دیکھا تھا میں ہر ذلت برداشت کر سکتا ہوں لیکن یہ برداشت نہیں کروں گا کہ وہ فتح کے غرے لگتا ہوا ہمارے گھر میں داخل ہو۔ آج شام سے پہلے ہمارا دریا کے پار پہنچ جانا ضروری ہے۔ میں نے گھوڑے دیے کہ پار پہنچ دے میں اور آپ کی پالکی اور ضروری ساز و سامان اٹھانے کے لئے گاؤں کے آدمی بلائے ہیں۔ اگر آپ سفر میں زیادہ تکلیف محسوس کی تو ہم چند دن دریا کے پار کسی سیٹی میں ٹھہر جائیں گے گاؤں میں ہیں۔"

قلانے اطمینان سے جواب دیا: "اگر تمہیں حسان کا خوف ہے تو مجھے نہیں ہنسے دو۔ وہ مجھے کچھ نہیں کہے گا۔"

زرنخت آنکھوں میں آنسو بھر لاتے ہوئے چلتا آیا: "اباجان! مجھے حسان کا خوف نہیں لیکن آپ ماہ بانو کے متعلق کیوں نہیں سوچتے؟"

قلانے کے مرجھائے ہوئے چہرے پر اچانک سرخی آگئی اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ماہ بانو جلدی سے آگے بڑھی اور اسے سہارا دینے کی کوشش کرتے ہوئے بولی: "اباجان! آپ بیٹھے رہیں۔"

قلانے نے کہا: "تم میری فکر نہ کر دینی! اب مجھے جکڑ نہیں آئے گا۔ تم سفر کی تیاری کرو۔"

زرنخت کاؤس کی طرف توجہ ہٹاؤ۔ تم ضروری سامان بانڈھ کر گاؤں کے آدمیوں کے حوالے کر دو اور اباجان کے لئے پالکی لے آؤ۔ ہمیں جلد از جلد دریا کے کنارے پہنچ جانا چاہیے۔ گاؤں کے لوگوں سے کہو کہ ہم اباجان کو علاج کے لئے مدائن پہنچانا چاہتے ہیں۔"

کاؤس باہر نکل گیا۔ قلانے کچھ دیر بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور تنکے پر سوکھ دیا۔ وہ کرب کی حالت میں بار بار یہ الفاظ دہرا رہا تھا: یہ کیوں ہو سکتا ہے؟

ماہ بانو پھرانی مٹی آنکھوں سے اپنے بھائی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ زرنخت نے کہا: "ماہ بانو تم کیا سوچ رہی ہو۔ ہم ہمیشہ کے لئے اپنا گھر نہیں چھوڑ رہے۔ ہم بہت جلد واپس آئیں گے۔ تم جلدی اپنے زلیقات اور ضروری لباس اٹھاؤ۔ ہمارا سامان ایک چھوٹے صندوق اور دو گھوڑوں سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے۔ خادمہ کی حالت بھی بہتر ہے گی، لیکن جلدی کرو، اب ہمارے لئے سوچنے کا وقت نہیں۔"

کاش میں نے خیر کی جگہ سے واپس آتے ہی تمہیں مدائن بھیج دیا ہوتا۔"

ماہ بانو کوئی جواب دے بغیر آنسو بھر پھینکی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔

سہ پہر کے قریب جب بستی کے آدمی قلانے کی پالکی اٹھانے لگے تو زرنخت نے اپنی بہن سے کہا: "تم گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اور دریا کے کنارے پہنچ کر تلاؤں سے کہو کہ وہ تمہیں بار پہنچا دیں جب تک ہم وہاں پہنچیں گے کشتی تمہیں چھوڑ کر واپس آ جائے گی۔"

"نہیں بھائی جان! میں اباجان کے ساتھ جاؤں گی۔ میں پیل چل سکتی ہوں۔"

سامان اور پالکی اٹھانے والے آدمی ڈیڑھ سی سے باہر نکل گئے اور زرنخت اور ماہ بانو ان کے پیچھے برہنہ لیکن ڈیڑھ سی کے قریب پہنچ کر ماہ بانو اچانک رک گئی اور مڑ کر خادمہ کی طرف دیکھنے لگی جو چند قدم دور کھڑی اپنے آنسو بھر پھینچ رہی تھی۔ پھر وہ بھاگ کر آگے بڑھی اور سرسکاس لیتے ہوئے خادمہ سے

پٹ مٹی۔

حمر رسیدہ خاد نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا: بیٹی وصلے سے کام لو مجھے یقین ہے کہ وہ تمہارا دشمن نہیں ہو سکتا۔

ماہ بانو نے مڑ کر ڈیوڑھی کی طرف دیکھا۔ زنجبخت باہر جا چکا تھا اور حویلی کے اندر گاؤں اور ایک نوکر کے سوا کوئی نہ تھا۔ اُس نے کہا: نہیں نہیں اب میں اپنے دل کو فرب نہیں دے سکتی۔ ہم ایک دوسرے کو دوبارہ نہیں دیکھیں گے۔ لیکن اگر وہ یہاں آئے تو اُسے میری طرف سے یہ پیغام دینا کہ تمہارے بھائی سے تمہاری دشمنی کا منقہ نہیں لیں گے اور خدا کے لئے اُسے یہ نہ بتانا کہ ایک پاگل لڑکی اُس کے لئے اتنے سوبھلا کرتی تھی۔

زنجبخت نے ڈیوڑھی سے غوردار ہرکراؤ زدی: "ماہ بانو تم کیا کر رہی ہو؟" "آئی ہوں بھائی جان! وہ یہ کہہ کر دروازے کی طرف چل پڑی۔

قادر کی زندگانی سے تھوڑی دیر بعد سستی کا ایک آدمی بھاگتا ہوا حویلی میں داخل ہوا اور اُس نے گاؤں کو اطلاع دی کہ چند سوار اس طرف آ رہے ہیں۔ گاؤں نے جلدی سے ڈیوڑھی کا دروازہ بند کر دیا اور اپنے دوسرے ساتھی کو ترکش اور کان لانے کا حکم دے کر بھاگتا ہوا چھت پر چڑھ گیا۔ چھت سے بدو مسلح سواروں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ دروازے سے پندرہ بیس قدم دور رک گئے۔ حسان نے ہاتھوں کی طرف دیکھا اور آگے بڑھ کر بندہ آواز میں کہا: "گاؤں! اپنے آقا کو اطلاع دو کہ میں اُن سے ملنا چاہتا ہوں۔"

گاؤں نے جواب دیا: "وہ بیمار ہیں اور مجھے دروازہ کھولنے کی اجازت نہیں۔"

"زنجبخت کہاں ہے؟"

"وہ گھر پر نہیں ہے۔"

"بہت اچھا، تم اپنے آقا کو اطلاع پہنچا دو کہ میں اُن کے لئے ایک ضروری پیغام لے کر آیا ہوں۔ اس وقت کے جو آدمی جنگ میں گرفتار ہوئے تھے انہیں رہا کر دیا گیا ہے گاؤں کے چار آدمی میرے ساتھ

آئے ہیں، باقی پیدل آ رہے ہیں۔ چار آدمی اس بات کے گواہ ہیں کہ تمہارے آقا کے خاندان کے متعلق مسلمانوں کی نیت بُری نہیں۔"

گاؤں نے باقی سواروں کی طرف دیکھا اور اُسے اپنے گاؤں کے چار آدمی پہچاننے میں دیر نہ لگی۔ گھوڑوں کے نیچے بڑھے جو کچھ دیر قبل حسان کی آمد پر اپنے اپنے گھروں میں چھپ گئے تھے سب ایک ایک کر کے ان چار آدمیوں کے گرد جمع ہو رہے تھے۔

حسان نے گاؤں سے کوئی جواب نہ پا کر کہا: "گاؤں! اگر تمہارے آقا کی طبیعت زیادہ خراب ہے تو ہم انہیں پریشان نہیں کریں گے۔ ہم اس مکان سے باہر ٹھہر کر اُن کی اجازت کا انتظار کریں گے۔ اگر تم نے کسی خطرے کے پیش نظر دروازہ بند کیا ہے تو میں تمہیں یہ اطمینان دلا سکتا ہوں کہ اس گھر کی حفاظت میری پہلی ذمہ داری ہے۔ اگر زنجبخت اندر ہے تو اُسے بلا دو۔"

گاؤں جواب دینے کی بجائے تذبذب اور پریشانی کی حالت میں کبھی حسان اور کبھی اُس کی تحویلوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ چند لمحوں کی دیکھا دیکھی گاؤں کی عمدتیں بھی وہاں جمع ہو رہی تھیں اور وہ چار سوار جنہیں حسان قید سے چھڑا کر اپنے ساتھ لایا تھا، اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔ ہاپک لُن میں سے ایک گھوڑے کو اڑا کر آگے بڑھا اور حسان کے قریب پہنچ کر چلا آیا۔ گاؤں غلط کہتا ہے زنجبخت اور اُس کا باپ گھر میں نہیں ہیں۔ وہ مدائن روانہ ہو چکے ہیں اور گاؤں کے لوگ انہیں دیا تاکہ پہچاننے کے لئے آئے ہیں۔ میرا چچا کہتا ہے کہ میرا بھائی بھی اُن کے ساتھ گیا ہے۔ انہیں روانہ مجھے زیادہ دیر نہیں ہوتی اور شاید ابھی تک انہوں نے دیا بھی جو رز کیا ہوگا۔"

حسان نے جلدی سے باگ مڑ کر گھوڑے کو اڑا کر لگا دی اور اُس کے ساتھی اُس کے پیچھے ہوئے۔



قادر اُس کی بیٹی اور گاؤں کے آٹھ آدمی جنہیں انہوں نے سفر میں ساتھ لے جانے کے لئے منتخب کیا تھا کشتی پر سوار ہو رہے تھے اور زنجبخت کنارے پر کھڑا گاؤں کے باقی آدمیوں کو ہدایت دے رہا تھا۔ "اب ہمیں فیصلہ کن جنگ کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ اب ہم دشمن پر پورا قوت کے ساتھ حملہ کریں گے۔"

ابھی تک مسلمانوں نے ہمارے ہاتھی نہیں دیکھے تھے ایک عظیم فتح میں حصہ دار بننے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔
 تم میرے باپ کی حالت دیکھ رہے ہو۔ انہیں علاج کے لئے کسی اچھے طبیب کی ضرورت ہے۔ انہیں
 مدائن پہنچانے کے بعد میں اطمینان سے جگہ میں حصہ لے سکوں گا میں بہت جلد واپس آؤں گا۔ میری
 غیر حاضری میں تمہاری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ علاقے کا سوامی تلوار اٹھانے کے قابل ہو وہ ہمارے
 گاؤں میں پہنچ جائے۔

ایک نوجوان چلایا۔ وہ آ رہے ہیں باپ جلدی سے کشتی پر سوار ہو جائیں۔ زرنجبت نے مڑ کر
 دیکھا اور ایک ثانیہ کے لئے اُس کے پاؤں زمین سے پویست ہو کر رہ گئے۔ کئی تین نوکر کے فاصلے
 پر چند سوار گھنے درختوں سے نمودار ہوتے دکھائی دیئے۔ حسان سب سے آگے تھا۔ زرنجبت کشتی پر کود
 کر چلایا۔ کشتی پار لے چلا، جلدی کر دو۔

ایک نوجوان نے روتا کھول دیا اور ملاح کشتی کھینے لگے۔ قباد بے حس و حرکت پانکی میں لیٹا ہوا تھا۔
 اچانک اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ زرنجبت نے کمان میں تیر چڑھایا اور اُس کے ساتھیوں نے تلواریں سنبھال لیں۔
 ماہ بانو کرب و اضطراب کی حالت میں کبھی اپنے باپ، کبھی زرنجبت اور کبھی سواروں کی طرف دیکھ
 رہی تھی۔ حسان اُن سے پچاس ساتھ قدم آگے تھا۔ اُس نے ایک ہاتھ بلند کر رکھا تھا۔ وہ عدیا کے کنارے
 پہنچا تو کشتی پندہ بیس گز دور جا چکی تھی۔ وہ چلایا۔ زرنجبت ٹھہرو! میری بات سنو! میں حسان ہوں۔
 تمہاری بیٹی کو کوئی خطرہ نہیں، میں تمہاری حفاظت کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ تمہاری دیر کے لئے رُک جاؤ!

کشتی سے ایک سنسناتا ہوا تیر آیا اور حسان کے بایش بازو میں پویست ہو گیا۔ اتنی دیر میں حسان
 کے ساتھی قریب آچکے تھے۔ انہوں نے کسی توقف کے بغیر اپنی کمانیں سیدھی کر لیں۔ حسان نے مڑ کر اُن
 کی طرف دیکھا اور بلند آواز میں کہا۔ خبردار تمہیں اُن پر حملہ کرنے کی اجازت نہیں۔

پھر اُس نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنے بازو سے تیر نکال کر پھینک دیا۔ اتنی دیر میں گاؤں کے
 آدمی منتشر ہو کر ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ حسان نے کسی توقف کے بغیر اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔
 اور بلند آواز میں چلانے لگا۔

”زرنجبت ٹھہرو! میری بات سنو، وہ پھر اگر تم مانا جا ہو گے تو میں تمہیں روکنے کی کوشش نہیں
 کروں گا میں تمہارے باپ کے لئے ایک اہم پیغام لایا ہوں۔ تمہارا گاؤں لوہا تہلدا گھر محفوظ ہے تمہیں
 بھاگنے کی ضرورت نہیں۔“

ماہ بانو پھرتی ہوئی آنکھوں سے یہ دلخراش منظر دیکھ رہی تھی۔ قباد کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اُس کی زبان
 گنگ ہو چکی تھی۔ ایک ذکر نے اُسے ٹانے کی کوشش کی لیکن اُس نے اُس کا ہاتھ جھٹک دیا اُس
 کے ہونٹ لڑ رہے تھے۔ اُس کے حلق سے مہم ہی آوازیں نکل رہی تھیں اور وہ اپنے ہاتھ اٹھا اٹھا زرنجبت
 کو کچھ بھانسنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن زرنجبت کشتی کے دوسرے کونے پر اپنے گرد پوش سے بے نیاز کھڑا تھا
 اور اس کی نگاہیں حسان پر مرکوز تھیں۔ ملاح قباد کی بے چینی دیکھ کر پوری قوت سے چوہر کھینچ رہے تھے۔
 گہرے پانی میں داخل ہونے کے بعد حسان گھوڑے سے اتر پڑا اور ایک ہاتھ سے زمین پر کھڑا اُس کے ساتھ
 تیرنے لگا۔ اب کشتی کے مقابلے میں اُس کی رفتار بہت کم تھی اور اُن کا درمیانی فاصلہ بتدریج زیادہ ہوتا تھا
 گردن کے سوا حسان کا سارا جسم پانی میں چھپا ہوا تھا لیکن تھوڑی دیر بعد منجھڑا سے آگے کمر برابر پانی میں وہ
 دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ کشتی کنارے پر جا لگی اور حسان کا گھوڑا چند چھلانگیں لگنے کے بعد گھٹنے گھٹنے پانی
 میں پہنچ گیا۔ زرنجبت نے اطمینان سے نشانہ بانڈھا۔ ماہ بانو نے کرب کی حالت میں آنکھیں بند کر لیں۔ قباد
 اچانک اُٹھا اور اُس کے نوکر اور کشتی کے ملاح سکتے کے عالم میں اُس کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ لڑتا اور ڈگمگاتا
 ہوا آگے بڑھا۔ پھر اُس کی قوت اچانک جواب دے گئی۔ اُس نے گرتے گرتے زرنجبت سے لپٹنے کی کوشش میں
 اُسے ایک قدم آگے دھکیل دیا۔ اس کے ساتھ سے زرنجبت کی کمان سے تیر نکلا اور حسان کے گھوڑے کے
 ماتھے میں پویست ہو گیا۔ زرنجبت گھوڑا اچھلا اور اپنے سوار سمیت پانی میں گر پڑا۔

ماہ بانو کے منہ سے ایک دلخراش چیخ نکلی۔ وہ ”ابا جان! ابا جان!“ کہتی ہوئی آگے بڑھی اور قباد کو اٹھانے
 کی کوشش کرنے لگی۔ زرنجبت نے کمان ایک طرف رکھ کر اُس کی مدد کی اور قباد کو پیٹھ کے بل لٹا دیا۔ اُس کی
 آنکھیں کھلی تھیں لیکن اُس کی نگاہوں کے سامنے موشگ پرے حال ہو چکے تھے۔ ایک ذکر نے اُس کے منہ میں
 پانی ڈالنے کی کوشش کی لیکن پانی حلق سے نیچے اترنے کی بجائے ہاتھوں سے بہہ نکلا۔ زرنجبت اُس کی منہ

ٹوٹنے کے بعد چلایا: آبا جان! آبا جان! ایک ہڈے طاح نے کہا: اب وہ آپ کی اولاد نہیں بن سکتے۔ اب آپ اپنی جان بچانے کی کوشش کریں، اُس طرف دیکھئے وہ سب دیبا میں گھوڑے ڈال چکے ہیں، یہاں پہنچنے میں دیر نہیں لگے گی۔

زرجخت نے دوسرے کنارے کی طرف دیکھا اور بلا توقف کمان اٹھا کر گھنٹوں کے بل بیٹھ گیا۔ حسان کوئی بیس گز دُور گھٹنے گھٹنے پانی میں کھڑا ترپتے ہوئے گھوڑے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ زرجخت نے ترکش سے تیر نکال کر کمان پر چڑھایا۔ ماہ بانو اچانک تڑپ کر اٹھی اور اُس سس جھپٹ کر چلانے لگی: "نہیں بھائی جان نہیں۔ دیکھئے وہ آرہے ہیں۔ وہ آپ کو صاف نہیں کریں گے۔ آپ اُسے قتل کرنے کے بعد اپنی جان نہیں بچا سکیں گے۔"

زرجخت جتلا رہا تھا: ماہ بانو مجھے چھوڑ دو، مجھے موت کی پروا نہیں۔ لیکن حسان بھاری بے بسی کا تماشا نہیں دیکھے گا۔ پھر اُس نے ماہ بانو کو دھکات دے کر ایک طرف پھینک دیا اور حسان کی طرف کمان سیدھی کر لی۔ لیکن ماہ بانو نے اُسے تیر چلانے کی مہلت نہ دی۔ وہ گرتے ہی اٹھی اور اُس کا بازو پکڑ کر چلائی: "میں تمہیں خودکشی کی اجازت نہیں دوں گی۔ بھائی جان پہلے مجھے قتل کر دو۔"

"پاگل لڑکی مجھے چھوڑ دو۔ میں تمہیں ایک نوڈی بنتے نہیں دیکھ سکتا۔ میرے باپ کا قاتل ہے۔ میں اُسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"نہیں نہیں آبا جان آپ کو تیر چلانے سے منع کرنے کے لئے اُٹھے تھے۔ انہیں یقین ہو چکا تھا کہ وہ لڑائی کی نیت سے نہیں آیا۔ بھائی جان آپ کمان پھینک دیں میں اُسے واپس بھیج دیتی ہوں۔"

زرجخت نے اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا: "تم.... تم اُس کے ساتھ جانا چاہتی ہو؟"

ماہ بانو نے کہا: "تم یہ قوف بھی ہو اور ظالم بھی۔ لیکن خدا کے لئے مجھے صرف ایک بار یہ ثابت کرنے کا موقع دو کہ میں تمہاری بہن ہوں اور میرا خون تمہارے خون سے مختلف نہیں۔ اگر میں اُسے آگے بڑھنے سے روک نہ سکی تو تمہیں اپنا سارا ترکش خالی کرنے سے منع نہیں کروں گی۔ ماہ بانو نے یہ کہتے ہوئے لپٹا ہوا اپنے

بھائی کی کمر میں لٹکا ہوا خنجر نکال لیا اور مرکز حسان کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ چند قدم اور آگے اچکا تھا۔ ماہ بانو چلکے ہوئے غجری نوک اپنے سینے پر ہتھ کر چلائی: "مٹھو! اگر تم ایک قدم آگے بڑھے تو اس بخشی میں میری وحش دیکھو گے۔ اگر تم میرے باپ سے کچھ کہنا چاہتے تھے تو وہ مر چکا ہے اور میرا بھائی تمہارا کئی بات نہیں سنے گا۔"

حسان رگ گیا۔

ماہ بانو نے قدرے توقف کے بعد کہا: "تم واپس چلے جاؤ اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس طرف آنے سے روکو۔ اگر تم اپنے بھائی کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہو تو ہم تمہیں یہ اطمینان دلا سکتے ہیں کہ ہم اُس سے تمہاری دشمنی کا انتقام نہیں لیں گے؟"

حسان نے کہا: "زرجخت میں آگے نہیں آؤں گا۔ میرے ساتھی بھی واپس چلے جائیں گے لیکن مجھے بات کرنے کا موقع دو۔ میں تمہارے لئے صلح، امن اور دوستی کا پیغام لایا ہوں۔"

زرجخت نے جواب دیا: "میں کسری کا سپاہی ہوں اور کسری کے دشمن میرے دوست نہیں ہو سکتے۔ اب ہماری ملاقات صرف میدان جنگ میں اور ہماری گفتگو صرف تلواروں کی زبان سے ہو سکتی ہے۔"

"اگر تمہاری یہی خواہش ہے تو تمہیں زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔"

ماہ بانو نے کہا: "حسان جاؤ اور اگر میرا باپ تم پر کوئی حق رکھتا تھا تو میں تم سے آخری بار زرجخت کتنی ہوں کہ ہمارا پچھپانہ کرو۔ اب باتوں سے کوئی فائدہ نہیں۔"

حسان چند ثانیے بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ پھر وہ مڑا اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا دوسرے کنارے کی طرف جانے کے لئے پانی میں تیرنے لگا۔ اتنی دیر میں اُس کے ساتھی بھی دریا میں اپنے گھوڑے ڈال چکے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ گہرے پانی میں تیر رہا تھا۔ منجدار کے قریب اُس کو اپنے ایک ساتھی کے گھوڑے کا سہارا مل گیا اور وہ بلند آواز میں چلا یا: "واپس چلو! واپس چلو!"

ایک آدمی نے جواب دیا: "لیکن انہوں نے آپ کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی اور آپ کا گھوڑا بھی ہلاک کر دیا ہے۔"

”نہیں نہیں تم واپس چلو، میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔“
 حسان کے ساتھیوں نے بادل ناخواستہ اپنے گھوڑے موڑ لئے، دریا عبور کرنے کے بعد حسان
 نڈھال سا ہو کر ریت پر بیٹھ گیا اس کے زخم سے ابھی تک خون دس رہا تھا۔ ایک آدمی نے جلدی سے اپنا
 عمامہ اُٹا کر ایک ٹکڑا پھاڑ کر حسان کے بازو پر پٹی باندھتے ہوئے کہا: ”میں حیران ہوں کہ آپ نے
 ہمیں لٹن کا بیچھا کرنے کی اجازت کیوں نہیں دی۔ دیکھئے وہ ابھی تک دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے
 ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو انہیں آسانی سے گرفتار کیا جاسکتا ہے۔“

حسان نے جواب دیا: ”ہم انہیں گرفتار کرنے کے لئے نہیں آئے تھے۔“
 دوسرے آدمی نے کہا: ”لیکن وہ تو آپ کی بات سننے کے لئے بھی تیار نہیں تھے۔“
 حسان نے غم میں جواب دیا: ”شاید بات کرنے کے لئے یہ وقت موزوں نہیں تھا۔“
 گاؤں کے ایک آدمی نے کہا: ”نزدِ نخت کو شاید یہ شک ہوا تھا کہ آپ اُن پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔“
 ”مجھے معلوم نہیں اُس نے کیا سوچا تھا۔ بہر حال اُس کے باپ نے دوسری بار میری جان بچائی ہے۔
 اگر وہ میری مدد نہ کرتا تو جس تیر سے میرا گھوڑا ہلاک ہوا ہے وہ میرے لئے بھی تھک ثابت ہو سکتا تھا۔“
 حسان اور اُس کے ساتھی کچھ دیر دریا کے دوسرے کنارے کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر جب
 نزدِ نخت اُس کی بہن اور دو نوکر گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور باقی آدمی پاکی اور دوسرا سامان اٹھا کر اُن کے
 ساتھ چل پڑے تو حسان اٹھا اور اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر بولا: ”آؤ چلیں۔“



نزدِ نخت نے دریا کے پار اپنے رستے کی پہلی بستی میں قباد کی میت کی آخری رقوم لو اکیں رات بستی
 کے زمیندار کے ہاں قیام کیا۔ چار ذاتی نوکروں کے سوا گاؤں سے جو آدمی اُس کے ساتھ آئے تھے واپس
 جانے کے لئے بے چین تھے۔ نزدِ نخت نے غروب آفتاب کے بعد انہیں نصیحت کیا اور اپنے ایک نوکر کو
 اُن کے ساتھ رواں کرتے ہوئے ہدایت کی کہ تم گاؤں کے حالات معلوم کرنے کے بعد راتوں رات واپس پہنچ
 جاؤ! یہ نوکر پچھلے پر واپس آگیا اور اُس نے اطلاع دی کہ گاؤں میں بالکل امن ہے اور مسلمان آپ کے مکان

سے باہر کھلے میدان میں ڈیرہ ڈالے پڑے ہیں۔ شام کے وقت گاؤں کے وہ آدمی بھی واپس پہنچ گئے
 تھے جو غدار کی جنگ میں قید ہوئے تھے۔ انہوں نے آتے ہی لوگوں کا خوف دہرا س دور کر دیا ہے۔
 وہ یہ کہتے ہیں کہ مسلمان ہمارے دشمن نہیں ہیں بلکہ ہمیں ایک ظالم حکومت سے نجات دلانے آئے ہیں۔
 نزدِ نخت نے پوچھا: ”تم نے اُن میں سے کسی کو دیکھا ہے؟“

”جنب میں نے کئی آدمیوں کو دیکھا ہے۔ پہلے میں چھپ کر ایک کسان کے گھر میں داخل
 ہوا۔ پھر مجھے پتہ چلا کہ مجھے وہاں کوئی خطرہ نہیں مسلمانوں نے یہ اعلان کیا ہے کہ ہم اس علاقے
 کے باشندوں کی جان، مال اور عزت کے محافظ ہیں اور اُس کا یہ اثر ہوا ہے کہ گاؤں کے جو لوگ غمزدہ
 ہو کر جنگل میں چھپ گئے تھے وہ بھی واپس آگئے ہیں۔ مجھے یہ باتیں ناقابلِ یقین معلوم ہوتی تھیں پھر
 میں ایک ایک گھر میں گیا اور واپس آنے والے قیدیوں سے باتیں کیں۔ انہوں نے یہ بتایا کہ مسلمانوں
 نے صرف ہمارے گاؤں کے آدمیوں کو ہی نہیں بلکہ اس علاقے کے تمام عرب قیدیوں کو رہا کر دیا ہے۔
 گاؤں کے لوگوں کو اس بات کا افسوس تھا کہ آپ نے بلاوجہ اپنا گھر چھوڑ دیا ہے۔ وہ یہ کہتے تھے کہ اگر
 آپ واپس آجائیں تو مسلمانوں اپنا بہترین دوست پائیں گے۔ انہیں آفاقی موت کی خبر سن کر بہت
 دکھ ہوا ہے۔“

نزدِ نخت نے مضطرب ہو کر کہا: ”لیکن میں نے تم سب کو آبا جان کی موت کا ذکر کرنے سے منع کر دیا تھا۔“
 جنب ہم سے پہلے کشتی کا کوئی ملحق گاؤں والوں کو یہ اطلاع پہنچا چکا تھا۔ پھر جب میرے ساتھیوں
 میں سے کسی نے انہیں یہ بتایا کہ آپ آج رات اس گاؤں میں قیام کریں گے تو کئی آدمی اسی وقت آپ کے
 پاس آنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ وہ مجھے مسلمانوں کے سلاخ کے پاس لے جانا چاہتے تھے لیکن میں
 نے یہ کہہ کر ٹل دیا کہ اب رات زیادہ ہو چکی ہے، صبح دیکھا جائے گا۔ میں نے یہ خطرہ محسوس کیا تھا کہ
 شاید مسلمان دوبارہ آپ کا بیچھا کرنے کی کوشش کریں۔“

نزدِ نخت نے تمللا کر کہا: ”تمہارا مطلب ہے کہ اگر وہ رات کے وقت ہمیں اس گاؤں میں گھیرنے کی
 بجائے یہاں سے چند کوس دور دن کی روشنی میں گرفتار کر لیں تو خطرہ کم ہو جائے گا؟“

فکر کرنے پریشان ہو کر جواب دیا: جناب یہ میرا ہم تھا۔ وہ نہ گاؤں کے لوگ بار بار یہی کہتے تھے کہ مسلمانوں کا سالار آپ کے پاس دوستی کا پیغام لے کر آیا تھا۔

”اور اب گاؤں کے یہ بیوقوف کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو لے کر یہاں پہنچنے کی کوشش کریں گے۔“
 زنجبخت یہ کہہ کر اپنے میزبان کی طرف متوجہ ہوا۔ میں مسلمانوں کے سالار کو جانتا ہوں، وہ ہمیں قتل کرنے کی بجائے زندہ گرفتار کرنا چاہتا ہے۔ اگر دن کے وقت دریا عبور کرتے ہوئے میں اُسے یہ یقین دلانے کی کوشش نہ کرتا کہ میں آخری سانس تک مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں تو وہ میرا پیچھا نہ چھوڑتا۔ اب گاؤں کے لوگ اُس کے ساتھ آئیں گے اور میں یہ نہیں چاہتا کہ ہماری وجہ سے آپ کو کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے۔ ہم ابھی روانہ ہو جائیں گے۔ آپ پہلا سامان بیل گاڑی پر بٹائیں جو ادیں۔ میں بہت جلد ایلن کے ایک غلام شکر کے ساتھ واپس آؤں گا لیکن اس سے قبل اپنی بہن کو بلا لیں۔ بیچنا ضروری سمجھتا ہوں۔“



تھوڑی دیر بعد زنجبخت اور ماہ بانو اپنے میزبان کے گھر سے باہر نکلے۔ دروازے پر اُن کے چار نوکر گھوڑوں کی باگیں تھامے کھڑے تھے۔ ایک بیل گاڑی پر اُن کا سامان لدا تھا۔ زنجبخت نے ایک نوکر کو سامان کے ساتھ آنے اور دو گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ پھر وہ اُس نوکر کی طرف متوجہ ہوا جو گاؤں کے حالات معلوم کرنے کے بعد واپس آیا تھا۔ دیکھو اب میں تمہیں ایک اور ذمہ داری سونپ رہا ہوں۔ تم واپس جاؤ اور گاؤں والوں سے یہ کہو کہ ہم رات ہوتے ہی یہاں سے روانہ ہو گئے تھے۔ اگر راستے میں مسلمان ملیں تو انہیں یہ بتاؤ کہ ہم کسوں کو روکا جائے ہیں اور راستے سے فوج کا ایک دستہ ہمارے ساتھ شامل ہو چکا ہے۔ گاؤں کو میری طرف سے یہ پیغام دو کہ میں بہت جلد واپس آؤں گا۔“
 نوکر کو نصیحت کرنے کے بعد زنجبخت نے ماہ بانو کو ایک گھوڑے پر بٹھلایا۔ پھر اُس نے اپنے میزبان سے مصافحہ کیا اور جلدی سے دوسرے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

طلوع آفتاب کے قریب وہ ایک بستی کے قریب سے تھکے ہوئے گھوڑوں کو پانی پلا رہے تھے۔ ماہ بانو ٹھنڈی سی ہو کر زمین پر پھکی ہوئی تھی۔ زنجبخت نے پیار سے اُس کی طرف دیکھا اور کہا: یہاں سے

صرف چار کوس کے فاصلے پر ہماری ایک چوکی ہے۔ وہاں پہنچ کر ہم کچھ دیر آرام کر سکیں گے اور اُس سے آگے ہمیں کوئی خطرہ نہ ہوگا۔“

ماہ بانو نے کوئی جواب نہ دیا۔ گھوڑوں کو پانی پلاتے ہی وہ آگے چل پڑے۔ قریب ایک کوس ملے کرنے کے بعد ماہ بانو نے اپنے گھوڑے کی باگ کھینچ لی اور اُس کے پیچھے آنے والے نوکر کو دیکھ کر اپنی گھوڑے روک لئے۔ زنجبخت کچھ فاصلہ آگے جا کر واپس مڑا اور اپنی بہن کے قریب پہنچ کر کھڑا ہوا۔ کیا بات ہے تم رگ کیوں گئیں؟

”بھائی جان! خدا آہستہ چلے۔ میں بہت تھک گئی ہوں۔“ ماہ بانو یہ کہہ کر گھوڑے سے اُتری اور سر پر کر زین پر بیٹھ گئی۔

زنجبخت نے کہا: میری بہن مجھے تمہاری تکلیف کو احساس ہے لیکن ذرا بہت سے کلام اور بھی ہم خطرے کی حدود سے باہر نہیں گئے۔“

ماہ بانو اٹھی اور اُس نے گھوڑے کا سہارا لینے کے لئے دونوں بازو زمین پر رکھتے ہوئے کہا: بھائی جان! آپ جس خطرے سے بھاگتے تھے وہ دریا عبور کرنے کے بعد ختم ہو گیا تھا۔ میں بہت تھک گئی ہوں۔“

”ماہ بانو! مجھے اپنا خوف نہیں، میں صرف تمہاری وجہ سے بھاگ رہا ہوں، ابھی تک یہ بات تمہاری سمجھ میں نہ آئی۔ زنجبخت یہاں تک کہہ کر رگ گیا اور پھر نوکر کی طرف متوجہ ہو کر بولا: تم آہستہ آہستہ آگے چلو، ہم آتے ہیں۔“

نوکروں نے اُس کے حکم کی تعمیل کی جب وہ چند قدم دُور چلے گئے تو زنجبخت نے کہا: اب تک یہ بات تمہاری سمجھ میں نہ آئی چاہیے تھی کہ اُس کا مقصد میرے ساتھ طاقت آزمائی نہیں تھا بلکہ تمہیں گرفتار کرنا تھا۔ اگر ہمارے درمیان دریا کا پانی اور اُس کے بعد میرے تیر حائل نہ ہوتے تو وہ واپس نہ جاتا۔ جنگی قیدیوں کو رہا کر کے واپس لانے اور ہماری بستی کے لوگوں کے ساتھ محبت جتانے سے اُس کا مقصد ہمیں قریب دینے کے سوا کچھ نہیں۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ ہم اُس کے زیر سنوں کی حیثیت اختیار کر سہے۔ رانا ماہ بانو

جائیں۔ اُس نے ہمارے کانوں اور نوکروں کا خوف دہرا اس لئے دور کیا ہے کہ ہم مطمئن ہو کر لوٹ جائیں صبح ہوتے ہی جب وہ بوقوف اُسے یہ بتائیں گے کہ ہم دریا سے صرف چند میل دور ایک بستی میں ٹھہر گئے تھے تو وہ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر وہاں پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ ممکن ہے کہ زخمی ہونے کی وجہ سے وہ خود نہ آ سکے لیکن اب تک نامعلوم کتنے مسلمان ہمارے گاؤں میں جمع ہو چکے ہوں گے۔ مجھے اس بات کا ڈر نہیں کہ جب میرا ترکش خالی ہو جائے گا تو وہ میری بوٹیاں فروج ڈالیں گے۔ لیکن میں یہ نہیں دیکھ سکتا کہ وہ ہمیں قیدی بنا کر لے جائیں۔

ماہ بانو نے اُس سے گردن اٹھائی۔ اور مڑ کر اپنے بھائی کی طرف دیکھا اور پھر کتاب میں پاؤں رکھ کر زین پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "بھائی جان! اگر آپ کو یہ شبہ ہے کہ میں اُس کی قید میں زندہ رہ سکوں گی تو اپنے ترکش کا آخری تیر میرے لئے محفوظ رکھیے۔ لیکن میں جانتی ہوں وہ نہیں آئے گا۔ وہ کبھی نہیں آئے گا۔ اب ہم صرف ایک فرضی خطرے سے بھاگ رہے ہیں۔"

ان الفاظ کے ساتھ ماہ بانو کی آنکھوں میں آنسو اُڑا اُسے۔

زرجخت نے کہا: "ممکن ہے کہ تمہارا یہ خیال درست ہو۔ تاہم ہمیں احتیاط کرنی چاہیے۔ اب ہمیں گھوڑے بھگانے کی ضرورت نہیں لیکن رُکن بھی ٹھیک نہیں۔"

وہ کچھ دیر معمولی رفتار سے چلتے رہے۔ بالآخر زرجخت نے کوئی آدھ میل دور ایک بستی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "ماہ بانو! مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہیں بلاوجہ تکلیف دی۔ ہم اُس بستی میں آرام کریں گے۔ تم نے کل سے کچھ نہیں کھایا اور ہمارے گھوڑے بھی جواب دے رہے ہیں۔ اب مجھے بھی یقین ہے کہ وہ تمہارا بچھا نہیں کرے گا۔ میں حیران ہوں کہ یہ بات پہلے میرے ذہن میں کیوں نہ آئی کہ جب تک سہیل مدائن میں ہے اُس کا بھائی ایک دشمن کی حیثیت سے ہمارے سامنے آنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ لیکن ماہ بانو! میری بات غور سے سنو! سہیل کو ان باتوں کا علم نہیں ہونا چاہیے۔ میں حسان کو اپنے باپ کا قاتل سمجھتا ہوں۔ ہم سہیل سے انتقام نہیں لیں گے لیکن حسان کو معاف نہیں کر سکتے۔ مجھے یقین ہے کہ حنقریب ایران کی افواج کے حکمرانوں کا رخ کریں گی۔ اگر سہیل نے میری

ترغبات پوری کیں تو اُسے ایران کی فوج کا سپاہی بننے میں دیر نہیں لگے گی۔ اب بھی تیغ زنی نیزہ بازی اور تیراندازی میں اُس کے ہم عمر اُس کے ساتھ برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ میں اُسے مسلمانوں کے ساتھ نفرت کرنا سیکھاؤں گا اور میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی یہ ہوگی کہ کسی دن حسان ایک قیدی کی حیثیت سے ہمارے سامنے پیش ہو اور میں جلاؤ کا کام سہیل کو سونپ دوں۔ ماہ بانو! مجھ سے وعدہ کرو کہ تم مدائن پہنچ کر سہیل کے سامنے حسان کا ذکر نہیں کرو گی۔

ماہ بانو نے جواب دیا: "میں اس شرط پر وعدہ کرتی ہوں کہ جب تک سہیل ہماری پناہ میں ہے آپ اُس پر کوئی سختی نہیں کریں گے۔"

زرجخت نے جواب دیا: "اگر حسان ہمیں فریب دینے کے لئے ہماری بستی کے کسانوں کو سینے سے لگا سکتا ہے تو مجھے بھی اُس کے بھائی کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہوئے تکلیف نہیں ہو گی۔"

"آپ مطمئن ہیں میں اُس سے حسان کا ذکر نہیں کروں گی۔"

"تم اُسے یہ بھی نہیں بتاؤ گی کہ وہ زندہ ہے اور ہمارے گھر آیا تھا۔"

"میں اُسے یہ بھی نہیں بتاؤں گی۔"

زرجخت نے قد سے توقف کے بعد کہا: "سہیل کا بھائی مرچکا ہے صرف ہمارا دشمن زندہ ہے۔"

ماہ بانو کچھ دیر خاموش رہی۔ بالآخر اُس نے کہا: "بھائی جان! میں یہ سوچ رہی ہوں کہ اگر آبا جان زندہ ہوتے تو وہ یہ باتیں سن کر کیا کہتے؟"

"تمہیں یہ سوچنے کی ضرورت نہیں میں آبا جان کی روح کی پکار سن سکتا ہوں۔ وہ یہ کہہ رہا ہے کہ اگر تم میرے بیٹے ہو تو حسان کو معاف نہ کیجیو۔"

"لیکن بھائی جان! انہوں نے آپ کو تیر جلائے سے روکنے کی کوشش کی تھی اور اُنکے بے قبل وہ کچھ کہنا چاہتے تھے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ ان کے بوزل بل سے تھے لیکن زبان مفلوج ہو چکی تھی۔"

"اگر حسان میرا بچھا نہ کرتا تو انہیں یہ عبادت پیش نہ آتا۔ انہوں نے مجھے تیر جلائے سے صرف اس لئے

دیکھنے کی کوشش کی تھی کہ وہ ہمیں مسلمانوں کے انتقام سے بچا نہ پاسکتے تھے شاید انہیں بھی یہ خیال کیا ہو کہ سہیل کی وجہ سے وہ ہم پر حملہ نہیں کر سکا یا ممکن ہے کہ وہ آخری وقت تک یہ سمجھتے ہو کہ جس شخص کو ہم نے اپنے گھر میں پناہ دی تھی اتنا ذلیل ثابت نہیں ہوگا۔ بہر حال وہ مرچکے ہیں اور ان کی زندگی کا سب سے آخری اور سب سے بڑا صدمہ یہی تھا کہ جہانہ لود کا دست جسے وہ اپنا بیٹا سمجھتے تھے مسلمانوں کے شکر کے ساتھ ہمارے گاؤں پر قبضہ کرنے کے لئے آیا تھا۔



جو کچھ روز زرخیت اور اس کی بہن ملائیں پہنچ گئے۔ زرخیت کا مکان دریائے دجلہ کے کنارے شہر کی ایک مصافحاتی بستی میں تھا۔ ڈیڑھ می کے ساتھ ایک طرف ایک کشادہ اسیٹیل لود فوکروں کے کمرے تھے اور دوسری طرف ایک وسیع دالان بہان خانے کا کام دیتا تھا۔ پھر ایک دیوار جس کے درمیان ایک دروازہ تھا۔ عیسیٰ کے اس حصے کو مکان سے جدا کرتی تھی۔ ایک نوکر نے اس کا خیر مقدم کیا اور ان کے گھوڑوں کی گلیاں پکڑ لیں۔ زرخیت نے سہیل کے متعلق پوچھا۔

نوکر نے جواب دیا: وہ صبح ہوتے ہی گھوڑے کر نکل گیا تھا۔ ابھی تک واپس نہیں آیا۔ وہ کہتا تھا کہ آج فوجی کھیلوں کا مقابلہ ہے۔

زرخیت نے اپنے ساتھ آنے والے فوکروں کی طرف متوجہ ہو کر کہا: تم گھوڑے اسیٹیل میں باندھ دو لیکن میرے گھوڑے کی زیریں اتارنے کی ضرورت نہیں۔

پھر وہ کوئی مکان کے اندر داخل ہوئے۔ وہاں ایک تنگ صحن سے آگے ایک برآمدہ تھا اور اس کے پیچھے تین کمرے تھے۔ زرخیت نے اپنی بہن سے کہا: ماہ بانو! یہ سارا دنیا گھر ہے، اب تم آرام کرو۔ میں تھوڑی دیر کے لئے فوجی مستقر کی طرف جاسا ہوں۔ ہمارے پردوس میں زیادہ تر فوج کے عہدہ دار رہتے ہیں۔ آج تمہارے پاس بہت سی عورتیں آئیں گی۔

زرخیت باہر نکل گیا اور ماہ بانو برآمدے میں ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد زرخیت واپس آگیا اور اس نے لفٹ دہنی صحن میں پاؤں رکھتے ہی بلند آواز میں کہا: ماہ بانو! لود آؤ، تمہیں ایک تھکا دھاؤں

ماہ بانو جلدی سے آگے بڑھی۔ کیا بات ہے بھائی جان؟

زرخیت نے جواب دیا: ذرا باہر نکل کر دیکھو؟

وہ زرخیت کے ساتھ ڈیڑھ می سے باہر نکلی تو سرگ پر دائیں ہاتھ قریب ایک سو اچھے کودتے اور خسرے لگاتے ہوئے فوکروں کا جلوس دکھائی دیا۔ ان سے آگے ایک لڑکا گھوڑے پر سوار تھا۔

”یہ کون ہیں؟ ماہ بانو نے اپنے بھائی سے پوچھا۔

”تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا۔“

جب یہ جلوس مکان کی طرف مڑا تو ماہ بانو نے کہا: بھائی جان! وہ تو سہیل معلوم ہوتا ہے لیکن میں اس جلوس کا مطلب نہیں سمجھتی۔ یہ لڑکے اس کے ساتھ مذاق تو نہیں کر رہے؟

”مذاق کے لڑکے سہیل کے ساتھ مذاق نہیں کر سکتے۔ اس کا چہرہ بتا رہا ہے کہ وہ کوئی بڑا کارنامہ سرانجام دے کر آیا ہے۔“

سہیل نے اچانک اس کی طرف دیکھا اور گھوڑے سے کود کر جھانک بڑا آگے بڑھا۔ زرخیت اور ماہ بانو کے سامنے اس کی نگاہیں زمین میں گڑی جا رہی تھیں اور پھر دھیا کے مارے سُرخ ہو رہا تھا۔ اس کے گھوڑے نے ایک لڑکے کے ہاتھ سے باگ چھیر لیا اور بھاگا، بڑا ڈیڑھ می کے اندر چلا گیا۔ جلوس چند قدم دُور جا کر رُک گیا اور لڑکے تذبذب کی حالت میں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے، پھر ایک دھکا

جو عمر کے لحاظ سے ذرا بڑا معلوم ہوتا تھا، جھکنا بڑا آگے بڑھا اور اس نے زرخیت سے مخاطب ہو کر کہا: ”سہیل تیرا اندازی اور نیزہ بازی کے مقابلے جیت کر آیا ہے۔ کل تیغ زنی کا مقابلہ ہوا تھا اور سہیل نے چار لڑکوں کو شکست دی تھی۔ پھر اس کا مقابلہ ملہا سب کے ساتھ ہوا تو یہ برابر رہا۔“

زرخیت نے پوچھا: ملہا سب کون ہے؟

لڑکے نے جواب دیا: جناب وہ بہن کا بیٹا ہے۔ اس کا قد مجھ سے ایک باشت اونچا ہے۔

مکتب میں اس کا آخری سال ہے اور تیغ زنی میں کوئی لڑکا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ بڑی عمر کے لڑکے اُسے اس کے سہیل کے مقابلے میں لے آئے تھے۔ اُس نے یہ کہا تھا کہ میں آنکھ جھپکنے میں سہیل

سے ہر منزلوں کا لیکن سہیل نے اُس کا غرور خاک میں ملادیا۔
 اتنی دیر میں باقی لڑکے بھی اُن کے گرد جمع ہو چکے تھے۔ زرخیت نے اُن کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔
 ”اب تم جاؤ اور اپنے تھکے ہوئے دوست کو آرام کرنے دو۔“
 لڑکے وہاں سے کھٹکتے گئے اور زرخیت سہیل سے مخاطب ہوا: ”سہیل میں سپہ سالار کے پاس
 جانا تھا۔ سرک پر تمہارا جلوس دیکھا تو لوٹ آیا۔“
 سہیل نے کہا: ”بھائی جان! میں نے انہیں منع کیا تھا لیکن وہ میرے ساتھ آنے پر مصر تھے اگر
 مجھے معلوم ہوتا کہ آپ آگئے ہیں تو میں گھوڑا اٹھا کر یہاں پہنچ جاتا۔“
 ”اے تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ تم کوئی بڑا کام کرو اور تمہارے دوست تمہارا جلوس نکالیں۔“
 اب جاؤ اور اپنی بہن کے ساتھ باتیں کرو۔ میں تھوڑی دیر تک واپس آ جاؤں گا۔“
 زرخیت یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا۔
 تھوڑی دیر بعد سہیل اور ماہ بانو مکان کے برآمدے میں ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے۔
 ماہ بانو کچھ دیر خاموشی سے سہیل کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر وہ ایک قدم آگے بڑھی اور اُس کے کندھوں پر
 ہاتھ رکھتے ہوئے بولی: ”بھائی جان کہتے تھے کہ اب تم سہیل کو پہچان بھی نہیں سکو گے تم واقعی بڑے محروم ہوئے ہو۔“
 ”آپ ٹھیک ہیں؟“
 ”میں بہت تھک گئی ہوں۔“ ماہ بانو نے کمری پر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔
 ”بابا جی کہاں ہیں وہ نہیں آئے؟“
 ماہ بانو نے سر جھکاتے ہوئے غم میں کہا: ”بیٹھ جاؤ سہیل!“
 سہیل پریشان سا ہو کر دوسری کمری پر بیٹھ گیا۔ ماہ بانو نے کچھ دیر سوچنے کے بعد اُس کی طرف
 دیکھا اور کہا: ”سہیل! آجا جان اب ہمارے پاس نہیں آئیں گے۔ انہوں نے مدائن کے راستے میں ہمارا
 ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ ان الفاظ کے ساتھ ماہ بانو کی آنکھوں میں آنسو اُڑاتے سہیل دیر تک سکھتے کے
 عالم میں اُس کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اُس کی نگاہوں کے سامنے آنسوؤں کے پردے چال ہو گئے۔

اور اُس نے اپنا چہرہ آستین میں چھپا لیا۔
 ”تم نے اپنے بھائی کے متعلق نہیں پوچھا؟ ماہ بانو نے قدرے توقف کے بعد سوال کیا۔
 سہیل نے پُر امید ہو کر ماہ بانو کی طرف دیکھا اور پھر ایک لمبے لمحے کے چہرے پر یابوسی کے بدل
 چھا گئے۔ اُس نے غم میں سوال کیا: ”آپ کو ان کے متعلق کوئی اطلاع نہیں ملی؟“
 ماہ بانو نے ڈوبتی ہوئی آوازیں جواب دیا: ”کاش میں تمہیں اُس کے متعلق کوئی اطلاع دے
 سکتی۔ اب تمہیں جو صلے سے کام لینا پڑے گا سہیل۔ شاید کچھ عرصہ ہم اپنے گاؤں بھی نہ جاسکیں۔“
 سہیل نے کہا: ”مجھے یقین ہے کہ اگر میرا بھائی جان زندہ ہے تو کسی نہ دن واپس غمزدگی کا
 اور اگر ہم وہاں نہ گئے تو بھی آپ کا کوئی نوکر ہمارے پاس ضرور بھیجے گا۔ اُسے ہرگز سے خطرہ تھا اور
 میں نے سنا ہے کہ وہ مرجح ہے۔ اب بھائی جان شاید مدائن آنے میں بھی کوئی خطرہ محسوس نہ کریں۔“
 ماہ بانو نے کہا: ”سہیل! مجھ سے وعدہ کرو کہ تم زرخیت کے سامنے ہرگز کی موت پر خوشی کا اظہار
 نہیں کرو گے۔ اُس نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی تھی اور ایران کا ہر آدمی اُسے ایک بہادر آدمی کی
 حیثیت سے یاد کرتا ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ تم اُسے معاف نہیں کر سکتے، لیکن زرخیت ایران کا سپاہی
 ہے۔ وہ اُس کی بڑائی سننا پسند نہیں کرے گا۔ شاید تمہیں معلوم نہیں کہ ہمارے گاؤں پر مسلمانوں کا قبضہ
 ہو چکا ہے اور ہم وہاں سے اپنی جان اور عزت بچا کر بھاگے تھے۔ آجا جان کی موت کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں
 نے ہمارا تعاقب کیا تھا اور جب ہم کشتی پر سوار ہو کر دیر باعہر کر رہے تھے تو ایک سوار نے دریا کے دوسرے
 کنارے تک پہنچا پھینچا نہیں چھوڑا۔ وہ بھائی جان کے پیچھے تیرے زخمی ہوا تھا لیکن وہ جب اُسے دوسرے
 تیرے ہلاک کرنے والے تھے تو آجا جان نے انہیں روکنے کی کوشش کی۔ وہ بچ گیا، لیکن آجا جان
 اُسے ہی گر پڑے۔“
 ”آجا جان نے اُس ظالم کو بچانے کی کوشش کیوں کی تھی؟“
 ”آجا جان کو یہ خطرہ تھا کہ اگر وہ مر گیا تو اُس کے ساتھی ہمیں زندہ نہ چھوڑیں گے۔ سہیل مجھ
 پر بناؤ کہ اگر ایران کی فوج اُس آدمی کو گرفتار کرے اور پھر اُسے تمہارے سامنے پیش کیا جائے تو تم

اُس کے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟

بہیل نے جواب دیا: اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کون تھا اور اُس کا گھر کہاں ہے تو میں اُس کی گرفتاری کا انتظار نہیں کروں گا۔ میں تنہا اُس کی تلاش میں نکلوں گا اور مجھے اس بات کی پروا نہیں ہوگی کہ اُس کا قلعہ کتنا مضبوط اور اُس کی حفاظت کرنے والوں کی تعداد کتنی ہے۔



مذاکرہ کی شکست کے بعد دجلہ اور فرات کے درمیان عیسائی قبائل جو ایران کی معمولی فوج کو بھی مسلمانوں کی پیشقدمی روکنے کے لئے کافی سمجھتے تھے اب زیادہ سنجیدگی کے ساتھ نئی صورتِ حال کے متعلق سوچ رہے تھے۔ کسریٰ اور شیر کی دعوت پر ان کے سردار مدائن میں جمع ہوئے اور اُس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انہوں نے مسلمانوں کے خلاف ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر جوش و خروش کا مظاہرہ کیا اور پھر چند دن بعد یہ خبر شہور ہوئی کہ یہ لوگ اپنے اپنے لشکر کے ساتھ وادی کی طرف پیشقدمی کر رہے ہیں اور بہمن کی قیادت میں ایران کی فوج ان کے پیچھے آرہی ہے۔ چند دن بعد اور شیر نے بیدری کی حالت میں یہ خبر سنی کہ خالد بن ولید نے حیف اور نزار کی طرح وادی میں بھی اسلام کی نصرت کا پرچم گاڑ دیا ہے اور بہمن کی شکست خوردہ افواج وادی سے چند میل دور جمع ہو رہی ہیں۔ عراق کے عیسائی قبائل وادی کی شکست کا انتقام لینے کے لئے ایک نئے جوش و خروش کے ساتھ ایس کے مقام پر جمع ہونے لگے اور انہوں نے کسریٰ سے فوری سے فوری اعانت کی درخواست کی کسریٰ نے بہمن کو کسی تاخیر کے بغیر ایس کی طرف پیشقدمی کا حکم دیا لیکن بہمن پوری تیاری کے بغیر کسی نئے میلان میں آنے کے لئے تیار نہ تھا۔ چنانچہ اُس نے فوج کی قیادت اپنے ایک جرنیل جابان کے سپرد کی اور خود اور شیر کے ساتھ بالمشافہ گفتگو کرنے کے لئے مدائن چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر اُسے معلوم ہوا کہ شہنشاہ کی علالت تشویش ناک صورت اختیار کر چکی ہے۔

یہ فہم وہ تھا جب ایران میں حکمران کی موت کو عام طور پر کسی نئے انقلاب کا پیش خیمہ سمجھا جاتا تھا اور اس کے اکابر کو سلطنت کی حفاظت سے زیادہ اپنے مستقبل کی فکر ہوتی تھی۔ چنانچہ بہمن مدائن میں رُک گیا جابان

جسے وہ فوج کی قیادت سونپ کر آیا تھا ایس پہنچا اور اُس نے عیسائی قبائل کے لشکر کے پڑاؤ کے قریب دیر سے ڈال دئے بہمن کے حکم کے بغیر اُسے ایس سے آگے پیشقدمی کی اجازت نہ تھی کئی دن مدائن سے کوئی پیغام نہ آیا۔ تاہم جابان اس صورتِ حال سے پریشان نہ تھا، اُسے ایک طرف یہ اطمینان تھا کہ عیسائی قبائل کی تعداد میں آئے دن اضافہ ہو رہا ہے اور مسلمان مفتوحہ علاقوں کے نظم و نسق میں مصروف ہیں اور دوسری طرف یہ یقین تھا کہ جب بہمن مدائن سے واپس آئے گا تو کسریٰ کے لاتعداد سپاہی اُس کے ساتھ ہوں گے۔ لیکن ایک شام اُسے یہ اطلاع ملی کہ خالد بن ولید وادی میں اُس کا انتظار کرنے کی بجائے بذاتِ خود ایس کی طرف بڑھ رہا ہے اور لگے دن دو پہر سے قبل جنگ کے میدان میں ایران کے پرچم غازیانِ اسلام کے پاؤں تلے روندے جا رہے تھے۔ جابان اور اُس کے عیسائی حلیف اپنے پیچھے لاشوں کے انبار چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ پھر جب مدائن میں ایس کی شکست کی خبر پہنچی تو بھار جگر ان نے دم توڑ دیا۔